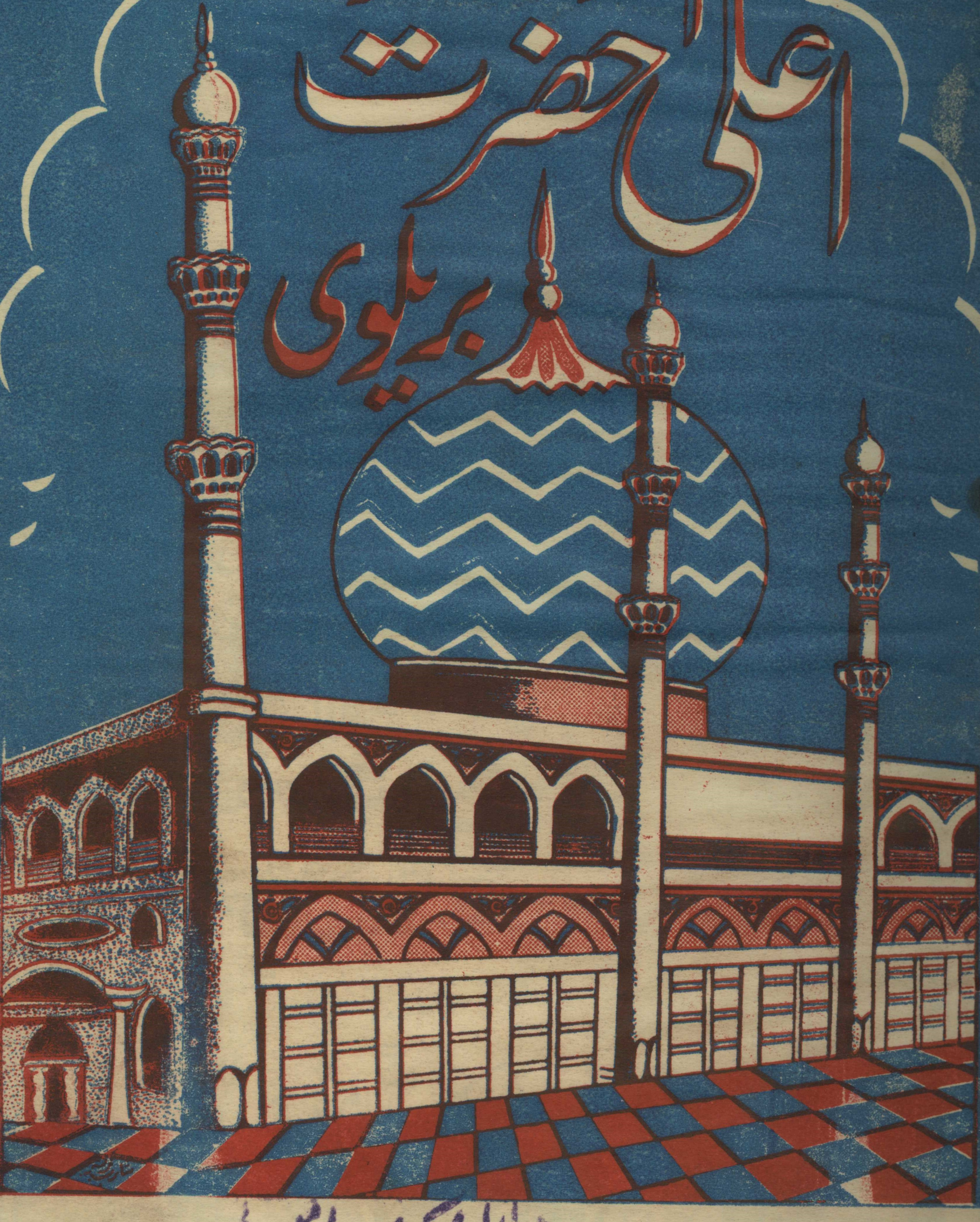
سوانح حیات

اعلیٰ حضرت بریلوی



نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ

سوانح حیات

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اس جامع اور مکمل سوانح حیات میں بریلی شریف کے مشہور عالم اور ولی اللہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالات بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے عالمانہ کارنامے، کرامات، مکہ اور مدینہ پاک میں آپ کی وقعت و عزت، عشقِ رسولؐ کے واقعات، اخلاق وعادات تصنیف تحدیث شاعری، خلفائے نامدار اور آپ کے ارشادات و ملفوظات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

نذرانۂ عقیدت

حضرت الحاج شاہ مانا میاں صاحب قادری چشتی پیلی بھیتی!

ناشر

امین برادرس ناشران و تاجران کتب آرام باغ روڈ کراچی ا

عرضِ ناشر!

پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ پوری اسلامی دُنیا میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ جلیل القدر عالم اور عظیم المرتبت ولی اللہ تھے۔ آپ کی ذات سے مسلمانوں نے سب سے زیادہ جو سبق سیکھا وہ بزرگانِ دین سے عقیدت اور ان کی ذات سے عشق و ادب کا سبق تھا۔ محافلِ میلاد، صلوٰۃ و سلام اور بزرگوں کے عُرس اور ان سے محبت کی جو کیفیت آج مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ وہ سب آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

یہ بات باعثِ افسوس ہے کہ ایسی عظیم ہستی پر آج تک بہت کم قلم اٹھایا گیا اور وفات شریف کے پچاس سال بعد تک کوئی سوانحِ حیات منظرِ عام پر نہ آسکی۔ زیرِ نظر سوانحِ حیات اعلیٰ حضرت کی زندگی کے تمام گوشوں کو اجاگر کرتی ہے اور آپ کے کارنامے پورے طور پر سامنے آجاتے ہیں۔

میں حضرت الحاج شاہ منا میاں صاحب قادری کا ممنون ہوں کہ آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جمع کردہ حالات کو جدید ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ میں مولانا قاری احمد صاحب پیلی بھیتی کا بھی مشکور ہوں کہ موصوف نے شاہ صاحب کے مسودہ پر نظرِ ثانی فرمائی، اور زبان و بیان کی درستگی کے علاوہ عنوانات بھی قائم کئے۔

اللہ تعالیٰ میری ناچیز کوشش کو قبول فرمائے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس سوانحِ حیات سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور میری دُنیا و آخرت کو بہتر فرمائے۔ آمین

خادم اولیاء اللہ

وہاج الدین قریشی

امین برادرس آرام باغ روڈ کراچی ۱

فہرست مضامین

سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(نذرانۂ عقیدت الحاج شاہ مانا میاں صاحب قادری چشتی پیلی بھیتی)

عرضِ مؤلف

(از قلم: حضرت الحاج شاہ مانا میاں صاحب قادری چشتی پیلی بھیتی)

ایک عرصہ سے میری یہ دلی تمنا تھی کہ مرشد اعظم ولیٔ برحق رہنمائے دین وملت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مرتب کروں۔ یہ خیال مجھے اس وجہ سے اور بھی بے چین کئے ہوئے تھا کہ نصف صدی گذرنے کے بعد بھی اعلیٰ حضرت رحؒ کی کوئی مکمل سوانح حیات چاہنے والوں کے ہاتھ میں نہیں پہنچ سکی ہے اور پاک و ہند میں بارہ کروڑ سے زائد اہل سنت والجماعت اپنے دینی پیشوا اور حضور کی سنتوں کو زندہ کرنے والے قائد و رہنما کی صدہا کرامات اور تبلیغی کوششوں سے ناواقف ہیں۔

منتشر کرامات و واقعات کو ایک جگہ جمع کرنا اگرچہ مجھ جیسے ضعیف و ناچیز انسان کیلئے دشوار تھا مگر اللہ تعالیٰ کی امداد اور اسکے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نے سہارا دیا اور میں اپنے دلی مقصد کی تکمیل میں کامیاب ہو سکا سب جانتے ہیں کہ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد ایسے مواقع بارہا پیدا ہوئے جبکہ علمائے اُمت اور صلحائے ملت نے شعائر اسلام کو مسخ ہونے سے بچانے کے لئے اور سنت نبوی صلعم کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لیئے اپنی زندگیاں خطرے میں ڈالیں، بے پناہ مظالم برداشت کئے، قربانیاں دیں، مصاحب و آلام کا سامنا کیا اور جادۂ حق پر ثابت قدم رہے۔

مرشد برحق اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بھی ایسے ہی محافظ سنت اور مجاہد ملت تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضؓ، اور بزرگانِ دین کی شان میں جن گستاخانہ تحریروں کا سلسلہ قائم تھا، اُن پر سخت گرفت فرمائی اور قرآن و حدیث کے دلائل سے حضور اکرم صلعم کے علم اور آپ کے مقام و مرتبہ کے ساتھ بزرگوں کی عظمتوں کو ایسا واضح اور ثابت کیا کہ حق پرست علمائے اسلام اور عوام سبھی نے آپ کے حق میں کلماتِ ادا کئے اور آپ کی علمی کوششوں کو سراہا۔

اس سوانح حیات کی ترتیب کے وقت مندرجہ ذیل کتب و رسائل میرے پیش نظر رہے ہیں۔

تذکرہ علمائے ہند، تذکرہ علمائے فرنگی محل، حیات اعلیٰ حضرت، ملفوظات اعلیٰ حضرت، تحفہ حنفیہ پٹنہ، دبدبہ سکندری رامپور، سالانہ رپوٹیں انجمن نعمانیہ ہند لاہور، روزنامہ سعادت لائلپور، المسنت نمبر ۶۹ء، ماہنامہ البلاغ کراچی، ماہنامہ سیالکوٹ، ماہنامہ رضوان لاہور، الرضا بریلی، پیام حق کراچی، سوانح منظوم اعلیٰ حضرت۔

فقیر مانا میاں قادری چشتی
خانقاہ محدث سورتی رحؒ پیلی بھیت یوپی
یکم رجب المرجب سنہ ۱۳۹۰ھ

کلامِ اوّل

(مولانا قاری احمد پیلی بھیتی)

ہر چند کہ بزرگوں کی سوانح حیات ان کے دینی و علمی کارنامے اور روحانی تصرفات کسی مقدمہ اور پیش لفظ کے محتاج نہیں ہوتے ہیں۔ تاہم یہ سطور اس غرض سے لکھی جا رہی کہ زیرِ نظر سوانح حیات کا مطالعہ کرنے والے اُن ابتدائی حقائق سے واقف ہو سکیں جو اس کے پڑھنے میں دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب المعروف بہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام پاک و ہند کے علماء و عوام میں ہی نہیں بلکہ اسلامی دنیا میں بھی بڑی حد تک مشہور و معروف ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اس عظیم شہرت میں جہاں ان کے علم و فضل، فکر و نظر، تقویٰ و طہارت اور طریقت و سلوک کو دخل ہے وہیں وہ اختلافات بھی ہیں جو اعلیٰ حضرت اور علماءِ دیوبند کے درمیان ان کی بعض تحریروں کے سلسلہ میں پیدا ہوئے ——— اس میں شک نہیں کہ علمائے اُمت کے درمیان تحقیقی، فکری اور نظری اختلافات ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے اہل علم کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے جسے ختم کرنا بس کی بات نہیں ہے۔ اس قسم کا اختلاف چونکہ خالص علمی ہوتا ہے اس لئے نہ تو اس میں شدت ہوتی ہے اور نہ وہ دلوں کی دنیا کو غبار آلودہ کرتا ہے ——— البتہ بنیادی عقائد میں اگر اختلاف پیدا ہو جائے تو یہ خلیج پھر پاٹے نہیں پٹتی ہے اور اعتراض و احتساب کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ ایسا اختلاف اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک افہام و تفہیم کے بھرپور جذبہ کے ساتھ کھلے دل سے غلطیوں کا اعتراف نہ کیا جائے۔

آج مسلمانوں میں دو مکتبہ فکر مستقلاً قائم ہیں۔ ایک بریلوی مکتبہ فکر اور دوسرا دیوبندی مکتبہ فکر۔! مذہباً حنفی اور مسلکاً قادری چشتی اور نقش بندی ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے مقابل اور متصادم نظر آتے ہیں ——— اس کی وجہ وہی بنیادی اختلاف! جس کی ضرب عقیدے پر پڑتی ہے اور تاب ضبط باقی نہیں رہتی ہے، قلم بھی جنبش کرنے لگتا ہے اور زبان بھی چلنے لگتی ہے۔ فقہ اسلامی میں ائمہ کرام کا اختلاف اس بات کی واضح شہادت ہے کہ جب تک عقائد زیر بحث نہ آئیں اتفاق و اتحاد قائم رہتا ہے اور قلوب کدورت سے محفوظ رہتے ہیں۔

امکان کذب باری تعالیٰ، امکان نظیر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، علم غیب انبیاء کرام، مسئلہ حاضر و ناظر، مسئلہ حیات النبی جیسے اہم بنیادی عقائد کے علاوہ جو دوسرے مسائل وجہ اختلاف و افتراق بنے ہوئے ہیں ان میں انعقاد میلاد، ذکر ولادت پر قیام و سلام، تقبیل ابہام فی الاذان، رسول اکرم اور بزرگوں کیلئے حرف ندا کا استعمال، استمداد و استعانت، حاضری قبور بہ نیت زیارت، بزرگوں کا عرس، ایصال ثواب اور اسکی مختلف شکلیں گیارہویں کی فاتحہ، نماز کے بعد فاتحہ ثانی اور قبر پر اذان وغیرہ! یہ ہیں وہ مسائل اختلافیہ جو مستقل تفریق و اختلاف کا سبب بنے ہوئے ہیں ——— اور اب حالات یہ ہے کہ

جو شخص انگوٹھے چومنے سے منع کرے، محفل میلاد اور اس میں قیام و سلام کو بدعت کہے، بزرگوں کے عرس کرنے اور ان میں شریک ہونے کو گناہ کہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ انبیائے کرامؑ اور اولیاء اللہ کے لئے حرف ندا کے استعمال کو شرک ثابت کرے وہ دیوبندی اور وہابی ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم متقی، پابند سنت اور صاحب سلوک و طریقت ہی کیوں نہ ہو ——— اس اختلاف کی ابتدا، جنگ آزادی کے مشہور مجاہد اور جید عالم حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی (متوفی ۱۸۹۵ء) کی نشان دہی کے بعد ہوئی تھی جبکہ انہوں نے مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی کی کتاب "تقویت الایمان" پڑھی اور شاہ صاحب کی بعض عبارتوں کے خلاف ایک فتویٰ شائع کیا اور پورے ہندو پاک میں اس کی اشاعت کی۔

اس کے بعد مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی (متوفی ۱۲۸۲ھ) نے ایک مستقل کتاب "سیف الجبار" لکھی اور مندرجہ بالا مسائل میں بہت کھل کر رد کیا۔ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی متوفی ۱۳۷۷ھ نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں لکھا ہے کہ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری (متوفی ۱۳۲۳ھ) نے بھی ایک کتابچہ "تنزیہہ الرحمن" کے نام سے لکھا تھا جس میں انہوں نے مسئلہ امکانِ کذب میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ) کی سخت مخالفت کی تھی۔ بعض تذکروں سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے والد ماجد مولانا نقی علی خان صاحبؒ (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے بھی ایک کتاب اختلافی مسائل کے سلسلہ میں لکھی تھی اور وہ شائع بھی ہوئی تھی۔

۱۲۹۷ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خان صاحبؒ (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے قلم اٹھایا، کثرت سے کتابیں لکھیں، فتوے صادر کئے، حرمین شریفین کے سفر میں مشاہیر علمائے حرمین سے علمائے دیوبند کی تحریروں کے خلاف تصدیقات حاصل کیں جنکو حسام الحرمین کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ مولانا احمد رضا خان صاحبؒ پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہوگئے، بریلوی اور دیوبندی یا وہابی!

دونوں جماعتوں کے علماء اور عوام کے درمیان تخالف و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے۔ کتابیں بھی لکھی جارہی ہیں، اخبارات و رسائل بھی نکالے جارہے ہیں اور پوسٹر بھی شائع ہوتے رہتے ہیں اسکے علاوہ وعظ و تقریر کے ذریعہ دونوں طرف کے علماء اپنے اپنے خیالات و عقائد کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف و منہمک نظر آرہے ہیں۔

کلام اول کی ان سطور کو میں اس دعا پر ختم کر رہا ہوں جو سوانح حیات حضرت بریلوی کے مرتب شاہ مانا حیاتہ کے جد امجد حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتیؒ نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے ۱۳۳۳ھ میں دورہ حدیث سے فارغ ہونے والے علماء کرام کو مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کی جانب سے احادیث کی اسناد تقسیم کرتے وقت فرمائی تھی۔

"یا اللہ! ہمارے دلوں کو نور ایمان سے منور فرما، اپنی محبت اور اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے، صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ روش اور تابعین عظامؒ کے نقش قدم ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائیں، ہمیں دین اسلام کی خدمت کیلئے قبول فرما اور ہم سے وہ کام لے جو تو پسند فرماتا ہے۔"

کمترین:- قاری احمد پیلی بھیتی - ۲ ڈی ۱/۱۶ ناظم آباد کراچی ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی

مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ

نذرانۂ عقیدت

الحاج شاہ منا میاں صاحب قادری چشتی پیلی بھیتی

ولادت اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ماہ شوال کی دس تاریخ کو ہفتہ کے دن ظہر کے وقت ۱۲۷۲ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر بریلی کے محلہ جسولی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا شاہ نقی علی خاں اور آپ کے دادا مولانا شاہ رضا علی خاں اسی محلہ کی ایک حویلی میں رہا کرتے تھے۔ عیسوی سن و تاریخ کے حساب سے آپ کی ولادت جنگ آزادی (غدر) ۱۸۵۷ء سے ایک سال پہلے ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی گویا جنگ آزادی ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ کی عمر ایک سال کے قریب تھی۔ والدین نے تاریخی نام المختار (۱۲۷۲ھ) رکھا مگر بعد میں آپ احمد رضا خاں کے نام سے مشہور ہوئے اور پھر آگے چل کر دنیا آپ کو اعلیٰ حضرت کے نام سے یاد کرنے لگی۔ قرآن کریم کی اس آیت سے آپ کی تاریخ ولادت نکلتی ہے۔

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

ترجمہ:۔ "یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے ان کی مدد فرمائی۔"

اعلیٰ حضرت کے دادا مولوی رضا علی خاں نے بڑے اہتمام اور عقیدت سے ساتویں دن عقیقہ کیا اور اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ پوتے کے عالم و فاضل ہونے کی خوش خبری اور بشارت سنائی جا رہی ہے۔ آپ اس خواب سے بے انتہا خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس انعام و اکرام پر سجدہ شکر ادا کیا۔

واقعات ولادت

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی بڑی بہن کا بیان ہے کہ جب اعلیٰ حضرت نے دنیا میں قدم رنجہ فرمایا تو والد ماجد مولانا نقی علی خاں صاحب اپنے فرزند نامدار کو سفید کپڑے میں ملبوس اپنے والد مولانا رضا علی خاں صاحب کی خدمت میں لے گئے تاکہ پوتے کی ولادت سے مطلع کریں اور ساتھ ہی دعائے خیر و برکت حاصل کریں۔ دادا صاحب نے پوتے کی پیشانی کو چُوما اور فرمایا۔ یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم و فاضل ہوگا اور اس فرمانے کے بعد پوتے کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ایمان علم اور عزت کی دُعا فرمائی۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولوی حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی پیدا ہوئے تو ان کو بھی دادا صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے ان کو دیکھکر فرمایا۔ یہ میرا بیٹا استاد ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر کے دروازہ پر کسی نے آواز دی۔ اس وقت میرے بیٹے کی عمر بہت کم تھی۔ میں نے کہا: بیٹا! دیکھو دروازہ پر کون پکارتا ہے۔ احمد رضا گئے تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک بزرگ صورت کھڑے ہیں۔ بچے کو قریب بُلایا اور سر پر دست شفقت پھراتے ہوئے فرمایا "تم بہت بڑے عالم بنوگے"۔

ایک مرتبہ سوداگری محلہ میں مسجد کے دروازے کے پاس اعلیٰ حضرت کو بچپن میں ایک صاحب بصیرت اور بزرگ صورت شخص ملے اور بار بار سر سے پیروں تک اعلیٰ حضرت کو دیکھا اور پھر دریافت کیا کہ تم مولوی رضا علی خاں کے کون ہوتے ہو؟ اعلیٰ حضرت نے ادائے طفلی کے ساتھ شرماتے ہوئے جواب دیا کہ میں ان کا پوتا ہوں۔ بزرگ صاحب نے محبت بھری نظریں ڈالیں اور فرمایا۔ جبھی تو علم و فضل نمایاں نظر آرہا ہے اس کے بعد دعا دیتے ہوئے رخصت ہوگئے

ایک مرتبہ جبکہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر شریف چار برس کے قریب تھی، آپ گھر کے سامنے مسجد کے قریب کھڑے تھے کہ ایک صاحب عربی لباس میں ملبوس انتہائی دیندار اور با اخلاق بزرگ صورت اور پاکیزہ سیرت تشریف لائے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت سے عربی زبان میں گفتگو کی۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو عربی میں ہی جواب دیا اور اس کے بعد وہ بزرگ صاحب چلے گئے اور پھر دوبارہ کبھی نظر نہیں آئے۔

روایت ہے کہ جب اعلیٰ حضرت مادر شکم میں رونق افروز تھے تو آپ کے والد ماجد مولانا

نقی علی خاں صاحب نے بڑا عجیب و غریب خواب دیکھا، پوری رات پریشان اور فکر مند رہے۔ اس پریشانی میں صبح ہو گئی۔ فجر کی نماز کے بعد اپنے والد مولانا رضا علی خاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات والا پریشان کن خواب ان کے سامنے بیان کر کے تعبیر کے متمنی ہوئے۔ والد صاحب نے نامور فرزند کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس خواب میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ عنقریب تمہارے یہاں ایک فرزند پیدا ہو گا۔ جو اللہ تعالےٰ کا برگزیدہ ہوگا۔ جس کی ذات سے علم کے دریا رواں ہوں گے اور جس کی شہرت سے مشرق و مغرب گونج اٹھیں گے۔

ایک اور واقعہ ہے جو ایک معمہ کی شکل میں ہے اور جس کا مطلب اگرچہ عام فہم نہیں ہے تاہم بیان کیا جا رہا ہے اہل دانش اسے سمجھ سکیں گے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے ملفوظات میں بیان فرمایا ہے کہ میں ایک دن جبکہ میری عمر صرف دس سال کی تھی جنتی اپ جیلانی میاں کی ہے۔ (اعلیٰ حضرت کے پوتے ابن مولانا حامد رضا خاں صاحب مرحوم) میں حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں جا رہا تھا صبح کے دس بجے تھے۔ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش بڑے خوبصورت اور دل نواز لباس و انداز میں تشریف لائے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ سنتے ہو میاں صاحبزادے! آج کل عبدالعزیز ہے۔ ان کے بعد عبدالحمید ہوں گے اور پھر ان کے بعد عبدالرشید! اس کے بعد وہ نظروں سے غائب ہو گئے مگر حضرت نے جو کچھ فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ غالباً اس واقعہ میں ترکی کی حکومت کی جانب کوئی اشارہ کیا گیا ہے، ویسے اللہ تعالیٰ اس کا مطلب خوب جانتا ہے۔

جواب کی لذت

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ جبکہ آپ کی عمر شریف صرف پانچ سال کی تھی ایک لمبا کرتہ پہنے گھر سے باہر آئے۔ سامنے سے چند عورتیں آ رہی تھیں جن کے چہرے کھلے ہوئے تھے اعلیٰ حضرت نے جو ان کو دیکھا تو اپنے کرتے کا دامن اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ عورتیں اس صورت حال کو دیکھ کر ہنسیں اور کہنے لگیں، "میاں آپ بھی خوب ہیں کہ آنکھیں تو چھپا لیں اور پیٹ کو کھول دیا۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو برجستہ جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر کا مزاج خراب ہوتا ہے۔ عورتیں یہ

معقول جواب سنکر اس کی لذت اور صحت سے اپنی حیرانی کا اظہار کرتی ہوئی چلی گئیں۔

قرآن میں کتابت کی غلطی

اعلیٰ حضرت کے والد صاحب نے ایک مولوی صاحب کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے گھر پر رکھا تھا۔ وہ گھر کے تمام بچوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت بھی ان ہی سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ ایک دن سبق پڑھتے ہوئے اعلیٰ حضرت زیر پڑھتے تھے اور استاد صاحب کہتے تھے کہ زبر پڑھو۔ اعلیٰ حضرت کوشش کرتے تھے کہ استاد کے حکم کی تعمیل کی جائے مگر زبر زبان سے ادا ہی نہیں ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے دادا صاحب مولوی رضا علی خاں صاحب یہ صورت ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آخر انہوں نے پوتے کو پاس بلایا اور قرآن شریف منگوا کر اس غلطی کی صحت کرنا چاہی تو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت صحیح پڑھ رہے تھے اور کاتب کی غلطی سے زیر کی جگہ زبر لکھ گیا تھا اور وہ بلا صحت اسی طرح چھپ گیا تھا۔ مولوی صاحب کو جب یہ بات بتائی گئی تو وہ بھی قائل ہو گئے کہ واقعی کتابت کی غلطی ہے اور اعلیٰ حضرت صحیح پڑھ رہے تھے۔ دادا صاحب نے اعلیٰ حضرت سے پوچھا۔ بیٹا! مولوی صاحب جس طرح بتاتے تھے آپ اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کیا۔" دادا جان! میں پڑھنا چاہتا تھا مگر زبان سے مولوی صاحب کا بتایا ہوا نکلتا ہی نہیں تھا اس لئے میں ان کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکا۔ دادا صاحب نے پوتے کے سر پر دست محبت پھرایا اور ترقی درجات و علم کی دعا فرمائی۔

میں انسان ہوں

مندرجہ بالا واقعہ کے بعد سے مولوی صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت کو بڑے تعجب کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ وہ کبھی اعلیٰ حضرت کو فرشتہ تصور کرتے اور کبھی جنات کی قسم سے۔ ایسے دو ایک واقعات جب ان کے دیکھنے میں آئے تو ایک دن تنہائی میں مولوی صاحب موصوف نے چپکے سے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ میاں صاحبزادے! آپ مجھے صحیح صحیح بتائیں کہ آپ انسان ہو، یا جن یا کچھ اور۔؟ اعلیٰ حضرت نے بڑی متانت سے اپنے استاد محترم کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں انسان ہی ہوں البتہ اس کی عنایتیں شامل حال ہیں۔

سلام کا صحیح جواب

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے بھی استاد بچوں کو قرآن کریم پڑھانے میں مصروف تھے۔ ایک بچے نے قریب آکر مولوی صاحب کو سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب میں فرمایا جیتے رہو، اعلیٰ حضرت نے آداب شاگردی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مولوی صاحب مرحوم سے عرض کیا کہ حضرت جی! یہ جواب تو سلام کا صحیح جواب نہیں ہوا۔ آپ کو جواب میں وعلیکم السلام فرمانا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب اعلیٰ حضرت کی بات سُنکر بہت خوش ہوئے اور قریب بلاکر سر پر ہاتھ پھرایا اور دعائے خیر کرتے ہوئے فرمایا آپ سچ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے

ایک مرتبہ رمضان شریف کے مہینہ میں جبکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عمر بہت چھوٹی تھی اور فرضیت صوم کی عمر کو بھی آپ نہ پہنچے تھے کہ بچوں کی طرح ایک دن آپ نے روزہ رکھ لیا شام کو روزہ کشائی کا انتظام کیا گیا اور افطاری میں مختلف قسم کی چیزیں تیار کی گئیں۔ جس کمرہ میں افطاری کا سامان چنا گیا تھا اور بہت اقسام کے پھل اور شروب موجود تھے اس کمرہ میں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کو لیے ہوئے پہنچے اور صاحبزادے سے فرمایا میاں! تم نے روزہ رکھ لیا حالانکہ ابھی تمہارے اوپر فرض بھی نہیں ہوا ہے۔ دیکھو کتنی گرمی ہو رہی ہے۔ اس وقت کمرہ میں کوئی ہے بھی نہیں اگر تم کو بھوک اور پیاس لگی ہو تو اس میں سے کچھ کھا پی لو، میں دروازہ بند کئے دیتا ہوں کوئی دیکھے گا نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عالم کمسنی میں اپنے والد کی طرف تعجب سے دیکھا اور جواب دیتے ہوئے فرمایا "میں آپ کے حکم کی تعمیل ضرور کرتا مگر آپ کو معلوم ہے میں روزہ سے ہوں اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے"۔ والد صاحب کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، پیشانی چومی اور بیٹے کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

وہ بچپن میں بھی بزرگ تھے

اعلیٰ حضرت کے پھوپھا میں عاشق حسین شاہ خاں صاحب جن کو عام طور پر منتھن خاں کے نام سے لوگ یاد کرتے تھے، وہ ایک دن اعلیٰ حضرت کی نشست گاہ (پھاٹک) میں جھاڑو لگا رہے تھے

یہ صاحب بڑے دیندار اور عمر رسیدہ تھے۔ اتنے میں محلہ کے ایک نوجوان قناعت علی خاں صاحب آ گئے تو انہوں نے حاجی صاحب کو جھاڑو لگاتے ہوئے دیکھا تو ازراہ سعادت ان کے ہاتھ سے جھاڑو لے کر خود اس خدمت کو انجام دینا چاہا اور ساتھ ہی عرض کیا کہ یہ بات کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ جھاڑو دیں اور میں کھڑا دیکھتا رہوں۔ حاجی محمد شاہ خاں صاحب نے جھاڑو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑی اور فرمانے لگے، میاں قناعت علی! یہ تو میرے لئے فخر اور شرف کی بات ہے کہ میں اپنے پیر و مرشد کے بیٹھنے اور چلنے کی جگہ میں جاروب کشی کروں۔ میاں قناعت علی صاحب! میں تو اپنے پیر و مرشد سے عمر میں بڑا ہوں وہ میرے سامنے بچے تھے۔ میں ان کے عمر کے ہر دور کو دیکھا ہے۔ وہ بچپن میں بھی بزرگ تھے، بڑھاپے میں تو لوگ بزرگ ہو ہی جاتے ہیں۔ بھائی میں نے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے تو کچھ دیکھ کر ہی دیا ہے۔ حاجی محمد شاہ خاں صاحب روہیلہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور بڑے زمینداروں میں شمار کئے جاتے تھے۔

نام و نسب

اعلیٰ حضرت کا تاریخی نام المختار رکھا گیا تھا۔ عام نام آپ کا احمد رضا خاں تھا کنیت عبدالمصطفےٰ تھی مگر سب سے زیادہ لقب نے مقبولیت حاصل کی اور دنیا میں اعلیٰ حضرت کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ نسب نامہ مندرجہ ذیل ہے۔

"مولانا احمد رضا خاںؒ ابن مولانا نقی علی خاںؒ ابن مولانا رضا علی خاںؒ ابن مولانا حافظ محمد کاظم علی خاںؒ ابن مولانا شاہ محمد اعظم خاںؒ ابن محمد سعادت یار خاںؒ ابن محمد سعید اللہ خاںؒ"۔

اعلیٰ حضرت کے اجداد قندھار کے قبیلہ "بڑھیچ" سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ اپنے علم و عقل اور بہادری کے لحاظ سے قندھار اور اطراف کے دوسرے قبائل میں بڑا ممتاز تھا۔

عہدہ ششش ہزاری

اعلیٰ حضرت کے جد اعلیٰ محمد سعید اللہ خاں عہد مغلیہ میں قندھار سے لاہور تشریف لائے تھے۔ چونکہ دین و دیانت اور علم و سیاست میں امتیاز حاصل تھا اس لئے حاکم لاہور نے بادشاہ وقت کی طرف سے عہدہ ششش ہزاری بخش کیا اور قیام کے لئے جو محل عطا کیا گیا وہ ششش محل لاہور کے نام سے آج تک مشہور ہے۔ یہ بزرگ جن کو عہدہ ششش ہزاری دیا گیا محمد سعید اللہ خاں تھے۔

محمد سعید اللہ خاں کچھ عرصہ کے بعد لاہور سے دہلی آ گئے۔ یہاں بھی عہدہ شش ہزاری پر فائز رہے اور اس کے ساتھ ہی شجاعت جنگ کے خطاب سے نوازے گئے۔ محمد سعید اللہ خاں عرصہ تک دہلی میں معزز عہدوں پر فائز رہے۔

فتح مہم بریلی

محمد سعید اللہ خاں کے متعلق تذکروں میں بہت محدود معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کچھ پتہ نہیں چلتا ہے کہ انہوں نے کب اور کہاں وفات پائی۔ البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات کے وقت ان کے فرزند سعادت یار خاں دہلی میں کسی فوجی عہدہ پر مامور تھے۔ شجاعت خاندانی ورثہ میں ملی تھی اس لئے حکومت کی نظروں میں وہ ایک قابل ترین فوجی جرنیل سمجھے جاتے تھے۔ والد کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد بریلی اور اس کے اطراف میں کچھ بغاوتوں کا سلسلہ اٹھا جس کو شاہ دہلی کے حکم سے دبانے کے لئے سعادت یار خاں اپنی فوجی بٹالین لیکر بریلی کی جانب روانہ ہوئے۔ سعادت یار خاں جن کو قدرت نے فوجی صلاحیتوں سے نوازا تھا، بریلی پہنچے اور بڑی جلدی باغیوں کو نیچا دکھا کر امن و امان بحال کر دیا۔

بریلی میں مستقل قیام

سعادت یار خاں جب بریلی اور اس کے اطراف میں بغاوتوں کو ٹھنڈا کر کے امن و امان بحال کر چکے تو شاہ دہلی کی جانب سے ان کو مطلع کیا گیا کہ بریلی کو ایک الگ صوبہ بنایا جائے۔ اور ساتھ ہی شاہی فرمان میں اس نئے صوبہ کا ان کو حاکم مقرر کیا گیا مگر قدرت کو منظور نہیں تھا کہ وہ اس نئے صوبہ کے حاکم بنیں۔ فتح مہم کے بعد وہ بیمار ہو گئے اور بیماری کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ سعادت یار خاں کے تینوں فرزند اعظم خاں، معظم خاں اور مکرم خاں حکومت کی طرف سے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اور اپنے والد کی ماتحتی میں فوجی خدمات انجام دے رہے تھے انہوں نے والد کی وفات کے بعد بریلی کی مستقل سکونت اختیار کر لی معظم خاں اور مکرم خاں بدستور سرکاری خدمات انجام دیتے رہے مگر اعظم خاں صاحب نے تھوڑے ہی دن بعد سرکاری ملازمت سے کنارہ کش ہو کر تصوف اور طریقت کا راستہ اختیار کیا اور محلہ معماران بریلی میں گوشہ گیر ہو کر اللہ اللہ میں مصروف ہو گئے۔ جس جگہ کو

آپ نے قیام کے لئے پسند کیا تھا اور جہاں عرصہ تک آپ مصروف عبادت و ریاضت رہے۔ وہ جگہ "شہزادہ کا تکیہ" کے نام سے مشہور ہوئی اور آج تک اسے شہزادہ کا تکیہ ہی کہتے ہیں اور اسی جگہ اعظم خاں صاحب نے وفات پائی اور یہیں ان کا مزار ہے۔ معظم خاں اور مکرم خاں نے شاہ دہلی سے اپنا تعلق برقرار رکھا اور سرکاری فرائض انجام دینے میں منہمک رہے

کرامت کا ظہور

حضرت اعظم خاں صاحب نے ترک دنیا کے بعد بڑی جلدی طریقت کے مدارج طے کرنے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ان کی ذات سے مستفیض ہونے لگی۔ باوجود صاحب جائیداد اور خوش حال ہونے کے آپ نے آداب فقیری کو اس درجہ ملحوظ رکھا کہ ایک معمولی سے خس پوش مکان کی سکونت اختیار کی اور عمدہ غذاؤں کو چھوڑ کر معمولی کھانے کو پسند فرمایا۔ اسی طرح قیمتی لباس کو خیرباد کہہ کر موٹے اور معمولی کپڑوں پر اکتفا فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ کے نامور فرزند حافظ کاظم علی خاں جو بدایوں میں تحصیل دار تھے، والد صاحب سے ملنے بریلی آئے۔ خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت معمولی کپڑوں میں ملبوس آگ کے الاؤ کے سامنے بیٹھے ہیں، چونکہ سردی کڑاکے کی پڑ رہی تھی صاحبزادہ صاحب نے یہ صورت حال دیکھ کر اپنا قیمتی دوشالہ اُتار کر والد صاحب کو اڑھا دیا۔

حضرت اعظم خاں صاحب جن کی زندگی زہد و ریاضت کے لئے وقف ہو چکی تھی، دوشالے کو کب گوارا فرماتے۔ لہٰذا اسے جسم سے اتار کر جلتے ہوئے الاؤ میں ڈال دیا۔ حافظ کاظم علی خاں کو یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ اتنا قیمتی دوشالا آگ میں ڈال دیا۔ اگر کسی حاجت مند کے پاس جاتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔ اعظم خاں صاحب نے فرزند کے چہرہ پر نظر ڈالی اور بذریعہ کشف ان کے دلی تاسف کو معلوم کر کے دوشالا آگ سے نکال کر دے دیا۔ اور فرمایا۔ "بیٹا کاظم! فقیر کے یہاں یہ دھکڑ پکڑ اچھی نہیں ہے یہ اٹھاؤ اپنا دوشالا لے جاؤ"۔ کاظم علی خاں نے دوشالا اٹھایا تو وہ ہی صحیح سالم اور صاف شفاف تھا جیسا انہوں نے اپنے جسم سے اتار کر والد صاحب کو اڑھایا تھا

حالات کاظم علی خاں

حافظ کاظم علی خاں صاحب عرصہ تک بدایوں کے حاکم اعلیٰ رہے، شاہ دہلی کی طرف سے ان کو آٹھ گاؤں جاگیر میں دیئے گئے تھے اور دو سو فوجی جوانوں کی ایک بٹالین ان کے

خصوصی احکام پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتی تھی۔ کاظم علی خاں کے متعلق ایک یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ کلکتہ میں مقیم غیر ملکیوں اور مغلیہ حکومت کے درمیان کچھ نزاعات پیدا ہو گئے تھے اور ان غیر ملکیوں نے بلا اجازت شاہی کلکتہ میں ناجائز تعمیرات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ شاہ دہلی کی طرف سے کاظم علی خاں صاحب بھیجے گئے تھے تاکہ وہ انگریزوں اور دوسری غیر ملکی تجارتی کمپنیوں کو کسی ایسے اقدام سے روک دیں جو شاہی اجازت وم اعات کے خلاف ہے۔ چنانچہ کاظم علی خاں صاحب نے اس معاملہ کو بڑی دانشمندی سے طے کر دیا اور ناجائز تعمیرات و تصرف کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

دادا کے حالات

اعلیٰ حضرت کے دادا کا اسم گرامی مولانا رضا علی خاں صاحب رح تھا۔ تذکرہ علمائے ہند فارسی مؤلفہ مولوی رحمان علی صاحب مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ بار دوم ۱۹۱۴ء مطابق ذالحجہ ۱۳۳۲ھ کا بیان ہے کہ :۔

"مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی ابن محمد کاظم علی خاں ابن محمد اعظم خان ابن محمد سعادت یار خاں صاحب بریلی علاقہ روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے کرام سے تھے آپ قوم افغان قبیلہ بڑھیچ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں بڑے بڑے عالی مرتبت شش ہزاری عہدوں پر فائز تھے۔ مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ علوم اسلامیہ درسیہ شہر ٹونک میں مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم سے حاصل کئے تھے۔ ۲۳ سال کی عمر میں آپ نے ۱۲۴۷ھ میں سند فراغت حاصل کی اور علماء ہند میں مقام عظیم حاصل کیا اور شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ آپ سلوک و طریقت میں بلند رتبہ کے مالک تھے۔ آپ کی تقریر بڑی پُر تاثیر ہوتی تھی۔ اوصاف جمیلہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ خصوصاً سنت کلام، سبقت سلام، زہد و قناعت، علم و تواضع اور تجرید و تفرید آپ کی خصوصیات تھیں۔ ۲ جمادی الاول ۱۲۸۶ھ میں آپ نے اس جہان فانی کو خیرباد کہا اور اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے۔ بڑھیچ بائے موحدہ عربیہ رائے ثقیلہ ہندیہ و نون مفتوح اور یائے تحتانیہ ساکن اور جیم فارسی موقوف۔ یہ ایک افغان قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے لوگوں کو روہیلہ بھی کہا جاتا ہے۔

روہیلوں کی تفصیلات اور ان کے نامور فرمانروا حافظ الملک حافظ رحمت خاں صاحب علیہ الرحمۃ والیٔ روہیل کھنڈ کے حالات اور روہیل کھنڈ کی تاریخ کتاب کے آخر میں انشاء اللہ حوالہ قلم کی جائے گی۔

دادا صاحب کی کرامات

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دادا صاحب کی بہت سی کرامات تذکروں میں بیان کی گئی ہیں اور زبانی روایات کا سلسلہ بھی ملتا ہے۔ یہاں چند ان کرامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو تاریخ و تذکرہ کا ایک مستقل حصہ بن چکی ہیں۔ اور جن سے حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب کے بلند مقام اور صاحب فقر و کرامت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

ہندو عورت کا قبول اسلام

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مولانا رضا علی خاں صاحب بریلی میں کوچہ سیتا رام سے گذر رہے تھے ہولی کا تہوار بڑے زور شور سے کھیلا جا رہا تھا۔ ایک ہندو عورت نے اپنے گھر کی چھت پر سے مولانا کو دیکھا اور ازراہ شرارت تھوڑا سا رنگ ان پر پھینک دیا۔ ایک نوجوان مسلمان دور سے اس کیفیت اور شرارت کو دیکھ رہا تھا، اس سے ضبط نہیں ہو سکا اور وہ غصہ کے عالم میں مکان میں گھس کر چھت پر چڑھنے لگا تاکہ عورت کو اس کی بدتمیزی کی سزا دے۔ مولانا صاحب نے نوجوان کو اس کے ارادہ سے روکتے ہوئے فرمایا۔ "بھائی اسے چھوڑ دو اور اس سے کچھ مت کہو اس نے میرے اوپر ہولی کا رنگ ڈالا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے رنگ سے رنگ دے گا۔" نوجوان رک گیا مگر مولانا صاحب کے اس فرمانے کے ساتھ ہی عورت چھت پر سے بھاگتی ہوئی نیچے آئی اور معافی مانگتے ہوئے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ حضور مجھے مسلمان کر لیجیے۔ مولانا صاحب نے عورت کو داخل اسلام فرمایا اور اسی وقت اس مسلمان نوجوان کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

توبہ کی توفیق

مولانا صاحب کے رشتہ داروں میں ایک صاحب وارث علی خاں تھے جو آپ کے گھر کے قریب ہی رہتے تھے۔ جوانی کی امنگوں سے سرشار، بہکے ہوئے قدم اور مزاج کے عیاش واقع ہوئے

تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں آئے اور کچھ روپیہ بطور قرض کے طلب کیا۔ مولانا صاحب نے رشتہ داری کے حق کو ملحوظ رکھتے ہوئے مطلوبہ رقم دیدی اور ساتھ ہی نصیحت فرمائی کہ دیکھو میاں وارث! اس رقم کو کسی بے جا اور ناجائز کام میں خرچ مت کرنا۔

وارث علی خاں نے نصیحت پر عمل کرنے کا اقرار کیا اور چلے گئے مگر دات کو حضرت کی نصیحت فراموش کردی۔ گھر سے نکلے اور ایک طوائف کے مکان پر جاکر گانا سننے کا ارادہ کیا مگر ہوا یہ کہ جب اسی طوائف کے مکان پر پہنچے اور زینہ پر چڑھنا شروع کیا تو دیکھا کہ زینہ پر مولانا صاحب کا عصا اور چھڑی رکھی ہوئی ہے۔ الٹے پیروں واپس ہوئے اور دوسرے کوٹھے کا رخ کیا تو وہاں بھی یہی حال دیکھا۔ پھر تیسرے گھر پر پہنچے تو وہاں بھی راستہ میں مولانا صاحب کا عصا اور چھڑی رکھی ہوئی دیکھی۔ آخر شرمندہ و شرمسار ہوکر واپس آئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے ارادۂ بد پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے سچے دل سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلی۔

اللہ کی سزا کافی ہے

مولانا رضا علی خاںؒ کی یہ کرامت بھی تذکروں میں پائی جاتی ہے کہ بریلی کا ایک اوباش برہمن کسی مسلمان لڑکے کو پریشان کیا کرتا تھا۔ ایک دن برہمن نے لڑکے کو بہت پریشان کیا اور وہ بھاگتا ہوا اتفاق سے حضرت کے گھر میں گھس آیا۔ محلہ کے دو مسلمانوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ برہمن کی تلاش میں نکلے اور انہوں نے دیکھا کہ برہمن لڑکے کا پیچھا کرتا ہوا مولانا صاحب کے قریب پہنچکر تلوار سے حملہ کر رہا ہے اور مولانا صاحب اس بچے کو بچانے میں مصروف ہیں اور اس بچانے میں آپ کے معمولی چوٹ بھی آئی ہے۔ دونوں مسلمانوں نے برہمن کی خوب مرمت کی اور چاہتے تھے کہ اسے ختم کردیں مگر مولانا صاحب نے فرمایا "اسے چھوڑدو اور مت مارو اس کے لئے اللہ کی سزا کافی ہے" مسلمانوں نے چھوڑ دیا مگر چند ہی دن کے بعد دیکھا گیا کہ وہ برہمن گندی نالیوں کا پانی پیتا ہوا پھر رہا ہے۔ جب تک زندہ رہا اسی طرح نالیوں کا گندہ پانی پیتا رہا اور خستہ و خراب مارا مارا پھرتا رہا۔

گورے اندھے ہوگئے

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (غدر) میں انگریزوں نے مسلمانوں پر جو دردناک مظالم ڈھائے تھے،

ان کے ذکر سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ اس جنگ کا آغاز ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ سے ہوا تھا اور پورے ہندوستان میں ایک غدر کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ انگریزوں نے جب تسلط قائم کر لیا تو مسلمانوں کو گھروں سے پکڑ پکڑ کر نشانہ ستم بنایا۔ شہروں میں شارع عام پر پھانسیاں لٹکا دی تھیں اور مسلمانوں کو گرفتار کر کے تختۂ دار پر چڑھایا جا رہا تھا۔ مولانا رضا علی خان صاحب اس زمانہ میں بریلی کے محلہ ذخیرہ میں قیام فرما تھے۔ شہر کے بڑے بڑے با اثر لوگوں نے گھروں کو خیرباد کہہ دیا تھا اور دیہاتوں میں جا کر روپوش ہو گئے۔ مولانا صاحب نے باوجود لوگوں کے اصرار کے بریلی نہیں چھوڑی اور گھر سے پانچوں وقت مسجد میں جا کر اذان دینے اور نماز پڑھنے کا سلسلہ قائم رکھا۔ ایک دن جبکہ مولانا صاحب مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ گوروں کی پلٹن مسجد کے سامنے سے گذری اور کچھ فوجی مسجد کے اندر گھس آئے تاکہ مسجد میں جو ملے اسے ماریں اور ختم کریں۔ وہ مسجد میں چاروں طرف گھوم پھر کر تلاش کرتے رہے مگر انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ باہر نکل کر ساتھیوں سے کہنے لگے کہ مسجد خالی پڑی اور کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ حالانکہ مولانا صاحب ان کے سامنے صحن میں رونق افروز تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا اور وہ حضرت کو نہیں دیکھ سکے۔

خطبۂ علمی کی مقبولیت

ناموَر عالم مولانا محمد حسن صاحب علمی سے کون واقف نہیں ہے۔ خطبۂ علمی آپ ہی کی تصنیف ہے اور جس کی عام مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج تک پاک و ہند کے اکثر شہروں اور دیہاتوں کی مسجدوں میں جمعہ کے دن پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ وہ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب ہی کے شاگرد رشید تھے اور آپ ہی کی خدمت میں رہ کر جملہ علوم اسلامیہ حاصل کئے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب مولانا محمد حسن صاحب نے اس خطبہ کو تالیف کیا تو جمعہ کے دن ہی اس کی تالیف کا آغاز کیا۔ صرف جمعہ ہی کے دن لکھتے تھے اور جمعہ ہی کے دن اس کا اختتام فرمایا۔ جب خطبہ کی تالیف سے فارغ ہوئے تو ایک دن جمعہ کی صبح کو یہ مجموعہ استاد محترم کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا رضا علی خان صاحب نے اول سے آخر تک پڑھا، بہت خوش ہوئے۔ اور شاگرد رشید اور مرید صادق کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور خطبہ کی قبولیت کے لئے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبول عطا فرمایا اور خطبۂ علمی آج تک عقیدت سے لاکھوں مسجدوں میں پڑھا جاتا ہے اور اب

تک لاکھوں کی تعداد میں پاک و ہند کے مختلف مطابع سے چھپ چکا ہے۔ اس کے حقوق عام ہیں جس کا دل چاہے چھاپے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ جیسا مولانا محمد حسن صاحب نے تالیف فرمایا تھا ویسا ہی آج تک چھپ رہا ہے اور اس میں کسی کو ترمیم و تنسیخ یا اضافہ کی ہمت نہیں ہو سکی۔

اس خطبہ کے آخر میں حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ نے اپنے استاد محترم کا جس عقیدت سے ذکر کیا ہے وہ آج بھی خطبہ کا ایک لازمی حصہ ہے۔ کیا لکھا اور کس عقیدت سے لکھا، ملاحظہ کریں:

"اس مؤلف عاصی محمد حسن عفی عنہ کو امیدواری جناب باری عز اسمہٗ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب بہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم کے ہم سب مومنین بعفو جرائم وعصیان وفیضان توفیق واحسان کے عزت بخشے اور ہمارے مرشد و مولیٰ عالم علم ربانی مقبول بارگاہ سبحانی مخزن اسرار معقول و منقول کاشف استار فروع و اصول مطلع العلوم مجمع الفہوم عالم باعمل فاضل بے بدل منبع الاخلاق منہل الاشفاق مصدر احسان مظہر امتنان مولانا و مخدومنا یگانہ زماں مولوی رضا علی خاں کو بیچ دونوں جہاں کے رحمت خاصہ میں رکھے اور اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچائے۔ آمین یارب العلمین۔"

تاریخ کی دوسری وضاحت

مولانا ظفر الدین بہاری اپنی کتاب حیات اعلیٰ حضرت میں لکھتے ہیں کہ عالی جاہ شجاعت جنگ سعید اللہ خاں صاحب محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ میں قندھار سے دہلی آئے تھے منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے اور شاہ دہلی کی جانب سے کئی گاؤں ریاست رامپور کے زیر یں علاقے میں معافی دائمی پر عنایت کئے گئے ان کا ایک شیش محل لاہور میں بھی تھا جس کے نشانات ابھی تک قائم ہیں شجاعت جنگ سعید اللہ خاں کے صاحبزادے سعادت یار خاں محمد شاہ بادشاہ کے وزیر دولت تھے اور سلطان نے ان کو ضلع بدایوں میں متعدد مواضعات مع ساقی عطا فرمائے تھے جو اب تک ان کی اولاد میں چلے آرہے ہیں۔ سعادت یار خاں کے تین فرزند تھے۔ بڑے فرزند کا نام محمد اعظم خاں تھا اور یہی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مورث اعلیٰ ہیں اور عہدہ وزارت سے مستعفی ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔

محمد شاہ بادشاہ

سلطان محمد شاہ جن کا لقب روشن اختر تھا، وہ بہادر شاہ اوّل کے پوتے تھے اور خجستہ اختر

کے فرزند تھے۔ ایک مدت سے قید میں پڑے ہوئے تھے اور سلیم گڑھ کے قلعہ میں اپنی والدہ قدسیہ بیگم کے ساتھ مصائب برداشت کر رہے تھے۔ سیدوں نے جب ان کو تخت نشین کرنا چاہا تو قدسیہ بیگم نے ان سے کہا کہ اس یتیم کو تخت پر بیٹھا کر قتل مت کراؤ مگر سیدوں نے قدسیہ بیگم کو راضی کر لیا اور محمد شاہ روشن اختر کے لقب کے ساتھ تخت نشین کر دیئے گئے۔ ۱۱۳۱ھ کا واقعہ ہے۔ سید حسین اور سید عبد اللہ ان دو آدمیوں نے دہلی اور پورے ہندوستان کی حکومت کو اپنے جوڑ توڑ کا شکار بنا رکھا تھا۔ جسے چاہتے تھے تخت پر بیٹھلاتے تھے اور جسے چاہتے تھے اسے تخت سے معزول کر دیتے تھے۔ محمد شاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد قدسیہ بیگم نے سوجھ بوجھ سے کام لیا اور مالوہ کے گورنر نظام الملک قلیچ خان کو حالات سے آگاہ کرتی رہیں۔ نظام الملک نے مالوہ میں فوجی قوت کو منظم کیا تا کہ سیدوں کے ہاتھوں ملک کو نجات ملے۔ نظام الملک نے بڑی ترکیب سے سیدوں کے زور کو توڑا، بہت سے لوگوں کو موت کی نیند سلایا۔ سید عبد اللہ دہلی تھے۔ سید حسین محمد شاہ اور قدسیہ بیگم کو ساتھ لیکر نظام الملک سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے مگر راستہ میں کسی نے ان کا کام تمام کر دیا۔ محمد شاہ نے نظام الملک کے ہمراہ دہلی جا کر سید عبد اللہ کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ جہاں وہ چند روز کے بعد فوت ہو گئے۔

محمد شاہ نے نظام الملک کو وزارت عظمیٰ پر فائز کیا مگر تھوڑے دن بعد نظام الملک اور محمد شاہ کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور نظام الملک نے دکن میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور مرہٹوں کے ساتھ مل کر دہلی پر حملہ کرنا چاہا۔ مرہٹے دکن سے چلے مگر دہلی کے قریب پہنچ کر رک گئے اور حملہ کی ہمت نہ ہوئی۔ نظام الملک مرہٹوں کے ساز باز کو بڑی جلدی سمجھ گئے اور ان کے خطرے سے آگاہ ہو کر محمد شاہ سے صلح کر لی۔

نادر شاہ کا حملہ

نادر شاہ کی ابتدائی زندگی ایک لٹیرے سپاہی کی زندگی تھی۔ اس نے بڑی ترکیب سے ایران کا تخت حاصل کر لیا تھا اور چاہتا تھا کہ ایرانیوں کے جو دشمن دہلی اور کابل میں روپوش ہیں ان کو محمد شاہ اپنے یہاں سے نکال دیں۔ نادر شاہ نے محمد شاہ کو کئی مرتبہ لکھا مگر محمد شاہ نے پرواہ نہیں کی۔ آخر نادر شاہ نے غصہ میں آکر قندھار اور کابل پر قبضہ کر لیا اور ۱۱۵۱ھ میں جلال آباد اور پشاور کو لوٹتا ہوا دہلی کی طرف چل دیا۔ راستہ میں محمد شاہ کی فوج سے مقابلہ ہوا مگر نادر شاہ کی

فوج غالب آئی۔ محمد شاہ نے دو کروڑ کے نذرانہ پر صلح کر لی۔ نادر شاہ دہلی آیا تو محمد شاہ نے اسکا استقبال کیا مگر آصف جاہ نے نادر شاہ کو ایسی الٹی پٹی پڑھائی کہ نادر شاہ نے محمد شاہ اور بیگمات کو خیمہ میں بند کر دیا۔ دہلی کے عوام کو یہ حرکت نا پسند آئی اور انہوں نے ایرانیوں پر حملہ شروع کر دیئے۔ نادر شاہ نے اس کے بعد عام لوٹ مار اور قتل و غارت کا حکم دے دیا اور دہلی لٹنے لگی اور راستے لاشوں سے پٹنے لگے۔ محمد شاہ سے ضبط نہیں ہو سکا وہ خیمہ سے نکل کر نادر شاہ کے پاس پہنچے اور اللہ رسول کا واسطہ دے کر معافی چاہی۔ نادر شاہ نے قتل عام روک دیا۔ اس قتل عام میں ایک ہزار ایرانی اور ڈیڑھ لاکھ دہلی والے مارے گئے شہر تباہ ہو گیا اور خواتین کی عصمتیں ایرانیوں نے دل کھول کر لوٹیں۔ محمد شاہ بے دست و پا ہو چکے تھے انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی نادر شاہ کے بیٹے نصراللہ سے کر دی اور دریائے سندھ کے پار کا علاقہ نادر شاہ کو دیدیا۔ نادر شاہ اٹھاون دن کے بعد جب دہلی سے گیا تو بتیس کروڑ کے جواہرات، نقد رقم اور تخت طاؤس اپنے ساتھ لے گیا۔ محمد شاہ کے دور میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے جنوبی ہند میں بہت بڑی طاقت پیدا کر لی تھی مگر مغل بادشاہ انکی سرکوبی سے مجبور تھے۔

محمد شاہ کی وفات

محمد شاہ بادشاہ نے ۱۱۶۱ھ میں وفات پائی اور دہلی کے تخت پر ان کے فرزند احمد شاہ بیٹھے۔ یہ عشرت پسند عیش طلب تھے حکومت امراء اور وزیروں کے سہارے چل رہی تھی صفدر جنگ نے اودھ میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور جاٹوں کے ذریعہ دہلی کی مرکزی حکومت کو بہت نقصان پہنچایا۔ اسی طرح صفدر جنگ کے مرنے کے بعد جب انکا بیٹا شجاع الدولہ اودھ میں برسر اقتدار آیا تو اس نے بھی مغل حکومت کو ختم کرنے اور افغانوں کی قوت کو توڑنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ یہاں تک کہ روہیلوں کی حکومت روہیل کھنڈ سے رخصت ہو گئی اور روہیلوں کے فرمانروا حافظ رحمت خاں نے جام شہادت نوش کیا۔ احمد شاہ نے ۶ سال حکومت کی اور آخر میں اندھا کر کے مخالفین نے قید میں ڈال دیا۔ ملک کی حالت یہ تھی کہ کچھ صوبے مرہٹوں کے قبضہ میں تھے۔ کچھ پر روہیلے قابض تھے اور کچھ نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ احمد شاہ کے دور میں بھی انگریزوں اور فرانسیسیوں نے ملک اور اسکے اطراف میں کافی زور پکڑ لیا تھا۔ روہیلوں کی حکومت اور ان کے تاریخی حالات کتاب کے آخر میں پڑھیں۔

اعلیٰ حضرت کے والد کے حالات

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا نقی علی خاں صاحب ہے

تذکرہ علمائے ہند فارسی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ میں اس کے مؤلف مولوی رحمان علی نے ان کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"مولوی نقی علی خاں بریلوی ابن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیل کھنڈ یکم رجب سنہ ۱۲۴۶ھ میں بمقام بریلی پیدا ہوئے۔ جملہ علوم درسیہ اپنے والد ماجد سے حاصل کئے اور سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔ ذہن ثاقب اور رائے صائب رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو معاش و معاد دونوں میں ممتاز اقران بنایا تھا۔ علاوہ شجاعت جبلی کے وہ صفت سخاوت، تواضع اور استغنا سے موصوف تھے۔ انہوں نے اپنی پوری عمر اشاعت سنت اور ازالہ بدعت میں صرف فرمائی۔ مسئلہ امتناع نظیر میں ایک دینی مناظرہ کا اعلان کیا اور ایک رسالہ "ذات البین" کے نام سے ۲۶ شعبان سنہ ۱۲۹۳ھ میں شائع فرمایا۔

مسئلہ امتناع نظیر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں انہوں نے بڑی زبردست کوشش فرمائی اور مخالفین کا مدلل رد کیا۔ اس کا مفصل بیان رسالہ تنبیہ الجہال میں شائع ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۲۹۴ھ میں آپ نے مارہرہ مطہرہ میں حاضر ہو کر حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز سے شرف بیعت حاصل کیا۔ جملہ سلاسل میں اجازت خلافت حاصل کی اور سند حدیث سے بھی ممتاز کئے گئے۔

سنہ ۱۲۹۵ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت حرمین طیبین کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں علمائے حرمین خصوصاً حضرت سیدی زین دحلان اور دیگر علمائے کرام سے سند حدیث حاصل فرمائی اور یہیں ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور حیات شیریں جاں آفریں کے حوالہ اور سپرد فرمائی اور روضۂ رضوان میں آرام و سکون حاصل فرمایا۔"

اعلیٰ حضرت کا بیان

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ نے بھی اپنے والد ماجد کے حالات اپنے مؤلفہ رسالہ "جواہر البیان" مطبوعہ حسنی پریس بریلی میں تحریر فرمائے ہیں اور ولادت سے وفات تک کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے، ہم یہاں اختصار سے درج کر رہے ہیں۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کی تحریر علمانہ اور ادق ہے اس لئے عام فہم زبان میں نقل کر رہے ہیں :-

"میرے والد ماجد فضائل مآب تاج العلماء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب ۳۰ جمادی الآخر

بایکم رجب ۱۲۴۶ھ میں رونق افزائے دار دنیا ہوئے اور اپنے والد عارف باللہ صاحب کرامت و کمالات حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب روح اللہ مرقدہٗ سے اکتساب علوم کیا اور بحمد اللہ علم کے بلند منصب پر فائز ہوئے۔ علم و عمل، فکر و نظر اور رائے و فہم میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ فراست صادقہ کا یہ حال تھا کہ جس معاملہ میں جو فرما دیا وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش و معاد کا بدرجہ کمال اجتماع بہت کم سنا مگر یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ اس کے سخاوت، شجاعت، علو ہمت، کرم و مروت، صدقات خفیہ، مبرات جلیہ، بلند اقبال، دبدبہ و جلال، موالات فقراء، امر دینی میں عدم مبالات، اغنیاء اور حکام سے کنارہ کشی، رزق موروث پر قناعت، یہ وہ فضائل جلیلہ اور خصائل جمیلہ ہیں جن کو وہی جانتا ہے جس نے ان کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے۔ ع این نہ بحریست کہ در کوزہ تحریر آید۔

اس سے آگے اعلیٰ حضرت ان کے عشق رسول کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا نقی علی خاں صاحب عشق رسول اور حب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرمایۂ حیات سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنی تمام زندگی ان غلط عقائد و خیالات کی تردید میں گذار دی جن کی موجودگی اور اشاعت سے ذات رسالت مآب اور آپ کے فضائل و مراتب کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کا پہلو نکلتا تھا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے اس ذات گرامی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور خدمت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء پر سختی و شدت ان کا مقصود حیات تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بارعب ہمت اور طنطنہ صورت نے اس شہر کو فتنۂ مخالفین سے پاک کر دیا اور کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے اور آنکھ ملائے اور جب انہوں نے سنہ ۱۲۹۲ھ میں (مسئلہ امتناع نظیر) میں دینی مناظرہ کا اعلان کیا تو کسی کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ تمام علمائے ہند نے ان کی تائید کی اور یہ فتنہ سارے ہندوستان سے ایسا غائب ہوا کہ پھر پتہ نہ چلا۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت روز ازل سے ان کو ودیعت ہوئی تھی اور جس کی تھوڑی بہت تفصیل ان کی مطبوعہ کتب مثلاً "تنبیہ الجہال۔ الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح۔ وسیلۃ النجات۔ سرور القلوب فی ذکر المحبوب مطبوعہ نول کشور سے واضح ہوتی ہے۔

غرض ان کی پوری عمر خدمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے گذری۔ ۳۰ جمادی الآخر ۱۲۹۷ھ

میں انہوں نے آقائے نعمت، سید الکاملین امام زمانہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جمیع سلاسل میں اجازت و خلافت اور سند حدیث حاصل کی۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرفیاب ہوا۔

۲۶ شوال ۱۲۹۵ھ کو باوجود شدت علالت و ضعف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کے سبب کہ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ (رواہ البخاری) عزم زیارت و حج مصمم فرمایا۔ یہ غلام اور چند اصحاب و خدام ہمرکاب تھے۔ ہرچند احباب نے عرض کیا کہ علالت کی وجہ سے آئندہ سال پر ملتوی کر دیجئے مگر آپ نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے قصد سے دروازے سے باہر قدم رکھوں۔ پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد متبرکہ میں کسی بات میں کمی نہ آئی۔ مکہ معظمہ میں حضرت اجل العلماء حضرت سیدنا احمد زینی دحلان اور دیگر علمائے مکہ معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی"۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ اپنے والد ماجد کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں کہ:۔

"۳۰ ذیقعدہ روز پنجشنبہ (جمعرات) وقت ظہر ۱۲۹۷ھ میں اکاون سال پانچ ماہ کی عمر میں بعارضہ اسہال دموی شہادت پاکر شب جمعہ میں اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے کنار میں جگہ پائی۔ فجر کی نماز ادا فرما چکے تھے اور ظہر میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ حالت نزع میں حاضرین دیکھ رہے تھے کہ آنکھیں بند کئے سلام متواتر ادا فرما رہے تھے۔ چند سانس باقی تھے کہ آپ نے تیمم فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور عالم بیہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پرفتوح نے جدائی فرمائی فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پہ چمکا اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔

والد ماجد کے انتقال کے حالات میں اعلیٰ حضرت مزید وضاحت کرتے ہوئے انتقال سے قبل اور بعد کے حالات کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"پچھلا کلمہ جو آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلا وہ لفظ "اللہ" تھا اور آخری تحریر جو دست مبارک سے تحریر فرمائی تھی وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی اور انتقال سے دو روز پہلے لکھی تھی۔ فقیر نے حضرت پیرومرشد کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت والد صاحب کے مرقد

پر تشریف لائے ہیں۔ غلام نے عرض کیا کہ حضور یہاں کہاں ۔۔ ؟ فرمایا۔ "هٰذَا اَمْعَنَا یعنی آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے"۔

اعلیٰ حضرت نے والد ماجد کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات میں متعدد عربی کے جملہ ارشاد فرمائے ہیں اور جن کو ہم ناظرین کی معلومات میں اضافہ کی غرض سے یہاں درج کر رہے ہیں۔ سجعات تو بہت ہیں مگر چند ہی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ جَاءَ وَلِیٌّ نَقِیُّ الثِّیَابِ عَلِیُّ الشَّانِ (۱۲۴۶ھ) قَالَ تَعَالٰی وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ (۱۲۴۶ھ) فِی بُرُوْجِ الشَّرَفِ (۱۲۴۶ھ) اَمِیْنُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا (۱۲۹۷ھ) عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلْعَالِمُ اَمِیْنُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ" (۱۲۹۷ھ) اِنَّ مَوْتَ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ (۱۲۹۷ھ) صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی "عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ" (۱۲۹۷ھ)

حکیم واصل خاں دہلوی

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے دادا مولانا رضا علی خاں صاحب کے حقیقی بھائی کا نام حکیم محمد تقی علی خاں تھا۔ یہ موصوف فن طب میں خاص مہارت رکھتے تھے اور مہاراجہ جے پور کے یہاں طبیب خاص تھے اور رئیس الحکماء کے لقب سے مشہور و معروف تھے۔ رئیس الحکماء کی شادی دہلی کے نامور طبیب حکیم محمد واصل خاں صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن سے کئی اولادیں ہوئیں مگر سب سے زیادہ شہرت حکیم ہادی علی خاں نے حاصل کی جن کی شادی ریاست ٹونک میں عبد العلیم خاں کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ حکیم ہادی علی خاں بڑے پایہ کے طبیب تھے۔ والیان ریاست میں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ رام پور میں عرصہ تک طبیب خاص کے عہدہ پر فائز رہے۔ فن طب میں آپ کی تالیفات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت کی رسم بسم اللہ

اعلیٰ حضرت کے دادا صاحب ہی نے اعلیٰ حضرت کا عقیقہ مسنونہ کیا تھا اور ان ہی کے زیر عاطفت اعلیٰ حضرت کی پرورش اور تربیت ہوئی۔ پھر ان ہی حضرت کی موجودگی میں رسم بسم اللہ کی تقریب سعید منعقد ہوئی۔ دادا صاحب اگرچہ خود بھی بسم اللہ پڑھا سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے دوستوں میں سے ایک ایسے بزرگ کو منتخب کیا جو اپنی بندگی

علم اور تقویٰ میں ممتاز تھے۔ مولوی صاحب موصوف تشریف لائے اور انہوں نے قاعدہ قدیمہ کے مطابق اعلیٰ حضرت کو پہلے پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائی اس کے بعد الف، ب ت ث پڑھاتے چلے گئے اور اعلیٰ حضرت پڑھتے چلے گئے مگر لام الف پڑھنے کی جب نوبت آئی تو اعلیٰ حضرت رک گئے۔

لام الف کا دلچسپ واقعہ

کہتے ہیں کہ استاذ محترم نے کئی مرتبہ اعلیٰ حضرت سے کہا کہ آپ لام الف پڑھئے مگر اعلیٰ حضرت خاموش ہی رہے اور جب استاد کا اصرار زیادہ ہوا تو آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں ہی پڑھ چکا ہوں۔ الف بھی پڑھ چکا ہوں اور لام بھی پڑھ چکا ہوں۔ آپ دوبارہ کیوں پڑھا رہے ہیں؟ دادا صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ بیٹا! استاد کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیئے۔ اعلیٰ حضرت نے دادا صاحب کے فرمانے کے بعد لام الف پڑھ دیا مگر بڑی معنی خیز نگاہوں سے اپنے دادا صاحب کی طرف دیکھا، گویا کہہ رہے ہیں کہ میں نے حکم کی تعمیل تو کردی مگر جو خلش تھی وہ باقی ہے اور رفع نہیں ہوئی۔ حضرت دادا صاحب نے فراست ایمانی سے اعلیٰ حضرت کی خلش معلوم کرلی اور سوچا کہ بچے کو تشویش یہ ہے کہ یہ تو مفرد حروف کا بیان ہے پھر اس میں یہ مرکب لفظ کیسے آگیا جبکہ لام اور الف دونوں پڑھے جا چکے ہیں۔؟

دادا صاحب اعلیٰ حضرت کی فطری صلاحیت اور ہونہاری کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور پوتے کی اس ذہنی خلش کو رفع کرنے کی غرض سے ارشاد فرمایا۔ بیٹا! تم جو خیال کر رہے ہو وہی درست ہے، بات یہ ہے کہ شروع میں جس کو تم نے الف پڑھا تھا وہ حقیقت میں ہمزہ ہے اور یہ حقیقتاً الف ہے۔ چونکہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن ہے اس لئے ایک حرف یعنی لام اول میں لاکر الف کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ آپ کا فرمانا بجا ہے مگر اس کے لئے شروع کے کسی حرف کو بھی لے سکتے تھے اتنی دور آگے چل کر لام کو اس مقصد کے لئے کیوں چنا گیا۔

جد امجد نے جوش محبت میں گلے سے لگا لیا، ذہن سلیم کے لئے دل ہی دل میں داد دی اور دعائیں کیں اور پوتے صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ لام اور الف میں صورۃً اور سیرۃً خاص مناسبت پائی جاتی ہے۔ لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے اور سیرۃً یہ کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے گویا یہ اس کے بیچ میں ہے اور وہ اس کے

زیبج ہیں ہے۔ اس واقعہ پر غور کرنے سے یہ حقیقت پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو علمی مراتب و کمالات کے لئے چن لیا تھا۔ ان کے جد امجد بھی اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے۔ اسی لئے حضرت موصوف نے نہ صرف پوتے کی ذہنی خلش کو دور فرمایا بلکہ اسرار و حقائق کے دریافت و ادراک کی ہزاروں صلاحیتوں سے پوتے کو ایسا نوازا کہ آگے چل کر علمائے اسلام نے ان کے علم و نظر اور فکر و فہم کا اعتراف کیا۔

فرشتہ صفت اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت اپنے زمانہ تعلیم کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں جن صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا جب وہ مجھے سبق پڑھا دیا کرتے تھے تو میں دو ایک مرتبہ پڑھکر کتاب بند کر دیا کرتا تھا۔ اس کے بعد جب مولوی صاحب سبق سنتے تھے تو میں حرف بحرف ان کو سنا دیا کرتا تھا وہ روزانہ میری یہ حالت دیکھکر سخت تعجب کیا کرتے تھے۔ آخر ایک دن مجھ سے فرمانے لگے۔ احمد میاں! یہ تو بتاؤ کہ تم آدمی ہو یا فرشتہ مجھے پڑھانے میں دیر لگتی ہے اور تم کو یاد کرنے میں دیر نہیں لگتی ہے۔

ابتدائی علوم سے فراغت

اعلیٰ حضرت نے ابتدائی علوم میں صرف و نحو کی کتابیں مولوی مرزا غلام قادر بیگ صاحب مرحوم سے پڑھی تھیں۔ وہ بڑی شفقت سے اعلیٰ حضرت کو پڑھاتے تھے اور عام شاگردوں کے برخلاف اعلیٰ حضرت کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ جب اپنے وقت مقررہ پر پڑھانے کے لئے تشریف لاتے تھے تو اعلیٰ حضرت ان کا بڑے ادب و احترام سے استقبال کرتے تھے اور ان کی نشست گاہ کو ان کے آنے سے پہلے درست کر دیا کرتے تھے۔ مولوی غلام قادر بیگ صاحب جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کو پڑھاتے تھے اس وقت اُن کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ سفید عمامہ اور سفید انگرکھے میں ملبوس اور سفید نورانی داڑھی۔ جدھر سے جاتے لوگ ہاتھ باندھ کر سلام کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو حصول علم کا فطری ذوق بخشا تھا۔ دس سال کی عمر میں درس نظامی کی جملہ ابتدائی کتابیں ذہن نشین کرلیں۔ اور مولوی صاحب مرحوم نے اعلیٰ حضرت سے فرمادیا

کہ اب آپ اس سے آگے کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کے والد صاحب سے درخواست کی کہ اب وہ دینیات کی تکمیل کے لئے صاحبزادے صاحب کو اپنے درس میں جگہ دیں۔ روایت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے یہ اُستاد اعلیٰ حضرت پر جان چھڑکتے تھے اور جب کچھ عرصہ کے لئے کلکتہ چلے گئے تو وہاں سے بھی لائق شاگرد کو یاد کرتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب تجلی الیقین آپ ہی کی فرمائش پر تصنیف فرمائی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے مولوی صاحب کو لمبی عمر سے نوازا تھا۔ اعلیٰ حضرت مسند علوم وارشاد پر فائز ہونے کے بعد بھی اپنے استاد کا شاگردوں کی طرح احترام کرتے تھے۔ ان کی ہر بات مانتے اور ان کی ہر سفارش کو قبول فرماتے تھے۔ بریلی جامع مسجد کے قریب مکان تھا۔ بریلی کے مشہور طبیب مرزا عبد العزیز بیگ مولوی صاحب ..... مرحوم کے فرزند تھے۔

رام پور میں تعلیم

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے کچھ عرصہ رام پور میں رہ کر بھی تعلیم حاصل کی ہے اور اس سلسلہ میں صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ رام پور میں مولانا عبد العلی صاحب مرحوم علم ہیئیات کے مشہور عالم تھے۔ اعلیٰ حضرت ابتدائی علوم سے فارغ ہو کر شرح چغمنی پڑھنے ان کی خدمت میں گئے تھے اور چند مشکل ترین اسباق کو مولانا صاحب سے پڑھا تھا۔

دینیات کی تکمیل

عربی کی ابتدائی کتب اور قواعد صرف ونحو کے علوم سے فارغ ہونیکے بعد اعلیٰ حضرت اپنے والد کی درس گاہ میں داخل ہوئے اور علوم فقہ، حدیث وتفسیر کی ان سے تکمیل فرمائی۔ ۱۳ سال دس مہینہ کی عمر میں آپ ۱۲۸۶ھ میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ دستار فضیلت اور درسیات سے فراغت کی تاریخ لفظ تعویذ اور لفظ غفور سے نکلتی ہے۔ مولوی رحمان علی صاحب تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ لکھنؤ میں رقم طراز ہیں کہ:-

"مولوی احمد رضا خاں بریلوی سلمہٗ اللہ تعالےٰ ابن مولوی نقی علی خاں ابن مولوی رضا علی خاں متوطن بریلی روہیل کھنڈ دہم شوال ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ پڑھ لیا۔ اور ۶ سال کی عمر میں آپ نے ماہ ربیع الاول شریف

یہ منبر پر میلاد شریف پڑھا۔ تمام علوم درسیہ معقول و منقول اپنے والد سے حاصل کر گئے ۱۴ ماہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سند فراغت حاصل کی اور پھر اسی دن ایک مسئلہ رضاعت کا جواب لکھ کر والد صاحب کی خدمت میں پیش کیا جسے والد صاحب دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اسی دن سے فتویٰ نویسی کی خدمت آپ کے سپرد کر دی اسکے ۸ برس کے بعد مارہرہ مطہرہ میں حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آلِ رسول صاحب سے شرف بیعت حاصل کیا۔ جمیع سلسلوں میں تصوف کے اجازت و خلافت حاصل کی اور پیر و مرشد سے سند حدیث حاصل کی۔"

ذوقِ علم

اعلیٰ حضرت کی بہن صاحبہ فرماتی تھیں کہ اعلیٰ حضرت کے ذوق حصول علم کا یہ حال تھا کہ آپ چاہتے تھے کہ کوئی دن پڑھنے کا ناغہ نہ ہو چنانچہ جمعہ کے دن بھی آپ کی خواہش رہتی تھی کہ میں پڑھنے جاؤں مگر والد ماجد نے آپ کو جمعہ کے دن پڑھنے کے لئے جانے سے منع کر دیا تھا چنانچہ آپ نے جمعہ کا دن صرف نماز و عبادت کا دن خیال کر کے پڑھنے کے لئے جانے کی خواہش ترک کر دی تھی۔

مولوی احسان حسین صاحب علیہ الرحمۃ جو بریلی جامع مسجد میں بعد ظہر حدیث کا درس دیا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ میں ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا ہم سبق رہا ہوں۔ ان کی ذہانت اور ذوق علم کا یہ حال تھا کہ انہوں نے استاد صاحب سے کبھی پوری کتاب نہیں پڑھی بلکہ چوتھائی یا آدھی کتاب پڑھ کر پوری کتاب خود ہی سمجھ لیا کرتے تھے اور یاد کر کے استاد کو سنا دیا کرتے تھے مولوی صاحب علیہ الرحمۃ ہمیشہ اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کا اعتراف کرتے رہتے تھے۔

حفظ قرآن

اعلیٰ حضرت قبلہ حافظ قرآن نہیں تھے مگر اس کے باوجود بہت سے لوگ آپ کے نام کے نام ساتھ جہاں دوسرے القاب و اعزاز لکھتے تھے حافظ بھی لکھ دیا کرتے تھے۔ آپ نے لوگوں کے اس لکھنے کو بہت محسوس کیا اور ایک روز عشاء کی نماز کے بعد سے دور شروع کر دیا اور روزانہ ایک پارہ یاد فرمایا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے خود اس سلسلہ میں ارشاد

فرمایا کہ "بعض ناواقف حضرات مجھے حافظ لکھ دیتے ہیں حالانکہ میں اس لفظ کا اہل نہیں ہوں ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا ایک رکوع مجھے پڑھ کر سنا دیں تو دوبارہ میں ان کو سنا سکتا ہوں، بس ایک ترتیب ہے جو ذہن نشین کر لیتا ہے — ایک دن ارشاد فرمایا۔ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ اس لئے کہ بندگان خدا کا کہا غلط ثابت نہ ہو۔"

قوّت حافظہ

اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو حافظہ کی بہت بڑی قوت عطا فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ جس کتاب کو آپ دیکھ لیتے اس کے سیاق و سباق کو ہمیشہ کے لئے دماغ محفوظ کر لیتا تھا۔ ایک وقت میں کئی کئی حضرات کو جوابات لکھواتے اور یہ یاد رہتا کہ کس کو کیا لکھایا تھا ایک مرتبہ تیس خط خدمت میں آئے سبھی میں مسائل کا جواب دریافت کیا گیا تھا۔ چونکہ مزاج ناساز تھا اور خود لکھنے سے احتیاط کرنا پڑ رہی تھی اس لئے جو حضرات علمائے کرام مثلاً حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب حضرت مولانا امجد علی صاحب انصاری مؤلف بہار شریعت آپ کی خدمت میں حاضر تھے ان کو سب خطوط دیدیئے۔ انہوں نے پڑھکر سنائے اور آپ نے اسی مجلس میں سب کا جواب لکھا دیا — مزید یہ کہ درمیان میں اہل مجلس کے سوالات کا جواب بھی دیتے جاتے تھے اور جواب بھی لکھواتے جاتے تھے۔ حافظہ کا عالم یہ تھا کہ ہر مسئلہ کے جواب کے ساتھ کتاب اور سطر کا حوالہ بھی ارشاد فرماتے جاتے تھے۔ تحریر میں اعلیٰ حضرت اتنے تیز رقم واقع ہوئے تھے کہ ایک دن کے لکھے ہوئے کو نقل کرنے میں کئی شخصوں کو دشواری کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔

دو جلدیں یاد کرلیں

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کو فتاویٰ الحامدیہ کی ضرورت پیش آئی۔ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں اگرچہ بے شمار کتابیں قدیم و جدید موجود تھیں۔ مگر یہ کتاب نہیں تھی۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کتاب پہلی بھیت میں حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ بریلی سے پیلی بھیت آئے۔ محدث سورتی کے ... تعلق

مدرستہ الحدیث میں قیام فرمایا۔ محدث سورتی نے کتاب پیش خدمت کر دی۔ اعلیٰ حضرت دو دن پیلی بھیت میں ٹھہرے اور تیسرے دن جب جانے لگے تو کتاب محدث سورتی کو واپس کر دی۔ محدث صاحب نے فرمایا۔ مولانا! شاید میرا یہ جملہ آپ کو پسند نہیں آیا کہ جب مطالعہ سے فارغ ہو جائیں تو واپس کر دیجئے گا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ارادہ تو یہی تھا کہ کتاب بریلی ساتھ لے جاؤنگا مگر جب کل جانا نہیں ہو سکا تو دو دن میں کتاب پوری دیکھ لی اور اب لے جانے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ محدث صاحب کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو تین ماہ تک تو جہاں کی عبادت کی ضرورت ہو گی فتاوی میں لکھ دیا کروں گا اور مضمون کتاب تو انشاء اللہ عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا ہے۔ کتاب کا پورا نام "عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ" تھا اور مصری چھاپہ میں دو ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایام علالت میں مجھے اعلیٰ حضرت کی عیادت کے لئے حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ بیماری کی وجہ سے آپ تحریر فتاوی کا کام نہیں کر رہے تھے۔ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یہ چند فتوے ہیں ان کا جواب لکھو۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ اعلیٰ حضرت ہر فتوی کا جواب لکھواتے اور پھر ارشاد فرماتے سامنے الماری میں سے کتاب نکال کر فلاں صفحہ کی یہ عبارت جو ان سطروں میں ہے نقل کر دو۔ چنانچہ میں اعلیٰ حضرت کے بتائے ہوئے حوالہ کی سطریں نقل کر دیتا۔ اور حیران ہوتا کہ عبارتوں کے ساتھ سطریں تک آپ کے حافظہ میں محفوظ ہیں۔

بیعتِ طریقت

طریقت و سلوک میں اعلیٰ حضرت نے مارہرہ شریف کے نامور بزرگ حضرت شاہ آل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا تھا۔ شاہ صاحب اپنے دور کے نامور اولیاء اللہ اور شریعت و طریقت کے بہت بڑے عالم اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ اعلیٰ حضرت ۱۲۹۴ھ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہو کر خلافت و اجازت حاصل فرمائی۔ مرشد برحق نے جمیع سلاسل طریقت کی اجازت سے نوازا اور بعد بیعت اپنا ہاتھ سینہ پر رکھ کر نور عرفان و ایقان سے مالا مال کر دیا۔ سند حدیث عطا فرمائی اور آئندہ کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مرید صادق کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت شاہ سید آل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت بیان فرماتے تھے کہ یہ فقیر حقیر ماہ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا اور حضور پُر نور پیر و مرشد سے فیض حاصل کیا۔ اور رجب ۱۲۹۶ھ میں مرشد کامل کا وصال ہوا تو آپ نے وصال سے پہلے مجھے اپنے سجادہ نشین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں کے سپرد فرمایا اور میں نے بعض علوم طریقت حضرت نوری میاں صاحبؒ سے حاصل کئے۔

پہلا حج بیت اللہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا حج بیت اللہ اپنے والد صاحب مولانا محمد نقی علی خان صاحبؒ کے ہمراہ کیا تھا اور ۱۲۹۵ھ میں آپ حرمین شریفین میں حاضر ہوئے تھے۔ اس پہلے مبارک سفر اور حاضری حرمین کے سلسلہ میں تذکرہ علمائے ہند کے مصنف مولوی رحمان علی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے ۱۲۹۵ھ میں اپنے والد ماجد صاحب کے ساتھ زیارت حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً سے شرف افتخار و امتیاز حاصل کیا اور اکابر علمائے حرمین مثلاً حضرت سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے سند حدیث، فقہ، اصول، تفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائی ـــ ایک دن کا واقعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل آپ کے پاس آئے اور بلا تعارف سابق اعلیٰ حضرت کا ہاتھ پکڑ کر حرم شریف سے اپنے دولت خانہ پر لے گئے اور وہاں دیر تک اعلیٰ حضرت کی پیشانی کو پکڑے ہوئے فرماتے رہے۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ فِیْ ھٰذَا الْجَبِیْن۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔ اس کے بعد امام صاحب نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے ہاتھ سے لکھ کر اعلیٰ حضرت کو عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

امام بخاری تک گیارہ واسطے

حضرت شیخ جمل اللیل امام شافعیہ نے صحاح ستہ کی جو سند اعلیٰ حضرت کو عطا فرمائی تھی اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک گیارہ واسطے ہیں

گویا حدیث میں اعلیٰ حضرت کا سلسلہ گیارہ واسطوں سے حضرت امام بخاریؒ سے ملجاتا ہے۔ یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ امام شافعیہ نے اعلیٰ حضرت کو اپنی ایک کتاب جو مناسک حج پر مشتمل ہے عنایت کی۔ اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کا اُردو ترجمہ اور شرح لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کی تو امام صاحب نہایت محظوظ ہوئے اور اعلیٰ حضرت کے علم و نظر کی دیر تک تعریف فرماتے رہے۔

مفتی شافعیہ کے یہاں دعوت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کی سعادت کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں بھی علمائے مدینہ طیبہ کی طرف سے آپ کو خوش آمدید کیا گیا۔ مفتی شافعیہ حضرت مولانا محمد بن محمد بن عرب نے اعلیٰ حضرت کو اپنے دولت خانہ پر دعوت طعام میں مدعو کیا۔ اور بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آئے۔ اسی دعوت کے موقعہ پر علماء مجلس کے درمیان جنت البقیع کے مدفونین کی افضلیت پر بحث شروع ہو گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مدفونین بقیع شریف میں سب سے افضل و اعلیٰ امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ مولانا محمد صاحب کا خیال تھا کہ بقیع شریف میں افضلیت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہیں۔ دونوں جانب سے وقیع دلائل پیش ہوئے۔ یہاں تک کہ آخر میں حضرت مولانا محمد صاحب نے فرمایا۔ دونوں قول اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔ اس کے بعد ہی مسجد نبوی سے اذان عصر کی آواز آئی اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اور سب لوگ مولانا صاحب کے گھر سے مسجد شریف میں نماز عصر کے لئے آ گئے۔

دوسرا حج بیت اللہ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے دوسرا حج بیت اللہ سنہ ۱۳۲۳ھ میں کیا۔ فریضۂ حج اگرچہ آپ اپنے والد ماجد صاحب کے ہمراہ سنہ ۱۲۹۵ھ میں ادا کر چکے تھے۔ جبکہ آپ کی عمر شریف ۲۳ سال کی تھی اور آپ جملہ علوم اسلامیہ میں گہری نظر اور مہارت تامہ رکھتے تھے مگر دیار مصطفےٰ کا تصور کبھی اوجھل نہ ہوتا تھا اور جب بھی کوئی حج بیت اللہ کے لئے جانے کا قصد کرتا آپ بے چین ہو جاتے

تھے۔ ۱۳۲۳ھ میں حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خاں صاحب اعلیٰ حضرت کی اہلیہ صاحبہ اور اعلیٰ حضرت کے فرزند نامدار مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ یہ حضرات جب بریلی سے روانہ ہوئے تو اعلیٰ حضرت ان کو جھانسی تک پہنچانے گئے مگر ہوا یہ کہ جھانسی سے جب بمبئی جانے والی گاڑی پر یہ حضرات سوار ہوئے تو اعلیٰ حضرت کا دل مچل گیا اور اپنی ایک نعتیہ غزل کا مطلع بار بار زبان پر آنے لگا ؎

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

چونکہ والدہ صاحبہ حیات تھیں اور ان سے صرف جھانسی تک ساتھ جانے کی اجازت حاصل کی تھی اس لئے نہ آگے جا سکتے تھے اور نہ حج کا ارادہ کر سکتے تھے۔ والدہ کی اجازت کے بغیر آپ نے قدم اٹھانا خلاف اطاعت سمجھا اور جھانسی سے بڑے بیقرار و بے چین واپس بریلی تشریف لائے۔ راستہ میں بار بار اپنی نعتیہ غزل کا یہ شعر زبان پر لا رہے تھے ؎

وائے محرومیٔ قسمت کہ میں پھر اب کی برس رہ گیا ہمرہِ زوارِ مدینہ ہو کر

دل مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے بیقرار تھا۔ بریلی آتے ہی والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضری دی۔ حجاج کی روانگی کی اطلاع دی اور پھر اپنی بے قراری کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ فریضہ حج تو حضرت والد صاحب کے ہمراہ ادا کر چکا ہوں، اب دل مدینہ طیبہ کے لئے بے چین ہو رہا ہے۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں گی تو یہ خادم آپ کی عنایت اور اجازت کے طفیل دیار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرے گا۔ والدہ صاحبہ نے درخواست قبول فرمائی اور اعلیٰ حضرت انتہائی مسرور و محظوظ عالم میں باہر تشریف لائے اور خدام حضرات اور ہمراہ جانے کا ارادہ رکھنے والے علماء کرام سے فرمایا "سامان سفر تیار کرو"۔ اس جملہ سے ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ بڑی جلدی سامان مکمل ہو گیا۔ اور اعلیٰ حضرت اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں آخری سلام اور قدم بوسی کے بعد بریلی سے اس مبارک و مسعود سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔

عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قافلہ بمبئی پہنچا تو وہ جہاز جس سے اہلیہ صاحبہ کو سفر کرنا تھا روانہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ سب لوگ ایک ہی جہاز میں عازم مدینہ منورہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت و برکت سے یہ مبارک سفر بخیر و خوبی طے ہو گیا۔

دیدارِ مصطفےٰ کی سعادت

مولوی سید جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کپور تھلہ نے ایک بڑے اجتماع میں اعلیٰ

حضرت کے اس سفر اور مدینہ طیبہ کی حاضری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

"اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ جب دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تو شوقِ دیدار مصطفٰے سے بیقرار تھے۔ روضۂ شریف پر مواجہہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دیر تک درود شریف پڑھتے رہے انہیں یقین تھا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے اور بالمواجہہ زیارت شریف سے مشرف فرمائیں گے مگر پہلی رات میں یہ آرزو پوری نہ ہوسکی اور مولانا کی بیقراری بہت بڑھ گئی ــــ اور پھر اسی عالم بے قراری میں آپ کے ذہن رسا نے یہ غزل تصنیف فرمائی جس کا مطلع اور مقطع یہ تھا ۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ۔۔۔ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا ۔۔۔ تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ شریف میں بڑی بے قراری سے عرض کی اور ایک جانب مؤدب انتظار میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ قسمت جاگ اٹھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے بہ چشم سر عالم بیداری میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا۔ رزقنا اللہ وجمیع المسلمین زیارۃ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم بطر کتہ ۔

مولانا عبدالاحد کی بیقراری

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جب بریلی شریف سے مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے والدہ صاحبہ کی اجازت لے کر روانہ ہوئے تو ان کو بمبئی تک پہنچانے کے لئے بہت سے علماء و خلفاء بھی ساتھ گئے تھے۔ دل تو سبھی کا چاہتا تھا کہ اس مبارک سفر میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ رہنے کی سعادت حاصل ہو مگر مجبوریاں حائل تھیں اور بہتوں کو یہ سعادت حاصل کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ بمبئی تک ہمراہ جانے والوں میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب بھی تھے اور جو اپنے والد مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی اور اپنی والدہ صاحبہ سے صرف بمبئی تک کی اجازت حاصل کر کے گئے تھے مگر بمبئی پہنچ کر ان کی بیقراری اتنی بڑھی کہ بے پیر و مرشد سے اجازت بیگر بمبئی سے بذریعہ تار اپنے والد صاحب کو اپنے شوق دیدار سے

مطلع کیا۔ محدث سورتی نے بھی درخواست منظور کرلی اور فرزند سعید کو تار ہی سے اجازت بھیج دی۔ اعلیٰ حضرت بہت محظوظ ہوئے اور مولانا عبدالاحد صاحب نے اپنے مرشد برحق کے ہمراہ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کا شرف حاصل کیا۔

جدّہ میں مردِ غیب سے ملاقات

اعلیٰ حضرت کے دوسرے حج بیت اللہ اور حاضری مدینہ طیبہ کی تفصیلات آپ کے ملفوظات حصہ دوم میں ملتی ہیں ان ملفوظات کو اعلیٰ حضرت کے چھوٹے فرزند جلیل حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب مدظلہ نے مرتب فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت اس مبارک سفر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ :۔

"جس وقت جہاز جدہ پہنچا تو حجاج کی بہت کثرت تھی۔ باہر نکلنے کا راستہ محدود تھا پانچ گھنٹے گذر گئے انتظار میں مگر ہجوم کسی طرح کم ہونے میں نہ آتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب تشریف لائے، میں نے اس سے قبل کبھی ان کو نہیں دیکھا، سلام علیک کے بعد فرمایا "یا شیخ مالی اراک حزینا" کیا بات ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں۔؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے ساتھ خواتین ہیں اور پانچ گھنٹے سے میں یہاں راستہ ملنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ عرب صاحب نے فرمایا۔ اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور راستہ طے ہو گیا، مگر وہ عربی صاحب (جو مردِ غیب کی صورت میں نمودار ہوئے تھے) فوراً نظروں سے غائب ہو گئے۔ تین دن جدہ میں رہنا ہوا۔ بخار ترقی پر تھا۔ رات کھلے میدان میں بسر کرنا تھی، فکر ہو رہی تھی کہ بخار میں کیا حالت ہو گی آخر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، بحمد اللہ تعالیٰ بخار معاً جاتا رہا اور ۱۳ ذالحجہ تک پھر نہ آیا۔ جملہ مناسک حج سے بفضلہ تعالیٰ فارغ ہوئے، اس کے بعد ہی بخار نے عود کیا مگر میں نے کہا کہ اب آیا کرے ہمارا کام رب العزت نے پورا کر دیا۔" (خلاصہ ملفوظات، حصہ دوم)

کتب خانہ حرم محترم

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے حج بیت اللہ اور جملہ مناسک حج سے فارغ ہو کر مکہ کے قدیم

عظیم کتب خانہ میں قدم رنجہ فرمایا اور علمائے مکہ معظمہ سے ملاقاتیں اور علمی مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اعلیٰ حضرت تقریباً ۳ ماہ مکہ شریف میں مقیم رہے اس عرصہ میں جن علماء نے آپ سے اسناد حاصل کیں، ملاقات فرمائی۔ مذاکرات جاری رکھے اور مسائل اختلافیہ میں تبادلہ خیال کیا اس کی تفصیل قدرے اختصار کے ساتھ ملفوظات سے پیش کی جا رہی ہے۔

"پہلے روز جب میں کتب خانہ حرم محترم میں حاضر ہوا تو حامد رضا خاں میرے ساتھ تھے، کتب خانہ کے محافظ مولانا سید اسمٰعیل تھے جو بڑے جمیل و وجیہہ اور عالم تھے، یہ پہلا دن اور اتفاق ان کی ملاقات کا تھا۔ یہ حضرت دوسرے اکابر مکہ مکرمہ کی طرح غائبانہ اس فقیر سے خلوص رکھتے تھے۔ اس خلوص کی وجہ میرا وہ فتویٰ تھا جو سات سال پہلے ۱۳۱۶ھ میں ندوہ کے رد میں لکھا تھا اور جس کو علمائے مکہ نے اپنی تقریظات سے مزین کرتے ہوئے فقیر کو کلمات دعائیہ سے نوازا تھا۔ یہ فتویٰ مع ترجمہ ۱۳۱۷ھ میں بمبئی سے طبع ہوا تھا۔"

اسی تذکرہ میں اعلیٰ حضرت نے آگے چل کر حضرت مولانا شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ سے اپنی ملاقات اور مسئلہ علم غیب پر اپنی تقریر کا ذکر کیا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مکتبہ دیوبند کے مشہور عالم مولوی خلیل احمد انبیٹھوی بھی اپنے رفقاء خاص کے ہمراہ مکہ میں آئے ہوئے تھے اور مسئلہ علم غیب کے سلسلہ میں چند سوالات شریف مکہ علی پاشا کے ذریعہ علماء مکہ کے سامنے پیش کئے ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ:۔

جب میں مفتی حنفیہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچا تو عزیزی مولوی عبدالاحد صاحب (پیلی بھیتی) ابن مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ بھی میرے ہمراہ تھے، میں نے سلام و مصافحہ کے بعد مسئلہ علم غیب پر تقریر شروع کی اور دو گھنٹہ تک اسے آیات و احادیث اور اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین کے شبہات کا بھی رد کیا حضرت موصوف ہمہ تن گوش میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی تو وہ الماری سے ایک کاغذ نکال کر لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ "اعلام الاذکیا" کے اس قول کے متعلق کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ لکھا تھا تا تمام جواب تحریر تھا۔ حضرت موصوف نے فرمایا۔ تمہارا آنا اللہ کی رحمت ہے۔ ورنہ مولوی سلامت اللہ صاحب

کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکا ہوتا، میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوا اپنی قیام گاہ پر آگیا۔

دولۃ المکیہ کی تصنیف

اسی سفر میں مسئلہ علم غیب پر اعلیٰ حضرت کی جلیل القدر کتاب اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّةُ بِالْمَادَّةِ الْغَيْبِيَّةِ کی تصنیف ظہور میں آئی۔ ملفوظات سے واضح ہوتا ہے کہ ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو عصر کی نماز کے بعد اعلیٰ حضرت کتب خانہ تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا صالح کمال، مولانا سید اسمٰعیل، مولانا سید مصطفیٰ، اور ان کے والد مولانا سید خلیل بھی موجود تھے۔ مولانا صالح کمال نے پانچ سوالات اعلیٰ حضرت کو دیئے اور فرمایا کہ وہابیہ حضرات نے شریف مکہ کے ذریعہ یہ سوالات پیش کئے ہیں اور آپ سے جوابات مانگے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے چاہا کہ اسی وقت جواب لکھ دیں مگر علمائے مکہ نے فرمایا کہ دو دن بعد جمعرات تک اطمینان سے لکھ کر دیجئے اور جواب اتنا مدلل ہو کہ مخالفین کے دانت کھٹے ہو جائیں۔ اعلیٰ حضرت اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:-

"میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کرتے ہوئے وعدہ کر لیا، میں تصنیف کرتا جاتا تھا اور حامد رضا خاں اس کی تبییض کرتے جاتے تھے، اسی درمیان میں حضرت شیخ الخطباء کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مرداد کا پیام آیا کہ میں پیر کی تکلیف سے معذور ہوں اور جوابات سننا چاہتا ہوں، چنانچہ میں نے جو کچھ لکھا تھا اسے لیکر ان کے پاس پہنچ گیا، ایک حصہ لکھا گیا تھا جس میں اپنے مسلک کا ثبوت تھا دوسرا حصہ جس میں سوالوں کا جواب تھا وہ نا تمام تھا۔ شیخ الخطباء نے اول سے آخر تک سن کر فرمایا، اگر اس میں غیوب خمسہ کی بحث بھی آجاتی تو اچھا تھا، چونکہ سوال میں یہ بحث نہیں تھی اس لئے میں نے اسے نہیں چھیڑا تھا، مولانا کے فرمانے پر میں نے یہ بات قبول کر لی، چلتے وقت میں نے احتراماً ان کے زانو کو ہاتھ لگایا تو حضرت موصوف نے جن کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی، فرمایا" اَنَا اُقَبِّلُ اَرْجُلَكُمْ اَنَا اُقَبِّلُ نِعَالَكُمْ۔ میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں، میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں"۔ یہ میرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے قعت کی یہ حقیقت!!"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ جوابوں کی تکمیل میں مصروف تھے کہ مولانا سید عبدالحیٰ ابن مولانا سید

عبدالکبیر محدث، جن کی چالیس کتابیں علوم حدیثیہ و دینیہ میں مصر سے شائع ہو چکی تھیں، تشریف لے آئے۔ باوجود انتہائی مصروفیت کے دیر تک اعلیٰ حضرت ان کے ساتھ علمی مذاکرات میں مصروف رہے۔ آخر میں مولانا سید عبدالحیٔ صاحب نے اعلیٰ حضرت سے احادیث کی سند حاصل کی، اور ظہر کی نماز حرم شریف میں ادا کرنے کے بعد مولانا صاحب مدینہ شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ:۔

"بقیہ دن میں اور بعد عشاء، کتاب کی تکمیل ہو گئی۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) اس کا تاریخی نام ہوا، جمعرات کی صبح کو میں نے اسے مولانا صالح کمال کے پاس پہنچا دیا۔ آپ نے دن بھر اس کا مطالعہ کیا اور بعد عشاء اسے علی پاشا نائب گورنر مکہ کے پاس لیکر گئے اور فرمایا۔ اس شخص نے وہ علم ظاہر کیا ہے جس کے انوار چمک اٹھے اور جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا۔ شریف مکہ نے دربار عام میں کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ مخالفین میں احمد فقیہہ اور عبدالرحمٰن اسکوبی بھی موجود تھے۔ ابھی مقدمہ کتاب ہی پڑھا گیا تھا کہ ان کا رنگ بدلنے لگا، درمیان میں کئی مرتبہ اعتراض اٹھائے اور مولانا صالح کمال کو بحثوں میں الجھا کر اس بات کی کوشش کی کہ شریف مکہ پر اس مسئلہ کی حقیقت نہ منکشف ہونے پائے۔ مولانا ان کو جواب دیتے رہے اور جب بھی وہ نہ مانتے تو مولانا صاحب موصوف نے شریف صاحب سے فرمایا۔ کیا حکم دیتے ہیں آپ! ان کو جواب دیتا رہوں، یا آپ کو کتاب سناؤں۔؟ شریف مکہ نے جواب میں کہا اقرأ آپ پڑھیئے، پھر کوئی نہیں بولا۔ شریف صاحب نے دلائل قاہرہ سن کر فرمایا۔ اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَ ھُؤُلَآءِ یَمْنَعُوْنَ۔ اللہ تو اپنے حبیب کو عطا فرما رہا ہے اور یہ لوگ منع کرتے ہیں"۔ (ترجمہ و تلخیص ملفوظات حصہ دوم)

مسئلہ علم غیب میں شریف مکہ کے مطمئن ہونے کے بعد ایک اور لطیفہ پیش آیا۔ مخالفین نے نائب الحرم کو اپنا ہم خیال بنا کر اس بات کی کوشش کی کہ جب گورنر مکہ جنرل احمد راتب پاشا طواف میں آئیں تو ان کے کان بھی بھرے جائیں چنانچہ وہ آئے اور جب طواف سے فارغ ہوئے تو نائب الحرم نے ان سے کہا کہ ایک ہندی عالم جو ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقائد بگاڑ چکا ہے آج کل مکہ میں اہل مکہ کے عقائد بگاڑنے میں مصروف ہے اور افسوس ہے کہ علمائے مکہ بھی اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ نائب الحرم کا خیال تھا کہ گورنر صاحب فوجی آدمی ہیں اور جلدی

بھڑک اٹھیں گے مگر اُلٹا اثر ہوا اور گورنر صاحب نے نائب الحرم کی گردن پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "یَاخَبِیْثُ اِذَا کَانَ ھٰؤُلَاءِ مَعَہٗ فَھُوَ یُفْسِدُ اَمْ یُصْلِحُ۔ جب علماء مکہ اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا؟" اسی زمانہ میں اعلیٰ حضرت کی معرکۃ الآراء کتاب "حسام الحرمین" کو علمائے حرمین شریفین نے اپنی شاندار تقاریظ سے مزین کیا تھا۔

مدینہ طیبہ میں حاضری

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تین ماہ کے قریب مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، اس عرصہ میں علمائے مکہ سے علمی مذاکرات کے علاوہ عبادت و ریاضت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ کچھ عرصہ اعلیٰ حضرت کو بخار کی شدت اور درد گردہ کی تکلیف بھی برداشت کرنا پڑی اور آپ اللہ تعالیٰ سے امداد اور احادیث پاک کی دعاؤں کے سہارے جملہ اُمور انجام دیتے رہے۔

مکہ معظمہ میں اعلیٰ حضرت کا قیام ابتداء میں شیخ عمر مسیحی کے مکان میں رہا۔ اس کے بعد حضرت سید عمر رشیدی ابن سید ابو بکر رشید انہیں اپنے مکان کے بالاخانہ میں لے آئے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت بیمار تھے اس لئے آپ کے آرام کے لئے پلنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اعلیٰ حضرت چاہتے تھے کہ مدینہ طیبہ جلد سے جلد حاضر ہوں مگر مکہ معظمہ میں علمی مصروفیات کے سلسلہ نے روکے رکھا اور آپ ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو مکہ شریف سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر دُور تک حضرات علمائے کرام الوداع کہتے آپ کے ہمراہ آئے۔ جدہ سے مدینہ طیبہ تک اونٹ پر سفر کرنے میں بیماری کے بڑھنے کا اندیشہ تھا اس لئے آپ جدہ سے بذریعہ کشتی رابغ تشریف لے گئے، جہاں رابغ کے حاکم شیخ حسین اور ان کے بھائی ابراہیم نے اطلاع ملنے پر آپ کا استقبال کیا۔

ربیع الاول شریف کا چاند اعلیٰ حضرت نے رابغ میں دیکھا، دوسرے دن عصر کے بعد اونٹوں پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا قصد کیا۔ رابغ کے حاکم شیخ حسین نے آپ کے آرام کا بہت خیال رکھا اور اپنے یہاں کے ایک دیرینہ جھگڑے کو اعلیٰ حضرت کے سامنے فیصلہ کیلئے پیش کیا، اعلیٰ حضرت نے شرعی حکم کی روشنی میں فیصلہ فرما دیا جسے فریقین نے فراخ دلی سے قبول کر لیا۔ اعلیٰ حضرت کے ضروری کپڑے اور دیگر سامان اتفاق سے رابغ میں رہ گیا جس کا علم راستہ میں کسی منزل پر آیا۔ چھٹے دن آپ "افر ورباره

مدینہ ہوئے اور دوسرے ہی دن شیخ حسین کے قاصد نے متروکہ سامان اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :-

"سرکار اعظم میں حاضری کے دن جسم کے کپڑے میلے ہو گئے تھے، دوسرے کپڑے رابغ میں رہ گئے تھے اس کے علاوہ ایک یا دو منزل پہلے رات کو کسی وقت ایک پیر کا جوتا بھی راستہ میں پیر سے نکل کر گر گیا تھا۔ لہٰذا یہاں (مدینہ طیبہ) عربی وضع کا لباس اور جوتا خرید کر پہنا اور اس طرح مواجہہ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی یہ بھی سرکار ہی کی طرف سے تھا کہ فقیر کو اس لباس میں بلایا جائے دوسرے دن رابغ سے آئے ہوئے ایک بدوی نے چھوٹا ہوا سامان دیا اور شیخ حسین کا خط۔ جس میں لکھا تھا کہ جو سامان رہ گیا تھا وہ روانہ کر رہا ہوں" میں نے بدوی صاحب کو آتے جاتے دس منزلوں کی محنت کا نذرانہ دینا چاہا مگر انہوں نے نہیں لیا اور کہا کہ ہم کو شیخ رابغ نے تاکید کر دی ہے کہ حضرت سے کچھ مت لینا"

مدینہ طیبہ میں قیام

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مدینہ طیبہ میں ایک ماہ اکتیس دن قیام فرما رہے۔ دیار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دن زیادہ تر اس طرح گذرے کہ بارگاہ رسالت پناہ میں حاضری رہی مسجد نبوی میں نمازیں اور عبادتیں ہوئیں۔ مواجہہ شریف میں بار بار حاضری کا شرف حاصل رہا۔ مدینہ طیبہ میں مقیم علماء کرام اور باہر سے آئے ہوئے علماء حضرات نے اعلیٰ حضرت سے ملاقاتیں کیں۔ بہت سے علماء نے آپ سے احادیث کی اسناد حاصل کیں اور دولۃ المکیہ اور حسام الحرمین کے لئے اپنی تقاریظ پیش کیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :-

"یہاں کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا بحمدہ تعالیٰ اکتیس ۳۱ روز حاضری نصیب ہوئی۔ بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی صبح سے عشاء تک علماء وعظماء کا ہجوم رہتا۔ بیرون باب مجیدی۔ مولانا کریم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی رہتے تھے ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں، حسام الحرمین اور دولۃ المکیہ پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ جزاہ اللہ خیراً کثیرا۔ یہاں بھی اہل علم نے دولۃ المکیہ

کی نقلیں ہیں۔ ایک نقل مولانا کریم اللہ صاحب نے تقریظات کے لئے اپنے پاس رکھی اور میرے آنے کے بعد بھی وہ علماء کی تقاریظ بذریعہ رجسٹری بھیجتے رہے۔

علمائے کرام نے یہاں بھی فقیر سے سندیں حاصل کیں اور اجازتیں حاصل کیں خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کا یہ عالم تھا کہ وہ فقیر سے خطاب کے وقت سیدی فرماتے تھے، میں نے عرض کیا کہ میں تو سیدوں کا غلام ہوں، سید تو آپ ہیں، فرمایا اس طرح بھی سید ہوئے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْهُمْ قوم کا آزاد شدہ غلام ان ہی میں سے ہے۔

مولانا سید عباس رضوان، مولانا سید مامون بری، مولانا سید احمد جزائری، مولانا شیخ ابراہیم خربوطی، مفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس، مولانا عثمان بن عبد السلام داغستانی سابق مفتی حنفیہ وغیرہم حضرات کے کرم بھولنے کے نہیں۔ مفتی شافعیہ حضرت سید احمد برزنجی نے حسام الحرمین پر چند ورق کی تقریظ لکھی جو الگ رسالہ کی شکل میں شائع ہوئی۔"

اعلیٰ حضرت کے مکہ معظمہ پہنچتے ہی اہل مدینہ کو خبر ہو گئی تھی اور علماء و عوام سبھی کو اشتیاق تھا کہ آپ جلدی حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ پاک تشریف لائیں، مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ علماء تو علماء، اہلِ شہر اور اہل بازار تک کو اعلیٰ حضرت کے دیکھنے اور شرف ملاقات کا اشتیاق تھا، فرماتے تھے کہ ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں اطراف و آفاق سے علماء آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ کون کسے پوچھتا ہے مگر اعلیٰ حضرت کے پاس علماء کا ہجوم رہتا تھا۔

کرامت و لطیفہ

مکہ معظمہ میں جب اعلیٰ حضرت سید عمر رشیدی صاحب کے مکان کے بالاخانہ میں تشریف لائے تو آپ کی چارپائی جس جگہ ڈالی گئی اس کے اوپر ایک طاق میں کبوتر کے جوڑے نے گھونسلہ رکھا ہوا تھا جو اکثر تنکے نیچے گراتے رہتے تھے، قبل اس کے کہ رشیدی صاحب ان کو وہاں سے ہٹاتے کبوتروں نے اس طاق کو چھوڑ کر دوسرے طاق میں اپنا آشیانہ بنا لیا۔ سب کو تعجب ہوا۔ مولانا سید اسمٰعیل مکی نے فرمایا۔ وحشی کبوتر بھی آپ کا لحاظ کرتے ہیں۔؟ اعلیٰ حضرت نے جواب میں فرمایا۔ صَالَحْنَاهُمْ فَصَالَحُونَا۔ ہم نے ان سے صلح کر لی تو انہوں نے بھی ہم سے

صلح کرلی۔ حاضرین سے بعض علماء نے کہا کہ یہ ہم پر کیوں تنکے پھینکتے ہیں ہم نے ان سے کون سی جنگ کی ہے۔؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ میں۔۔۔ یہاں عام طور پر دیکھتا ہوں کہ یہ جہاں آکر بیٹھتے ہیں لوگ ان کو اڑاتے ہیں، کنکر مارتے ہیں، جب سلامی کی توپیں چھوٹتی ہیں تو یہ خوف سے تھرتھرا کر رہ جاتے ہیں، حالانکہ یہ حرم محترم کے وحشی ہیں ان کو اڑانا یا ڈرانا منع ہے۔

یہ لطیفہ بھی بڑا دلچسپ ہے "اعلیٰ حضرت جدہ سے کشتی میں رابغ آرہے تھے اس کے ملاح حبشی تھے اور بڑے صاحب عقیدت تھے، وہ ہوا کے لئے جب کشتی کے پردے بدلتے اور بڑی بڑی لکڑیوں کو جب اِدھر سے اُدھر پھراتے تو اولیاء کرام کو بڑے پیارے لہجہ سے یاد کرتے جاتے تھے۔ کوئی حضرت غوث الاعظمؒ کا نام لیتا، کوئی سیدی احمد کبیر کو یاد کرتا، کوئی سیدی احمد رفاعی کو اور کوئی سیدی ابدل علیہ الرحمۃ کو، غرض ان کے دل کش لہجے سبھی کو اچھے معلوم ہوتے، اسی کشتی میں ایک بصری مسافر صاحب نے ضرورت سے زیادہ جگہ گھیر رکھی تھی، کئی مرتبہ ان کو ٹوکا گیا مگر نہ مانے۔ ایک دوسرے بصری مسافر شیخ عثمان سے کہا گیا کہ حضرت ان کو سمجھائیں تاکہ یہ تھوڑی جگہ چھوڑ دیں۔ شیخ عثمان بصری نے بڑے پر مذاق لہجے میں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ الشیخ عبد القادر الجیلانی! یہ حضرت تو عبد القادر جیلانی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ ان کے اس کہنے کی لذت آج تک میرے قلب میں ہے"۔ اس کے بعد ان کو اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا علم ہوا تو وہ راستہ بھر بڑے احترام اور خلوص سے پیش آتے رہے۔

واپسی ہندوستان

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ۳۱ دن مدینہ طیبہ میں حاضر رہنے کے بعد عازم ہندوستان ہوئے۔ اس عرصہ میں دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور علماء کرام کی ملاقاتوں نے حوالی مدینہ میں جانے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ صرف ایک مرتبہ قبا شریف تشریف لے گئے اور ایک مرتبہ جبل احد شریف پر حاضری دی اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر فاتحہ خوانی فرمائی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:۔

"باقی دن سرکار اقدس کی ہی حاضری میں گذرے، سرکار کریم ہمیں اپنے کرم سے قبول فرمائیں اور خیریت ظاہر و باطن کے ساتھ پھر بلائیں۔ ؏ ہم کو مشکل ہے اُنہیں آسان ہے۔"

مدینہ منورہ اعلیٰ حضرت کا مقصود ایمان تھا حاضری کی تو بات ہی اور ہے وہ جہاں بھی ہوتے تھے مدینہ پاک آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوتا تھا، آپ کا مشہور شعر ہے ؎

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

تذکرہ نگار حضرات نے مدینہ طیبہ سے روانگی کی اگرچہ کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے تاہم حساب و قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ کی آخری تاریخوں میں بارگاہ رسالت میں آخری سلام پیش کیا۔ علماء مدینہ طیبہ اور اہل شہر دور تک آپ کو الوداع کہنے ساتھ آئے اور پیدل چلتے رہے، اس کے بعد سب نے رخصتی مصافحہ و معانقہ کیا اور اعلیٰ حضرت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اونٹوں پر بیٹھ کر جدہ کی سمت روانہ ہو گئے۔ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب پیلی بھیتی فرماتے تھے کہ "دور تک اعلیٰ حضرت نے جوتے پیروں میں نہیں ڈالے۔ اور چلنے میں اس بات کا بڑا خیال رکھا کہ پشت روضہ اقدس کی جانب نہ ہونے پائے اور جب بھی میں نے کچھ پڑھتے ہوئے سنا تو یہی سنا کہ آپ درود شریف پڑھ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کے تار جاری ہیں۔"

مدینہ طیبہ سے جدہ تک بارہ منزلیں تھیں۔ راستہ میں تمام نمازیں جماعت سے ادا کی گئیں اور اعلیٰ حضرت خود امامت فرماتے تھے، موسم گرما شباب پر تھا، ظہر اور عصر دھوپ میں ہوا کرتی تھی۔ سنتوں میں مولوی نذیر احمد صاحب اور حاجی کفایت اللہ صاحب کا دستور تھا کہ وہ اعلیٰ حضرت پر چھتری لگا لیا کرتے تھے اور پیروں کے تلے سجدے کے وقت کپڑا رکھ دیا کرتے تھے مگر اعلیٰ حضرت عبادت میں اس تکلف کو پسند نہ فرماتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد منع فرما دیتے تھے۔ ان حضرات کی خدمت و عقیدت کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت اپنے ملفوظات حصہ دوم میں ارشاد فرماتے ہیں:

"مولوی نذیر احمد اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس سفر مبارک میں بلا طمع بلا معاوضہ محض اللہ و رسول کے لئے جیسے آرام دیئے، اللہ تعالیٰ ان کا اجر عظیم دنیا و آخرت میں ان صاحبوں کو عطا فرمائے۔ آمین۔"

جدّہ سے کراچی

اعلیٰ حضرت اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے جدہ پہنچے تو معلوم ہوا جہاز تیار ہے اور ٹکٹ مل رہے ہیں چنانچہ بمبئی کے ٹکٹ خرید لئے گئے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد جہاز نے لنگر اٹھا دیا۔ عدن پہنچ کر اعلان کیا گیا کہ جہاز بمبئی نہیں کراچی جائے گا۔ عقیدت مند چاہتے تھے کہ بمبئی جانے والے جہاز میں بیٹھ جائیں مگر ایک انگریز ـــــ نے جہاز میں آکر اعلان کیا کہ بمبئی

جانے والوں کو قرنطینہ میں رہنا ہوگا۔ اعلیٰ حضرت نے اس تکلیف کو پسند نہیں کیا اور کراچی تشریف لے آئے۔ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ کا دوسرا عشرہ شروع ہو چکا تھا۔ عدن سے کراچی تک چھوٹے موٹے طوفانوں کا سلسلہ چلتا رہا مگر ایک مرتبہ سخت طوفان آیا۔ ہولناک آواز نے سب کو سراسیمہ کر دیا۔ اعلیٰ حضرت بڑے اطمینان سے حفاظت کی دعاؤں کے پڑھنے میں مصروف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کی برکت سے کرم فرمایا اور سب لوگ کراچی آ گئے۔

ظہور کرامت

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ جب کراچی کے ساحل (کیماڑی) پر پہنچے تو آپ کے پاس صرف دو روپیہ باقی تھے۔ جہاز سے سامان اترتے ہی کسٹم کا ایک انگریز آ گیا اور سامان کی دیکھ بھال شروع کر دی۔ دو روپیہ میں بھلا محصول کیا ادا ہو سکتا تھا وہ سامان دیکھ رہا تھا اور اعلیٰ حضرت درود و سلام اور دعاؤں کے پڑھنے میں مصروف تھے۔ کسٹم آفیسر نے بارہ آنے محصول کے کہے جو ادا کر دیئے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا مگر چند قدم جانے کے بعد دوبارہ آیا اور پھر سے سامان دیکھا اور چلا گیا، تیسری مرتبہ پھر آیا اور تمام سامان اور صندوق وغیرہ کھلوا کر دیکھے، لوگ سامان دکھا رہے تھے اور اعلیٰ حضرت کی زبان درود اور دعا میں مصروف تھی۔ آخر تیسری مرتبہ کی مفصل چھان بین و تلاشی کے بعد بھی وہی بارہ آنے لے کے اور رسید دے کر رخصت ہو گیا۔

کراچی سے بریلی آنا ہے اور صرف سوا روپیہ پاس ہے، آپ نے باقی شدہ پیسوں میں سے اپنے منجھلے بھائی مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم کو تار دیا کہ دو سو روپیہ بھیج دیں۔ بریلی میں اس تار نے شکوک پیدا کر دیئے کہ تار بمبئی سے آنا چاہیئے تھا، کراچی سے کیوں آیا۔؟ بہر حال روپیہ کراچی آ گیا۔

کراچی سے بمبئی اور احمد آباد

سہولت تو اسی میں تھی کہ اعلیٰ حضرت کراچی سے براستہ حیدر آباد و مارواڑ ہوتے ہوئے بریلی تشریف لے جاتے مگر بمبئی کے عقیدت مندوں کو جب معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا جہاز کراچی گیا ہے تو کچھ لوگ کراچی آ گئے، نیز یہ کہ بمبئی کے جو حضرات اعلیٰ حضرت کے ساتھ شریک

سفر تھے، ان سب نے اس بات کی درخواست کی کہ حضور والا کراچی سے بمبئی تشریف لے چلیں اور چاہنے والے جو آنکھیں لگائے ہوئے ہیں ان کو مسرور وشاد فرمائیں، آخر ان کی درخواست قبول کر لی گئی اور اعلیٰ حضرت مع جملہ ساتھیوں کے کراچی سے بمبئی تشریف لے گئے۔ جہاں اہل عقیدت نے شاندار استقبال کیا۔

مخالفین نے افواہ اڑا رکھی تھی کہ حکومت حجاز نے اعلیٰ حضرت کو گرفتار کر لیا ہے اور وہ قید میں ہیں، اس لئے عقیدت مندوں نے بمبئی میں اعلیٰ حضرت کی تقریر کے لئے ایک بڑے اجتماع کا انتظام کیا تاکہ مخالفین اپنی اڑائی ہوئی افواہ کا رد عمل اپنی آنکھ سے دیکھ لیں۔ بمبئی پہنچکر معلوم ہوا کہ احمد آباد کے لوگ بھی اصرار کر رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت احمد آباد بھی تشریف لے جائیں۔ لہٰذا آپ نے اپنے بھائی جناب محمد رضا خاں صاحب، اپنے فرزند عالی قدر مولانا حامد رضا خاں صاحب اپنی اہلیہ صاحبہ اور دیگر خواتین و حضرات کو بمبئی سے بریلی روانہ کر دیا۔ عقیدت مندوں نے ایک ماہ تک اعلیٰ حضرت کو نہیں چھوڑا، بمبئی اور احمد آباد وکاٹھیاواڑ کے ہزاروں مسلمانوں نے اس عرصہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔ وعظ و تقاریر سے مستفیض ہوئے۔ پہلی تقریر جو اعلیٰ حضرت نے بمبئی کے اجتماع عظیم میں فرمائی اس کا عنوان آیت کریمہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا تھا جس میں آپ نے صلح حدیبیہ کی حدیث بیان فرمائی اور اس کے بعد فتح مکہ کے تفصیلی واقعات بیان فرمائے۔

بریلی میں استقبال

اعلیٰ حضرت کا تار کراچی سے بریلی پہنچا تو چاہنے والوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ بریلی پیلی بھیت بدایوں اور اطراف کے عقیدت مندوں نے استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ان کا خیال تھا کہ اعلیٰ حضرت کراچی سے سیدھے بریلی تشریف لائیں گے اور جلدی ہی شرف دیدار حاصل ہو جائے گا مگر بمبئی اور احمد آباد وغیرہ کے سفر اور وہاں ایک ماہ کے قیام نے قدرے مایوسی پیدا کر دی۔ بہر حال یہ دن بھی گذر گئے۔ اور اعلیٰ حضرت کے بریلی پہنچنے کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔ بریلی اور اطراف سے آئے ہوئے مریدین و اہل عقیدت نے بڑے والہانہ اور شاندار انداز میں استقبال کیا۔ راستے سجائے گئے۔ محافل کا انتظام کیا گیا۔ درود و سلام اور نعت خوانی کے مظاہرہ میں شہر کا سے استقبال نے عشق و ایمان کی روشنی میں اعلیٰ

حضرت سے عقیدت و محبت کے جو مناظر پیش کئے اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحج بیت اللہ کے بعد پہلی مرتبہ جب بریلی سے پیلی بھیت تشریف لائے تو پورا شہر امنڈ آیا تھا علمائے کرام، مشائخین رؤسائے شہر اور عوام و خواص سبھی پیش پیش تھے اور جوش عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب نے مدرسۃ الحدیث کی عمارت میں مہمانوں کے لئے بڑے پر تکلف کھانے کا انتظام کیا تھا اور ان کے خصوصی معاون مولوی عبدالحق صاحب کرگینوی مرحوم تھے۔ یہاں بھی محافل میلاد و وعظ کے اہتمام کئے گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت جن کی عادت بہت کم وعظ و تقریر کی تھی، متعدد اجتماعات میں تشریف لے گئے اور حاضرین کو کلمات ایمان افروز سے مستفیض فرمایا۔ ہزاروں مردوں اور عورتوں نے اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھایا اور اعلیٰ حضرت سے قادریہ سلسلہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔

واقعات و حقائق

زندگی واقعات و حقائق کا نام ہے۔ اگر کسی راہنما کی مربوط و مکمل سوانح حیات سامنے نہ بھی ہو تو چند واقعات زندگی ہی سوانح حیات کی عکاسی کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں ایسے ہزارہا مبلغین، علماء، اولیاء اللہ اور مصلحین حضرات گذرے ہیں جن کی پوری زندگی نظروں سے اوجھل ہے۔ نہ کوئی سوانح حیات لکھی گئی نہ کوئی تذکرہ مرتب ہوا ہے، صرف چند یادیں ہیں، واقعات و حکایات ہیں جو ضمناً نوک قلم پر آ گئے ہیں اور ان کی پاکیزہ سوانح حیات کا ایک مستقل باب بن گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ بھی ایسے ہی بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں میں شامل ہیں جن کی اب تک کوئی مربوط و مکمل، ضخیم و طویل سوانح حیات تحریر میں نہیں آسکی ہے۔ مختصر، غیر مربوط اور بکھری ہوئی تحریروں کی روشنی میں اب تک جو تھوڑی بہت کوشش کی گئی ہے وہ بڑی حد تک نا تمام اور نامکمل ہے۔ البتہ واقعات و حقائق، ملفوظات و ارشادات اور تصانیف کا ایک وسیع سلسلہ ہے جن کا مطالعہ کرنے سے آپ کی مذہبی و علمی خدمات پورے طور پر سامنے آجاتی ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی حیات پاکیزہ کا بیشتر وقت خدمت اسلام، عظمت اسلام اور شوکت اسلام کی کوششوں میں گذرا۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و ادب کو مسلمانوں کے ذہنوں میں بٹھانے کے لئے آپ نے جو علمی و قلمی مساعی فرمائیں ان کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

مولانا عبدالحق کا اعتراف

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے خسر شیخ فضل حسین صاحب مرحوم ریاست رام پور میں نواب کلب علی خاں صاحب کے مشیروں میں ممتاز درجہ پر فائز تھے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کی شہرت سنی تو شیخ فضل حسین صاحب سے فرمائش کی کہ کبھی اپنے نامور داماد سے ہم کو بھی ملایئے۔ شیخ صاحب نے اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ نواب صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں اگر فرصت ہو تو رام پور آجایئے۔ اعلیٰ حضرت رام پور تشریف لے گئے۔ شیخ صاحب نے اپنے ہمراہ لے جا کر نواب صاحب سے ملایا، وہ بہت محظوظ ہوئے اور اپنے برابر مسہری پر اعلیٰ حضرت کو بٹھایا اور دیر تک علمی گفتگو کرتے رہے۔

متعدد مسائل پر بات چیت کی اور مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر منطق میں مزید استفادہ کرنا چاہیں تو ہمارے یہاں مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی تشریف رکھتے ہیں ان سے رجوع کر سکتے ہیں یہ بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب بھی تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا تعارف کرایا اور اپنے مشورہ کا بھی ذکر کیا۔ مولانا عبدالحق صاحب کا خیال تھا کہ دنیا میں صرف ڈھائی عالم ہوئے ہیں۔ ایک مولانا بحر العلوم لکھنوی، دوسرے ان کے والد مولانا فضل حق خیرآبادی اور نصف وہ خود! چنانچہ انہوں نے کوئی خاص توجہ نہ دی اور اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ آپ نے منطق میں انتہائی کون سی کتاب پڑھی ہے اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ قاضی مبارک! مولانا صاحب نے ذرا طعن آمیز انداز میں دریافت کیا کہ شرح تہذیب آپ پڑھ چکے ہیں۔؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ کیا آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے۔؟ اعلیٰ حضرت کا یہ سوالیہ جواب بڑا وزنی تھا مولانا عبدالحق صاحب نے نواب صاحب کی موجودگی میں اپنی خفت کے پیش نظر گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے دریافت کیا، آپ آج کل کیا مشغلہ ہے؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ تدریس، افتا، تصانیف اور رد وہابیہ! مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا۔ ایک ہمارا وہ بدایونی خبطی ہے جو ہمیشہ اسی خبط میں رہتا ہے کہ رد وہابیہ کیا جائے"۔ (یہ اشارہ ان کا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی کی طرف تھا جو ان کے والد مولانا فضل حق صاحب علیہ الرحمۃ کے شاگرد خاص تھے) اعلیٰ حضرت نے جواب میں فرمایا۔ شاید یہ بات آپ کو معلوم نہیں ہے کہ وہابیہ کا رد

سب سے پہلے آپ کے والد مرحوم مولانا فضل حق صاحب نے فرمایا تھا۔ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے خاموش ولاجواب کر دیا تھا اور پھر ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ "تحقیق الفتوٰی لسلب الطغوٰی" تحریر فرمایا تھا۔ مولانا عبدالحق صاحب کے لئے سوائے اعتراف کے کوئی چارہ نہیں تھا، خاموش ہو گئے۔

وسعت علم ونظر

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنے دادا پیر حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ صاحب سجادہ جب وعظ کی فرمائش کرتے تو اعلیٰ حضرت منبر پر تشریف لے جاتے اور حاضرین مجلس سے ارشاد فرماتے۔ "میں ابھی تک اپنے نفس کو ہی وعظ سنانے میں مصروف ہوں اس لائق کہاں ہوں کہ دوسروں کے سامنے وعظ کہہ سکوں، ہاں آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت کر سکتے ہیں جو شرعی حکم میرے علم میں ہوگا وہ بیان کر دوں گا" اس کے بعد حاضرین کی جانب سے سوالات کئے جاتے اور اعلیٰ حضرت ہر سوال پر مبسوط تقریر فرما کر جواب دیتے اور سامعین مطمئن ہوتے۔

مسلمان آپس میں بھائی ہیں

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت اپنے ایک دور کے رشتہ دار جو بریلی میں روہیلہ رئیسوں میں بڑے دبدبہ کے آدمی سمجھے جاتے تھے، ان کے یہاں تشریف لے گئے، وہ بھی اکثر حاضر خدمت ہوا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ اعلیٰ حضرت ان کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ محلہ کا ایک غریب مسلمان مزدور رئیس صاحب کے پاس کسی کام سے آیا اور دروازے کے قریب پڑی ہوئی ایک پرانی سی چارپائی پہ ڈرتے ڈرتے بیٹھ گیا۔ رئیس صاحب کی نظر جب اس غریب پر پڑی تو وہ دل ہی دل میں لال پیلے ہو گئے اور بڑے کڑے تیوروں کے ساتھ اس غریب کو گھورنا شروع کر دیا۔ وہ بے چارہ سہم گیا اور سر جھکائے اٹھا اور چلا گیا۔ اعلیٰ حضرت کو رئیس صاحب کی یہ مغرورانہ روش سخت ناگوار ہوئی اور آپ جلدی ہی ان کے یہاں سے اٹھ کر دولت خانہ پر تشریف لے آئے۔ چند ہی روز کے بعد وہ رئیس صاحب حسب عادت اعلیٰ حضرت سے ملنے آئے تو آپ نے ان کو اپنے قریب اپنی

چارپائی پر بٹھایا۔ باتیں ہو رہی تھیں کہ کریم بخش صاحب حجام اعلیٰ حضرت کا خط بنانے کے لئے آگئے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو اپنے پاس بلا کر رئیس صاحب کے برابر اسی چارپائی پر بٹھا لیا اور فرمایا بھائی کریم بخش! مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ رئیس صاحب اس اسلامی مساوات کو برداشت نہ کرسکے اور اٹھ کر چلے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ اچھا ہے میں ایسے مغرور آدمی سے ملنا پسند نہیں کرتا ہوں۔

خشیّت الٰہی

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ گھر کے قریب اپنے مدرسہ کے برابر والی مسجد میں معتکف تھے رمضان شریف کے تین دن باقی رہ گئے تھے۔ افطار کے وقت آپ کی عادت بہت مختصر کھانا کھانے کی تھی اور یہی حال سحری میں تھا کہ گھر میں سے تھوڑی سی کھیر اور پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی اور آپ اس پر اکتفا فرمایا کرتے تھے۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین میرٹھی نے جو خود بھی معتکف تھے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! کھیر اور چٹنی کا جوڑ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔؟ ارشاد فرمایا۔ نمک سے شروع کرتا ہوں اور نمک ہی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ یہ سنت ہے۔ ایک مرتبہ گھر میں سے پان آنے میں دیر ہوگئی۔ آپ کی عادت تھی کہ بعد مغرب پان کی خواہش فرمایا کرتے تھے۔ پان آئے مگر بہت دیر سے۔ جو لڑکا لیکر آیا آپ نے اس کے سر پر ایک چپت مارتے ہوئے فرمایا کہ اتنی دیر میں کیوں آیا۔؟ بات ختم ہوگئی مگر اس کے بعد اعلیٰ حضرت کی مزاجی کیفیت میں تبدیلی شروع ہوگئی اور سحری کے وقت بیقراری و بے چینی اتنی بڑھی کہ آپ نے اس بچے کو جو پان لیکر آیا تھا بلوایا۔ حاضرین و خدام اس حال کو دیکھ کر گھبرا رہے تھے۔ انہوں نے چاہا کہ کچھ عرض کریں مگر آپ نے ان سب سے فرمایا کہ آپ لوگ میرے کام میں مخل نہ ہوں۔ بچہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا۔ شام کو میں نے غلطی کی جو تمہارے سر پر چپت ماری۔ قصور تمہارا نہیں تھا دوسرے لوگوں کا تھا اس لئے تم میرے سر پر چپت مارو اور یہ فرما کر اپنی ٹوپی اتاری اور سر اس بچے کے سامنے جھکا دیا۔ سب لوگ دم بخود اور بچہ بھی پریشان! اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا کہ حضور میں نے..... معاف کیا۔ فرمایا تم نابالغ ہو تم کو معاف کرنے کا حق نہیں ہے۔ تم چپت مارو مگر وہ راضی نہ ہوا۔ آپ نے اسے لالچ بھی دیا مگر اس پر اثر نہیں ہوا۔ آخر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کئی چپتیں

اپنے سر پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور اسے کچھ پیسے دے کر رخصت کر دیا۔

انگریزی کرسی سے نفرت

اعلیٰ حضرت کی عام نشست چارپائی پر ہوا کرتی تھی یا پھر فرش اور تخت پر۔ کرسی پر بیٹھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ دو دن بعد ظہر کی نماز ادا فرماتے ہی بریلی آنے کے لئے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی میں دیر تھی۔ خدام نے ویٹنگ روم سے آرام کرسی نکال کر ڈال دی۔ کچھ وظیفہ پڑھنے کو رہ گیا تھا خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے وہ صندوقچی جس میں تسبیح وغیرہ رہا کرتی تھی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے۔ جتنی دیر آپ اس پر بیٹھے کنارے ہی پر بیٹھے۔ کرسی کے تکیہ سے پشت نہیں لگائی۔

مزاح لطیف

غرور و تکبر اور ایسی سنجیدگی جس سے غرور کا شبہ ہوتا ہو، اعلیٰ حضرت پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی گفتگو میں مزاح کا پہلو بھی گاہے بہ گاہے ہوا کرتا تھا۔ علماء و عوام بھی لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کے پوتے ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں مرحوم ابن مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کی رسم ختنہ منائی گئی۔ اعزا و احباب کا اجتماع کثیر تھا۔ ختنہ کے وقت چند حضرات نے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا کہ حضور والا تشریف لے چلیں، ختنہ ہونے والا ہے۔ فرمایا۔ "میں کبھی ایسے موقع پر شریک نہیں ہوا۔ البتہ ایک دفعہ مجبوری تھی"۔

جوگی کی مجبوری

اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو روحانی قوتوں سے بھی مالا مال کیا تھا۔ کرامات و خرق عادات کے کئی واقعات کا تذکرہ نگار حضرات نے ذکر کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک جوگی کا واقعہ بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے گھر کی جانب تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک جوگی کے گرد لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور وہ جوگی لوگوں کو اپنے ہنر دکھا کر حیران کر رہا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بڑا کٹورا پانی سے بھرا

ہوا رکھا ہے اور جوگی اس کٹورے میں کچا دھاگا ڈال کر کٹورے کو اوپر اٹھا رہا ہے۔ اتنا وزنی کٹورہ کچے دھاگے سے اوپر اٹھتے دیکھ کر لوگ حیران ہو رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے پیر کا جوتا جو نہایت ہلکا وصلی کا جوتا تھا، پیر سے اتار کر الٹا کر کے جوگی کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا۔ اس جوتے کو سیدھا کر دو تو ہم جانیں۔ جوگی نے ہزار علم کے زور لگائے مگر جوتا اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آخر اعلیٰ حضرت جوتا پیر میں ڈال کر دولت خانہ پر تشریف لے آئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جوگی اپنا مجمع ختم کر کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں آیا اور دولت اسلام سے سرفراز ہوا۔

والدہ کی اطاعت

سب سے بڑی کرامت اسوۂ حسنہ کی پابندی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی پوری زندگی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین نمونہ تھی۔ عبادت، معاملات اور تعلقات سب میں اسوۂ حسنہ پیش نظر رہتا تھا۔ شاہ اسمٰعیل حسین میاں صاحب علیہ الرحمۃ بیان فرماتے تھے کہ جب اعلیٰ حضرت کے والد ماجد مولانا نقی علی صاحب نے انتقال فرمایا تو اعلیٰ حضرت کے حصہ میں بہت بڑی جائیداد آئی اور آپ اس کے واحد مالک تھے مگر اس کے باوجود تمام اختیارات والدہ صاحبہ کے سپرد کر دیئے تھے۔ خرچ و اخراجات میں جملہ اختیارات والدہ صاحبہ کے ہاتھ میں تھے جو چاہتی تھیں وہ کرتی تھیں۔ اعلیٰ حضرت کی یہ حالت تھی کہ جب بھی ضرورت ہوتی تو والدہ صاحبہ سے مانگتے اور درخواست کرتے کہ مجھے کتابوں کی ضرورت ہے یا کسی دوسرے کام کے لئے یا ذاتی خرچ کے لئے، والدہ صاحبہ اجازت دیتیں تو اعلیٰ حضرت کتابیں وغیرہ منگواتے تھے۔

انداز نصیحت

مارہرہ شریف کے مہدی میاں صاحب جو اعلیٰ حضرت کے پیرزادہ ہوتے تھے، بریلی تشریف لائے، اور اعلیٰ حضرت کے یہاں قیام کیا، کھانا کھانے کے وقت اعلیٰ حضرت خود ان کے ہاتھ دھلانے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ مہمان موصوف کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی ہے اور ایک چھلا بھی انگلی میں پڑا ہوا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، شہزادے صاحب! یہ انگوٹھی چھلے مجھے عنایت کر دیجئے، مہدی میاں صاحب نے اتار کر دے دیئے، اعلیٰ حضرت نے اس کے بعد ہاتھ دھلائے اور کھانا کھلایا۔ مہدی میاں صاحب

بریلی سے بمبئی چلے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے انگوٹھی چھلے بذریعہ پارسل مارہرہ بھیج دیئے اور مہدی میاں صاحب کی صاحبزادی کو لکھا کہ شاہزادی صاحبہ یہ سونے کی انگوٹھی چھلے آپ کے لئے ہیں" مہدی میاں صاحب جب بمبئی سے واپس مارہرہ آئے تو صاحبزادی صاحبہ نے پارسل اور خط آنے کا واقعہ بیان کیا۔ انداز نصیحت کے اس پاکیزہ واقعہ کو خود مہدی میاں صاحب نے ایک موقعہ پر مدرسہ شمس العلوم بدایوں کے صدر مدرس مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سے بیان کیا۔

والد کی پیروی

اعلیٰحضرت کے قائم کردہ دار العلوم اسلامیہ "منظر الاسلام" جو آپ نے ۱۳۲۲ھ میں قائم فرمایا تھا اور جس کا تاریخی نام بھی منظر اسلام ہے، اس کے ایک فاضل نوجوان مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنا پہلا فتویٰ بغرض اصلاح اعلیٰحضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حسن اتفاق کے جواب صحیح اور مدلل لکھا تھا۔ اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے اور ایک چاندی کا روپیہ بطور انعام مولانا ظفر الدین کو عنایت فرمایا۔ مولانا نے لینے سے ذرا تامل کیا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ مولانا! سب سے پہلا فتویٰ جب میں نے اپنے والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پیش کیا تھا تو انہوں نے بھی مجھے ایک روپیہ مٹھائی کھانے کے لئے عنایت فرمایا تھا۔ چونکہ آپ نے بھی پہلا فتویٰ لکھا ہے اور جواب بالکل صحیح ہے اس لئے میں اپنے والد صاحب کی اتباع میں یہ روپیہ آپ کو دے رہا ہوں۔

رومال کا اثر

ایک مرتبہ کسی مریض کے اپریشن کی کیفیت کا ذکر ہو رہا تھا کہ ایک صاحب سید قناعت علی اتنے متاثر ہوئے کہ بیہوش ہو گئے اور ان کی قلبی کیفیت نے سب کو پریشان کر دیا۔ ہوش میں لانے کے لئے متعدد اور مختلف ترکیبیں کی گئیں۔ مگر ہوش نہیں آیا۔ آخر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ تشریف لائے، مریض کے سر کو اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اور اپنا رومال چہرے پر ڈال دیا۔ مریض نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور بیہوشی دور ہو گئی اور جب یہ دیکھا کہ سر اعلیٰ حضرت کی گود میں رکھا ہوا ہے تو ادباً ہٹانا چاہا مگر اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ تھوڑی دیر بیٹھے رہیے تاکہ طبیعت بالکل ٹھیک ہو جائے۔

جیسے مصطفیٰ ویسے تم

سید ایوب علی صاحب مالک رضوی کتب خانہ بریلی روایت کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پیلی کوٹھی بریلی میں قیام فرماتے تھے۔ میں اپنے بھائی قناعت علی کے ساتھ شب کے وقت خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہم دونوں رخصت ہونے لگے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ دیکھئے! وہ سامنے تپائی پر دو پڑیاں رکھی ہوئی ہیں اٹھا لائیے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ اعلیٰ حضرت نے دونوں پڑیاں اپنے ہاتھ میں لیکر ہم دونوں کو ایک ایک دینا چاہی۔ میں نے عرض کیا، حضور! یہ کیا ہے؟ فرمایا حلوہ سوہن ہے۔ عرض کیا کہ لیتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بڑی شفقت سے ارشاد فرمایا۔ اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ جیسے مصطفیٰ میاں، ویسے تم! اعلیٰ حضرت کی اس شفقت نے اتنا اثر کیا کہ قناعت علی جلدی سے آگے بڑھ کر اپنا حصہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ سے لے لیا۔ اعلیٰ حضرت قناعت علی کی عجلت پر بہت مسکرائے اور محظوظ ہوئے۔

مجذوب سے ملاقات

اعلیٰ حضرت فقرائے اسلام سے بڑی اُنسیت فرماتے تھے۔ اللہ والوں سے ملاقات اور حصول دُعا و برکت کے لئے جب بھی کسی بزرگ کا حال معلوم ہوتا تو آپ ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ بریلی میں بشیر الدین مجذوب مشہور تھے اور سب سے الگ اخوندزادہ کی مسجد میں گوشہ گیر رہتے تھے، بریلی کے لوگ بہت کم ان کے پاس جاتے تھے، مجذوب صاحب کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی ان کے پاس جاتا وہ اسے برا بھلا کہتے تھے۔ اس لئے لوگ ذرا دُور ہی رہتے تھے۔ مگر جو لوگ ان کے مرتبہ کو جانتے تھے وہ تو ان سے فائدہ اٹھاتے ہی رہتے تھے۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت اپنے والد صاحب کی حیات میں رات کو گیارہ بجے مجذوب صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ مجذوب صاحب حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے، اعلیٰ حضرت ان کے سامنے فرش پر بیٹھ گئے۔ مجذوب صاحب نے تھوڑی دیر تک غور سے اعلیٰ حضرت کو دیکھا اور فرمایا، تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا، میں ان کا پوتا ہوں۔ مجذوب صاحب جلدی سے اپنی چارپائی سے اُٹھے اور اعلیٰ حضرت کو فرش سے اٹھا کر اپنی چارپائی پر بٹھایا اور فرمایا

کیسے آئے ہو۔؟ اعلیٰ حضرت نے کہا کہ دعائے مغفرت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ جواب میں مجذوب صاحب دیر تک فرماتے رہے۔ اللہ کرم کرے۔ اللہ رحم کرے۔ چند روز کے بعد اعلیٰ حضرت کے بھائی مولوی حسن رضا خاں اپنے والد کے حکم سے جائیداد کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں مجذوب صاحب کے پاس دعا کرانے گئے۔ مجذوب صاحب نے ان کی صورت دیکھتے ہی پوچھا۔ کیا مقدمہ کے سلسلہ میں آئے ہو۔؟ پھر فرمایا۔ جاؤ اپنے والد سے کہہ دینا کہ قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ۔ حسن رضا خاں صاحب واپس آئے اور دوسرے ہی دن مقدمہ میں کامیابی حاصل ہو گئی۔

مسجد اور کتابیں

اعلیٰ حضرت کو مسجد اور کتابوں سے بڑا اُنس تھا۔ ہمیشہ اذان کا انتظار فرماتے رہتے تھے۔ تاکہ مسجد میں جا کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں سکون حاصل کریں۔ ہمیشہ اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے تھے اور جب تک مسجد میں رہتے تھے۔ ذکر و شغل میں وقت گذارتے تھے۔ ایک مرتبہ جب مسجد کی توسیع ہو رہی تھی اور مستری علی حسین قادری کی نگرانی میں کام ہو رہا تھا، اعلیٰ حضرت مسجد میں داخل ہوئے اور زیر تعمیر ستونوں کو دیکھکر مستری صاحب سے ارشاد فرمایا۔ بھائی علی حسین! یہ ستون تو کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے ہیں، ذرا خوبصورت بنائیے۔ اس کے بعد فرمایا۔ میں نے اپنے مکان کی تعمیر کے وقت کبھی دخل نہیں دیا، جیسا بناتے رہے دیکھتا رہا البتہ میں نے الماریوں کے سلسلہ میں ضرور اپنی رائے کا اظہار کیا تھا اور وہ بھی اس لئے کہ میری کتابیں احتیاط اور حفاظت سے رہیں۔

آنکھ میں لیموں کا عرق

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کی آنکھیں دُکھنے آگئیں۔ تکلیف سے زیادہ اس بات کا خیال رہتا تھا کہ وضو کی حالت میں آنکھ سے پانی نہ بہنے پائے۔ چنانچہ آپ وضو کی حالت میں اکثر آنکھیں دکھاتے رہتے تھے کہ پانی بہہ تو نہیں رہا ہے تاکہ دوسرا وضو کر لیا جائے۔ یہ سلسلہ چل رہا تھا کہ بمبئی سے حکیم عبدالسبحان صاحب آگئے انہوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو ایک چھوٹی سی شیشی میں دوا پیش کی اور عرض کیا کہ ایک مرتبہ کے ڈالنے سے صحت ہو جائے گی۔ اعلیٰ حضرت بلا تحقیق کے کوئی دوا استعمال نہ فرماتے تھے۔ حکیم صاحب سے اجزا معلوم کئے تو کہنے لگے آپ فکر نہ فرمائیں

اور استعمال کریں۔ اعلیٰ حضرت نے حکیم صاحب کے اطمینان دلانے پر گھر میں جاکر دوا کے قطرات آنکھوں میں ڈالے مگر سخت تکلیف پیدا ہو گئی۔ آپ آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے باہر آئے اور حکیم صاحب سے فرمایا کہ اب تو بتادیجئے کہ اس دوا میں کیا چیزیں ڈالی گئی ہیں۔؟ حکیم صاحب نے دوسرے اجزاء کے ساتھ لیموں کے عرق کا جب نام لیا تو سب حاضرین اور خود اعلیٰ حضرت چونک پڑے اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ آنکھ میں اور لیموں کا عرق ؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر فرمایا آنکھ جیسی نازک چیز میں لیموں کا عرق ڈالنا کس طرح جائز اور مفید ہو سکتا ہے۔؟

تعویذ بکتا نہیں ہے

ایک مرتبہ ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور سلام کے بعد بدایوں کے پیڑوں کی ایک ہانڈی خدمت میں پیش کی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ آپ نے یہ تکلیف کیوں فرمائی اور کیسے آئے ہیں۔؟ انہوں نے عرض کیا کہ صرف سلام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد اعلیٰ حضرت نے پھر دریافت کیا کہ کوئی کام ہو تو فرمایئے۔ کہنے لگے، کچھ نہیں صرف مزاج پرسی کے لئے آیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ عنایت و نوازش۔ تھوڑی دیر کے بعد اعلیٰ حضرت نے پھر فرمایا کہ کوئی کام ہو تو فرمائیں۔ کہنے لگے کچھ نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے مٹھائی کا برتن گھر میں بھجوادیا۔ اس کے بعد وہ صاحب کہنے لگے کہ ایک تعویذ چاہیئے تھا حضور عنایت فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے فرمایا۔ بھائی میں نے آپ سے تین مرتبہ پوچھا کہ کوئی کام ہو تو بتائیں مگر آپ نے ہر دفعہ یہی کہا کہ کچھ نہیں۔ اچھا تشریف رکھیں۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان کو تعویذ عطا فرمایا اور ساتھ ہی گھر میں سے مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر ان کو واپس کرتے ہوئے فرمایا۔ اس مٹھائی کو اپنے ساتھ لیتے جایئے گا کیونکہ میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے۔ وہ صاحب بہت کچھ معذرت کرتے رہے مگر اعلیٰ حضرت نے ان کی معذرت کو قبول نہیں کیا چنانچہ ان کو اپنی مٹھائی اپنے ساتھ واپس لے جانا پڑی۔

میں علم نہیں بیچتا ہوں

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے جہانگیر خاں دوکاندار سے بٹی کے تیل کا ایک کنستر خرید فرمایا۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے قیمت دریافت فرمائی تو دوکاندار صاحب کہنے لگے۔ دیسے

تو اس کی قیمت زیادہ ہے مگر آپ سے اتنی کم لے لوں گا اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ مجھ سے وہی قیمت لیجئے جو آپ سب سے لیتے ہیں۔ جہانگیر خاں نے عرض کیا۔ حضور والا میرے بزرگ اور عالم ہیں آپ سے عام قیمت کیسے لے سکتا ہوں۔؟ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ میں بزرگی یا علم فروخت نہیں کرتا ہوں اور اس کے بعد عام بھاؤ کے مطابق ان کو قیمت ادا فرمائی۔

ادبی لطیفے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کی شان میں ذرہ برابر سوء ادبی گوارا نہیں تھی۔ مصنف کی نیت اچھی بھی ہو اور اس کے الفاظ سے بے ادبی کا اظہار ہوتا ہو تو اعلیٰ حضرت کی پیشانی پر بل پڑ جاتے تھے اور آپ اپنی ناگواری کا اظہار اسی وقت اپنے قلم سے ظاہر فرما دیتے تھے چنانچہ بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو مستقل ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ چند واقعات بطور نمونہ بیان کئے جا رہے ہیں۔

آریہ دھرم پرچار

آریہ سماجیوں کی طرف سے شدھی کی تحریک کے زمانہ میں کسی متعصب آریہ نے ایک کتاب لکھی جس میں اپنے دھرم کو صحیح ثابت کرنے اور اسلام کے خلاف زمین آسمان کے قلابے ملائے چونکہ اعلیٰ حضرت اپنے خلفاء کے ذریعہ اس تحریک کا مقابلہ فرما رہے تھے آریہ نے کتاب کا ایک نسخہ بذریعہ ڈاک اعلیٰ حضرت کو بھی بھیج دیا۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کو موصول ہوئی تو آپ نے ملاحظہ فرمائی اور حاضرین کی موجودگی میں کتاب کے نام کے آگے ایک لفظ "حرف" جلی قلم سے بڑھا کر سب کے سامنے پیش کر دیا۔ سب نے کتاب کا نام پڑھا تو حیران رہ گئے لکھا تھا کہ "آریہ دھرم پرچار حرف" اس کے بعد کتاب کے حاشیہ پر آپ نے اس کا رد تحریر فرمایا۔ جسے آپ کے خلفاء مقررین نے اپنے جلسوں میں پیش کیا اور آریہ دھرم والے لاجواب ہو کر رہ گئے۔

جناس الاجناس

کسی شیعہ مذہب کے پیرو نے مذہب شیعہ کی حمایت اور خلفاء راشدین کی مخالفت میں

ایک کتاب لکھی اور اس کا نام "جناس الاجناس" رکھا۔ کتاب میں عربی ادب اور صنائع بدائع پر خاصا زور دیا گیا تھا اور اپنے خیال میں کتاب کو ادبی حیثیت سے ہر طرح مزین کیا گیا تھا۔ یہ کتاب جب اعلیٰ حضرت کو موصول ہوئی تو آپ نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور اپنے علم سے بڑی خوب صورتی کے ساتھ کتاب کے نام کو اس طرح بنا دیا کہ پڑھنے والوں کی سمجھ میں "انجاس الخناس" آتا تھا، پوری محفل اعلیٰ حضرت کے اس ادبی لطیفے پر جھوم اٹھی۔

مولوی خرم علی بلہوری

مولوی امجد رضا خاں صاحب کا بیان ہے کہ میں اعلیٰ حضرت کا کتب خانہ درست کر رہا تھا کہ ایک کتاب ہاتھ میں آئی جو مولوی خرم علی بلہوری کی تصنیف تھی اور اس کا نام نصیحت المسلمین تھا اور مصنف کا نام اس طرح لکھا ہوا تھا کہ مولوی خرمعلی بلہوری۔ یہ مولوی صاحب چونکہ غیر مقلد تھے ان کی یہ کتاب پوری کی پوری تقلید کے رد اور شان رسالت و بندگان دین کی تنقیص شان سے بھری ہوئی تھی۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت کس طرح نظر انداز فرماتے۔ آپ نے کتاب کے نام کو نصیحت المسلمین کے بجائے "فضیحت المسلمین" بنا دیا اور مصنف کا نام اس طرح بنا دیا کہ پڑھنے والے ہنسی سے لوٹ گئے۔ مولوی خرمُعلّیٰ بلہوری تھا۔

تقویۃ الایمان

مولوی اسمٰعیل شہید دہلوی کی مشہور زمانہ کتاب کا نام "تقویۃ الایمان" ہے۔ مولوی صاحب نے اس کتاب میں آیات و احادیث کا جو مطلب بیان کیا ہے اور شرک و بدعت کے خلاف جو دلائل دیئے ہیں ان سے انبیاء کرام اور بزرگان دین کی توہین کا پہلو بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں موجود تھی مگر اس کے نام میں ق کے دو نقطوں کو ملا کر ایک کر دیا گیا تھا اور پڑھنے والے تفویۃ الایمان پڑھتے تھے۔

حفظ الایمان

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مشہور عالم ہیں مگر ان کی بعض تحریروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین موجود ہے خصوصاً مسئلہ علم غیب وغیرہ میں۔ اعلیٰ حضرت

کے سامنے جب مولوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان آئی اور اس میں حضور کے علم غیب کے سلسلہ میں انتہائی مذموم عبارت پر آپ کی نظر گئی تو آپ نے کتاب کا نام کچھ اس طرح بتا دیا کہ "خبط الایمان" معلوم ہوتا تھا۔

سَبِیْلُ الرَّشَاد

یہ مختصر رسالہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا تالیف کردہ ہے۔ اس رسالہ میں مولوی صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے توہین و تنقیص کا اظہار ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جب اس رسالہ کو ملاحظہ فرمایا تو نام سے پہلے قرآن کریم کی پوری آیت لکھ دی جس میں فرعون کا قول بیان کیا گیا ہے۔ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا اُرِیْکُمْ اِلَّا مَا اَرٰی وَمَا اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَاد۔ (ترجمہ) کہا فرعون نے نہیں دکھلاتا ہیں تم کو مگر جو کچھ میں دیکھتا ہوں اور نہیں بتاتا ہیں تم کو راہ مگر بھلائی کی۔ (سورۂ مومن)

اعلیٰ حضرت کی وفات

موت سے کس کو رستگاری ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ فرمان باری ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو بقا ہے، باقی اس کائنات کی ہر شئی فنا ہونے والی ہے۔ حقیقی زندگی موت سے گذرنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ زندگی حسن عمل کے لئے ایک وقفہ ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۰ قرآن کریم کا کھلا اور واضح اعلان ہے۔ اعلیٰ حضرت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ آپ نے بھی پچھلے بزرگوں کی طرح موت کے قانون کی پابندی کی۔ اور حکم الٰہی کے ساتھ اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنی پوری زندگی انتہائی مصروف گذاری۔ ۱۷ سال کی عمر سے علم و عمل کی دنیا میں جو قدم رکھا وہ آخری سانس تک قائم رہا۔ درس و تدریس، فتویٰ نویسی، تصنیف و تالیف، وعظ و تقاریر، مناظرے اور مباحثے، تبلیغ و مطالعہ اور بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت" یہ وہ کام تھے جو شروع سے آخر تک کبھی بند نہیں ہوئے، چونکہ موت ایک بہانہ چاہتی ہے اس لئے کاموں کی کثرت نے اعلیٰ حضرت کو بھی دن بہ دن صحت سے دور اور موت سے قریب کر دیا، اور آخر وہ وقت آہی گیا جبکہ توحید کے علم بردار، قاطع شرک و

بدعت، عاشق رسول، مطیع شریعت، آشنائے رموزِ سلوک و طریقت، شاعر رسالت مآب، ماہر علوم دینیات اور ہم آغوش تجلی معرفت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تھوڑی بہت بیماری تو چلتی ہی رہتی ہے مگر ۱۳۳۹ھ کے آخر میں درد پہلو کی شکایت پیدا ہوئی۔ معالجوں نے تبدیلی آب و ہوا کا مشورہ دیا۔ اعلیٰ حضرت نہیں چاہتے تھے کہ محض صحت حاصل کرنے کے خیال سے کوئی سفر اختیار کریں مگر عقیدت مندوں نے اصرار کیا اور آپ بھوالی تشریف لے گئے۔ اس پہاڑ کی آب و ہوا نے کچھ اچھا اثر کیا اور آپ تھوڑے دن قیام کے بعد ۱۲ محرم ۱۳۴۰ھ کو بھوالی سے بریلی تشریف لے آئے۔ بظاہر صحت اچھی معلوم ہوتی تھی مگر حقیقت میں پیمانہ حیات لبریز ہوتا جا رہا تھا۔

اہل نظر اس صورت حال کو سمجھ رہے تھے اور اس بات کی کوشش کر رہے تھے کہ جو شمع بجھنے کے قریب ہے اس کی روشنی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بڑی کثرت سے لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور بیعت و زیارت سے مستفیض ہوئے۔ جیسے جیسے اعلیٰ حضرت کے ضعف و نقاہت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا، آپ پر رقت طاری ہوتی جاتی تھی اور ایک ایسے مسافر کی سی حالت معلوم ہوتی تھی جو اپنی آخری منزل پر پہنچنے کے شوق میں بے چینی سے سواری کا انتظار کر رہا ہو۔ اکثر اوقات آنکھیں اشکبار نظر آتی تھیں، خود بھی خوف آخرت سے روتے تھے اور حاضرین کو بھی رلاتے تھے۔ اس زمانہ کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی زبان فیض ترجمان پر دو باتیں اکثر آتی رہتی تھیں۔ ایک یہ کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا اس نے سب کچھ حاصل کر لیا، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ بخش دے تو اس کا فضل ہے اور نہ بخشے تو اس کا عدل ہے۔ یہ روایت بھی سلطان الواعظین کی ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنی موت کی ساعت سے بہت پہلے مطلع ہو چکے تھے چنانچہ آپ اپنی منجھلی صاحبزادی جن کا نام "کنیز حسن" تھا اور جو سخت علیل ہو کر نینی تال میں بغرض علاج مقیم تھیں، ان سے اکثر فرماتے رہتے تھے کہ "بیٹی میں تمہارا داغ نہیں دیکھوں گا"۔ اور یہی ہوا کہ وہ اعلیٰ حضرت کی وفات کے ۲۷ دن بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور اعلیٰ حضرت کو ان کی وفات کا غم نہیں دیکھنا پڑا۔

اعلیٰ حضرت کی وفات سے ایک ہفتہ پہلے مولانا عبدالاحد صاحب لکھنؤ سے و طبیب لیکر

آئے جن میں ایک صاحب کا نام حکیم عبد المعید تھا، دونوں نے مقامی اطباء اور علماء کی موجودگی میں اعلیٰ حضرت کا معائنہ کیا اور باہر آکر حاضرین سے کہا کہ حالات نازک صورت اختیار کر چکے ہیں اور آفتاب علم و عمل بڑی تیزی سے غروب کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اس کے بعد جب اطباء صاحبان اندر رخصتی سلام کے لئے حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت نے مسکراتے ہوئے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، آپ نے بڑی نوازش فرمائی اور اب زحمت کی ضرورت نہیں ہوگی۔

وفات سے دو دن پہلے جبکہ اعلیٰ حضرت کو شدید بخار موجود تھا، حکیم حسین رضا خاں ابن مولانا حسن رضا خاں جو اعلیٰ حضرت کے داماد بھی ہوتے تھے، انہوں نے حضرت کی نبض دیکھی اور ان کے چہرے پر اُداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ کیا بات ہے؟ حکیم صاحب نے عرض کیا حضور! کمزوری زیادہ ہے جس کی وجہ سے نبض نہیں مل رہی ہے۔ ارشاد فرمایا: "آج کیا دن ہے"؟ عرض کیا گیا کہ آج بدھ ہے، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا "جمعہ تو پرسوں ہے"۔ اور اس کے بعد آپ نے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل کا ورد شروع کر دیا اور دیر تک اس وظیفہ میں مشغول رہے۔

بدھ کا دن قدرے خیریت سے گذر گیا لیکن رات کا ابتدائی حصہ نکلتے ہی بے چینی بڑھ گئی۔ خدام حضرات جو ہر آن حاضر خدمت تھے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم لوگوں کو آج پاس سے بالکل ہٹنا نہیں چاہیئے، اعلیٰ حضرت نے آنکھیں کھولیں اور جان نثاروں کو ایک نظر دیکھ کر فرمایا، "یہ وہ رات نہیں ہے جس کا آپ لوگ خیال کر رہے ہیں، آپ حضرات جائیں اور آرام فرمائیں"۔ اعلیٰ حضرت رات بھر یادِ الٰہی میں مشغول رہے، جب بھی کلمات سننے کی کوشش کی گئی تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد جاری نظر آیا۔ جمعرات کا دن اور جمعہ کی شب بھی گذر گئی۔

جمعہ کی صبح نمودار ہو رہی تھی کہ اعلیٰ حضرت نے حاضرین سے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو خوش رکھے اور ایمان و عمل کی دولت سے سرفراز فرمائے، آپ کو یاد ہوگا کہ گذشتہ جمعہ کی نماز.... ادا کرنے کے لئے مسجد میں کرسی پر گیا تھا اور آج چار پائی پر جاؤنگا"۔ اس ارشاد کو سن کر حاضرین اور اہل خانہ میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ بہت سی آنکھیں آنسو بہانے لگیں اور بہتوں نے اپنے پیر و مرشد کی صحت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھا دیئے مگر اللہ تعالیٰ کے احکام میں اس سے کیا فرق آتا ہے۔ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ کا فرمان اٹل ہے۔ دھوپ خاصی پھیل چکی تھی، آفتاب اپنی منزلیں بلا توقف طے کرنے میں مصروف تھا۔ اعلیٰ حضرت

اپنے بستر سے اور قریب ہی بڑی ہوئی چوکی پر تشریف لے گئے۔ باوجود انتہائی کمزوری اور نقاہت کے شوق لقائے رب نے جسم میں خصوصی قوت پیدا کردی تھی اور آپ گاؤ تکیہ کے سہارے چوکی پر بیٹھ گئے۔ قلم دوات کاغذ موجود تھا پہلے جائیداد کے متعلق وقف نامہ کی تکمیل فرمائی تاکہ وارثین کے درمیان اختلاف کی صورت پیدا نہ ہو۔ اور جب اس سے فارغ ہو گئے تو آپ نے وصیت نامہ مرتب فرمایا۔ تمام ضروری اہم وصیتوں کو حوالہ قلم فرما کر بستر پر تشریف لائے۔ صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ سب کے اصرار کے باوجود کوئی چیز نہیں کھائی البتہ ٹھنڈا پانی ضرور پیتے رہے۔ آفتاب کو زوال سے گذرے خاصی دیر ہو چکی تھی اور مسجد میں جمعہ کی اذان کا اہتمام ہو رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت پر ایک آن کے لئے غفلت طاری نہیں ہوئی اور آپ مسلسل احادیث کی دعائیں تلاوت فرما رہے تھے۔ کبھی زبان سے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل ارشاد فرماتے اور کبھی درود شریف کی صدائیں بلند ہوتیں۔

مولانا عبدالاحد صاحب پیلی بھیتی بیان فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے گھڑی ملاحظہ فرمائی اور ۲ بجے ارشاد فرمایا کہ سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد کی تلاوت کی جائے۔ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان نے تعمیل حکم میں پہلے سورۂ یٰسین کی تلاوت کی اس کے بعد سورۂ رعد پڑھی۔ والد ماجد کی آخری سانسوں کو دیکھتے ہوئے ان پر غلبۂ غم کا اثر اتنا نمایاں تھا کہ دوران تلاوت بعض مقامات پر رکے اور بعض جگہ الفاظ پورے طور پر ادا نہ ہو سکے۔ اعلیٰ حضرت نے وہ آیات خود تلاوت کر کے بتائیں۔ ٹھیک ڈھائی بجے اعلیٰ حضرت کی تعمیر کردہ مسجد سے مؤذن کے اذان کہنے کی آواز آئی۔ اعلیٰ حضرت نے بلند آواز سے اللّٰہ اکبر کہا اور کلمات اذان کو دہراتے رہے اور جب مؤذن نے حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کی صدا بلند کی تو اعلیٰ حضرت نے پورا کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں تشریف لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰

تاریخ وفات حسرت آیات

اعلیٰ حضرت نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس دن عیسوی سن کے حساب سے (۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) کی تاریخ تھی۔ سب سے پہلی تاریخ وفات خود اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں کہی تھی جو قرآن کریم کی اس آیت سے نکلتی ہے وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّاَکْوَابٍ۔ خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لئے ان کو

گھیرے ہیں (سورۂ دہر) اس سلسلہ میں مولانا عبدالحی صاحب مرحوم ابن مولانا عبداللطیف صاحبؒ برادر خورد مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتیؒ کی یہ روایت اکثر علماء کو بیان کرتے سنا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی وفات کے بعد آپ کے سرہانے سے ایک کاغذ برآمد ہوا جس پر اعلیٰ حضرت نے اپنے قلم سے مندرجہ بالا آیت شریفہ لکھنے کے بعد تحریر فرمایا تھا کہ اس آیت سے میری تاریخ وفات نکلتی ہے اور اگر واؤ کو ہٹا دیا جائے یعنی بلا واؤ کے آیت پڑھی جائے تو نامور عالم مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتیؒ کی تاریخ وفات (۱۳۳۴ھ) برآمد ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی وفات شریف پر بہت سے لوگوں نے تاریخیں کہیں جن میں قاضی خلیل الدین حسن المعروف حافظ پیلی بھیتی کی کہی ہوئی تاریخیں بہت پسند کی گئیں۔ اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر اور جانشین مولانا حامد رضا خاں صاحبؒ نے "رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" سے تاریخ وفات نکالی۔ اسی طرح "امام الہدیٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمۃ" سے عیسوی سن تاریخ ۱۹۲۱ء نکلتا ہے۔

تکفین وتدفین

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عمر شریف ہجری سن کے حساب سے ۶۸ برس کے قریب ہوئی ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۴۰ھ میں وفات فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مصداق بنے کہ "میری امت کے اکثر لوگ ساٹھ اور ستر کے درمیان دنیا سے رخصت ہوں گے"۔ فیروز سنز لاہور کا مطبوعہ کتابچہ جس کو منظہر عرفانی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت کی عمر ۶۳ برس کی بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ۶۳ سال کی عمر میں وصال فرمایا تھا۔ اور علامہ اقبال نے بھی آرزو کے مطابق ۶۳ سال پائے، یہ کسی طرح صحیح نہیں ہے جبکہ خود اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں تاریخ ولادت ۱۲۷۲ھ بیان کی گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی وفات کی خبر بڑی جلدی بریلی شہر اور مضافات کے دیہات اور شہروں میں پھیل گئی اور لوگ ہر طرف سے دولت خانہ پر پہنچنے لگے۔ علماء اور عوام سبھی میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی اور عقیدت مند دریائے غم میں ڈوبے ہوئے آنسو بہانے میں مصروف

تھے۔ وصیت کے مطابق تکفین وتدفین میں دیر نہیں کی گئی۔ غسل کا انتظام کیا گیا۔ علماء، حفاظ اور مشائخین وسادات کرام نے اس کام میں خاص طور پر حصہ لیا مولانا امجد علی صاحب انصاری اعظمی نے اعلیٰ حضرت کو غسل دیا۔ مولانا سید سلیمان اشرف، مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی، مولانا سید محمود جان، حافظ امیر حسن صاحبان ان کے معاون رہے۔ مولانا محمد رضا خاں صاحب پانی ڈالتے رہے، ابوالبرکات مولانا سید احمد لاہوری اور حکیم حسنین رضا خاں پانی دینے میں مصروف رہے۔ مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب وصیت کے مطابق غسل کے دوران دعائیں پڑھ رہے تھے۔ مولانا محمد رضا خاں صاحب نے غسل کے بعد مواضع سجود پر کافور لگایا۔ مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے کفن بچھانے اور پہنانے کی خدمت انجام دی مدینہ طیبہ سے تشریف لائے ہوئے ایک صاحب نے آب زمزم اور عطر پیش کیا جسے کفن پر لگا دیا گیا۔ تکفین سے فارغ ہو کر میت کو آپ کی نشست گاہ میں رکھ دیا گیا جہاں دیر تک مریدین وعقیدت مند اعلیٰ حضرت کے آخری دیدار سے فیض حاصل کرتے رہے۔ سید اظہر علی صاحب آغوش لحد تیار کر چکے تو میت اٹھائی گئی۔

جلوس جنازہ

بریلی میں پہلے بھی بہت سے علماء، رؤساء اور حکام کی میتیں اٹھ چکی تھیں مگر لوگ کہتے ہیں کہ روہیل کھنڈ کے نواب حافظ الملک حافظ رحمت خاں علیہ الرحمۃ کے بعد اس دھوم سے کسی کے جنازہ کا جلوس نہیں گذرا۔ یہ عاشق رسول کی میت تھی اور ناموس مصطفےٰ کے محافظ کے جنازہ کا جلوس تھا۔ مسلمان پروانہ وار ٹوٹے پڑ رہے تھے اور کاندھا دینے والوں کی بے چینی اور ان کی جدوجہد دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ کلمہ شہادت اور درود شریف ساتھ چلنے والوں کے لبوں پر جاری تھا۔ جنازہ کے آگے آگے پابند شریعت میلاد خواں حضرات وظیفہ قادریہ اور قصیدۂ درود پڑھتے جا رہے تھے۔ جدھر نظر اٹھاؤ عقیدت مندوں کا موجیں مارتا ایک سمندر تھا جو میت کے ساتھ ساتھ بہتا نظر آتا تھا۔ دوکانیں بند ہو گئیں تھیں اور بازار سنسان پڑے تھے۔ رام پور، بدایوں، آنولہ، بہیڑی اور پیلی بھیت کے مسلمان بڑی تعداد میں جنازہ میں شریک ہونے بریلی پہنچ گئے تھے۔ راستے میں مکانوں کی چھتوں پر لوگ جمع تھے اور عاشق رسول کے جلوس کو دیکھ کر عقیدت کے پھول برسا رہے تھے

ان کی آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں اور دل غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔

جنازہ عیدگاہ میں پہنچا، صفیں درست ہوئیں۔ آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ اس لئے کچھ دیر انتظار کیا گیا۔ وصیت کے مطابق حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی، دیر تک لوگ کفن ہٹا کے چہرہ مبارک کا آخری دیدار کرتے رہے۔ اس کے بعد جنازہ کو جلوس ہی کی صورت میں گھر پہ واپس لایا گیا اور مسجد کی شرقی سبیل کے سامنے گلی میں دائمی آرام گاہ میں سُلا دیا گیا۔ جہاں دور دراز سے آنے والے عقیدت مند ہفتوں تک عقیدت کے پھول برساتے رہے اور تلاوت کرنے والوں کا سلسلہ کبھی ٹوٹتا نہیں تھا۔

وصیّت نامہ

اعلیٰ حضرت نے وفات سے چار ماہ پیشتر ہی سفر آخرت کی اطلاع دے دی تھی۔ اور تعلیم و تربیت کے علاوہ ضروری وصیتیں بھی فرماتے رہتے تھے مگر آخر وقت میں اس خیال سے کہ شاید لوگ بھول گئے ہوں آپ نے باقاعدہ وصیت نامہ تحریر فرمایا تاکہ بھولنے کا کوئی امکان نہ رہے۔ وصیت نامہ میں جو چیزیں مرتب فرمائیں ان کو اختصار کے ساتھ دیا جا رہا ہے۔ (۱) نزع کے عالم میں کارڈ، لفافہ، روپیہ پیسہ، تصویر، ناپاک آدمی جسے غسل کی حاجت ہو، حائضہ عورت اور کتا مکان میں نہ آنے پاوے (۲) سورہ یٰسین اور رعد سینے پر دم آنے تک برابر پڑھی جائیں۔ اور درود شریف بھی متواتر پڑھتے رہیں اور رونے والے بچوں کو دور رکھا جائے۔ (۳) قبض روح کے بعد آنکھیں فوراً بند کر دی جائیں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہہ کر نزع کے عالم میں ٹھنڈا پانی پلایا جائے اور رونا مطلقاً بند رکھا جائے (۴) غسل مطابق سنّت کے دیا جائے، مولانا حامد رضا خان نماز جنازہ پڑھائیں اور اگر وہ فتوٰی میں تحریر کردہ دعائیں یاد نہ کر سکیں تو مولانا امجد علی صاحب نماز پڑھائیں (۵) جنازہ میں بلاوجہ دیر نہ لگائی جائے اور جنازہ کے آگے آگے "وظیفہ قادریہ" اور میری نعت "تم پہ کروڑوں درود" پڑھی جائے (۶) میری ذات سے متعلق کوئی مدحیہ شعر ہرگز نہ پڑھا جائے۔ (۷) قبر میں آہستہ سے اتاریں، پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ

لگا دیں۔ داہنی کروٹ پر وظیفہ قادریہ پڑھ کر لٹائیں۔ (۸) قبر پر اتارچ ہرگز نہ لے جائیں اور قبر تیار ہونے تک یہ دعا بار بار پڑھتے رہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ عَبْدَکَ ھٰذَا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ بِجَاہِ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (۹) جب قبر تیار ہو جائے تو سرہانے کی طرف الٓمٓ سے مفلحون تک پڑھیں اور پائنتی کی جانب اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورۃ تک پڑھیں مولانا حامد رضا خاں قبر پر سات مرتبہ اذان دیں۔ تلقین کرنے والے قبر کے مواجہہ میں تین بار تلقین کریں اور نصف گھنٹہ تک قبر پر مواجہہ میں درود شریف بلند آواز سے پڑھا جائے اور ممکن ہو سکے تو تین رات دن متواتر بلند آواز سے تلاوت قرآن کریم اور درود شریف پڑھوائیں تاکہ اس نئے مکان میں دل لگ جائے (۱۰) کفن خلاف سنت نہ ہو۔ (۱۱) میری فاتحہ کا کھانا صرف غریبوں کو کھلایا جائے، (۱۲) فاتحہ جلدی جلدی منعقد کی جائے اور طویل وقفہ نہ ہونے پائے اور فاتحہ میں اچھی عمدہ اور نفیس کھانے کی چیزوں کا اہتمام کیا جائے اس میں کوئی ہرج نہیں ہے (۱۳) حامد رضا خاں ننھے میاں سے اپنا دل صاف رکھیں ورنہ میری روح ناراض ہو گی۔ (۱۴) سب بھائی اتفاق و اتحاد سے رہیں۔ شریعت کا اتباع نہ چھوڑیں اور جس دین (دین مصطفےٰ) پر میں چلا ہوں اسی پر چلیں۔

اعلیٰ حضرت کی اولاد

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ کا نام حسینی خانم تھا اور وہ اسفندیار بیگ کی صاحبزادی تھیں۔ ان مرحومہ سے جو اولادیں ہوئیں ان میں سب سے بڑے اعلیٰ حضرت تھے، ان سے چھوٹے مولانا حسن رضا خاں صاحب اور تیسرے صاحبزادے مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں تھے۔ اعلیٰ حضرت کی شادی ۱۲۹۱ھ میں شیخ فضل حسین صاحب عثمانی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن کا نام ارشاد بیگم تھا۔

اعلیٰ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے سات اولادیں عطا فرمائی تھیں۔ دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں۔ صاحبزادوں کے نام مولانا حامد رضا خاں صاحب اور مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب تھے۔ صاحبزادیوں کے نام مصطفائی بیگم، کنیز حسن، کنیز حسین،

کنیز حسنین اور مرتضائی بیگم تھے۔

مولانا حامد رضا خاں کی شادی پھوپھی زاد بہن کنیز عائشہ ہمشیرہ شاہد علی خاں سے ہوئی تھی جن سے دو صاحبزادے ابراہیم رضا خاں اور حماد رضا خاں کے نام مشہور ہیں۔ مولانا مصطفےٰ رضا خاں کی شادی چچا زاد بہن سے ہوئی تھی جو مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں کی صاحبزادی تھیں۔ ان سے کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ مصطفائی بیگم کی شادی اعلیٰحضرت کے بھانجے حاجی شاہد علی خاں سے ہوئی تھی۔ کنیز حسن کی شادی حمید اللہ خاں مقیم شہر کہنہ بریلی سے ہوئی تھی۔ کنیز حسین حکیم حسین رضا خاں ابن مولانا حسن رضا خاں سے منسوب ہوئی تھیں، چوتھی صاحبزادی کنیز حسنین کی شادی بھی مولانا حسن رضا خاں کے فرزند مولوی حسنین رضا خاں سے ہوئی تھی۔ پانچویں صاحبزادی مرتضائی بیگم مجید اللہ خاں سے منسوب ہوئی تھیں جو حاجی احمد اللہ خاں کے فرزند اور حمید اللہ خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ اعلیٰحضرت کے پوتے مولوی ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں کی شادی مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

اعلیٰحضرت کے جانشین

اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے پہلے جانشین ان کے نامور فرزند مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قرار پائے تھے۔ حضرت موصوف نے بائیس سال کے قریب اپنے والد ماجد کی جگہ مسند ارشاد و ہدایت کو رونق بخشی۔ وہ علم و عمل اور حسن اخلاق و عادات میں یکتائے زمانہ تھے۔ انہوں نے اعلیٰحضرت سے براہِ راست اکتساب علم اور روحانی فیوض حاصل کئے تھے۔ ظاہری وضع قطع اور پسندیدہ عادات و خصائل میں ان کی ذات اعلیٰحضرت کا عکس ثانی تھی۔ علم و نظر کی گہرائیوں کے ساتھ سنت نبوی کی پیروی ان کا سب سے پسندیدہ اور محبوب مشغلہ تھا۔ بات چیت آمد و رفت، نشست و برخاست اور اہل عقیدت سے ملنے جلنے میں اکثر حضرات کو اعلیٰحضرت کا خیال آتا تھا اور مریدین ان کو دیکھکر اعلیٰحضرت کے دیدار کا لطف حاصل کیا کرتے تھے۔ علمائے اہل سنت نے ان کو حجۃ الاسلام کے لقب سے سرفراز کیا تھا۔ جب تک حیات رہے اعلیٰحضرت کے نقش قدم کو اپنائے رہے اور تمام

طور طریقے وہی قائم رکھے جو اعلیٰ حضرت کے قائم کردہ تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے والد ماجد کے مریدوں سے گہرا اُنس تھا اور وہ ان کے ساتھ بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ مریدین میں علماء و مشائخ کا احترام ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے اور ان کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ میں حضرت دنیا سے تشریف لے گئے۔ چاہنے والوں اور عام مسلمانوں کے لئے ان کی وفات ایک حادثہ تھی جسے مدتوں لوگ نہیں بھلا سکے۔ وہ ۲۲ سال میں دس بارہ مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی عادت کے مطابق سب سے پہلے حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کے لئے تشریف لے جاتے اور وہی جگہ قیام فرماتے۔ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب کے مکان پر یا مولوی عبدالحق صاحب کرگیتوی کے یہاں! آخر میں ان دونوں حضرات کی وفات کے بعد آپ کا قیام مولوی محمد ابراہیم صاحب کی کوٹھی میں محدث سورتی کے مزار کے قریب ہوا کرتا تھا۔ پیلی بھیت میں آپ کی تشریف آوری اور چند روزہ قیام مسلمانوں کے لئے بہت بڑی خوشی کا باعث ہوتے تھے۔ ہر آن اہلِ عقیدت گھیرے رہتے تھے اور قدم قدم پر لوگ پروانہ وار نثار ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت رض، صحابہ کرام رض اور بزرگان دین کے ادب و احترام کے قیام میں آپ ہمیشہ مصروف منہمک رہے اور اعلیٰ حضرت کے قائم کردہ مدرسہ اور ان کی تصانیف و فتاویٰ کی ترتیب و اشاعت کی جانب خصوصی توجہ فرماتے رہے۔ آپ کی حیات میں اعلیٰ حضرت کی وفات اور جُدائی کا غم بڑی حد تک لوگ محسوس نہیں کرتے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی علمی و رُوحانی زندگی پر ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اگر چاہنے والوں میں کوئی قدم اٹھاتا تو یہ بڑا کارنامہ ہوتا۔

اعلیٰ حضرت کے دوسرے جانشین مولوی ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں تھے جو اپنے والد حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحبؒ کی وفات کے بعد مسند نشین ہوئے اور تقریباً دس سال اس اعزاز کے حامل رہے۔ وہ علمی و روحانی فیوض جو اعلیٰ حضرت اور حضرت حجۃ الاسلام سے اللہ کے بندوں کو پہنچ رہے تھے، بڑی حد تک رک گئے اور لوگ اس خلا کو بڑی شدت سے محسوس کرنے لگے۔ اعلیٰ حضرت کی مسند پر

بیٹھنے والے کو جس درجہ علم و نظر اور حُسنِ عمل میں ممتاز ہونا چاہیئے تھا، مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب اس کے لئے موزوں نہیں تھے مگر کیا کیا جائے باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی کی رسم عام کو نظر انداز نہیں کیا جا سکا۔ مرحوم نے دس سال کے قریب اس مسند کو سنبھالا اور اپنے علم و نظر اور کوششوں کی حد تک خدمت میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

مولوی ابراہیم رضا خاں صاحبؒ کی وفات کے بعد اہل نظر نے بڑی دانائی کا ثبوت دیا اور اعلیٰ حضرت کی مسند کو زینت بخشنے کے لئے اعلیٰ حضرت کے دوسرے جلیل القدر فرزند حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کا انتخاب کیا۔ حضرت مفتی اعظم کی مسند نشینی نے بریلی کی سونی فضاؤں میں از سر نو تازگی پیدا کر دی۔ اور جس خلا کا احساس اہلِ علم حضرات کو محسوس ہو رہا تھا وہ دُور ہو گیا۔ حضرت مفتی اعظم کی ذات علمی و روحانی اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا نقش کامل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم صلاحیتوں سے نوازا ہے اور پورے پاک و ہند کے مسلمان ان کی ذات سے روحانی اور علمی استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت موصوف کی عالمانہ نظر کا اعتراف اپنے اور پرائے سبھی کو ہے۔ اعلیٰ حضرت کا قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام اور اعلیٰ حضرت کی تصانیف جن کی اشاعت اور ترقی کا سلسلہ رُک سا گیا تھا۔ حضرت مصطفےٰ رضا خاں صاحب کے مسند اعلیٰ حضرت پر آنے سے دوبارہ جاری ہو گیا۔

علمی اور روحانی اعتبار سے آپ کے کارناموں کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بریلی میں بی بی جی کی عالیشان مسجد میں آپ کا قائم کردہ دینی مدرسہ "منظر اسلام" عرصہ سے خدمت علم دین میں مصروف ہے۔ پاک و ہند کے صدہا حضرات اس مدرسے سے مستفیض ہو کر مختلف علاقوں میں اشاعت علوم اسلامیہ اور تبلیغ عقائد حقہ میں شب و روز منہمک ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات، عقائد اور مسلک کی اشاعت میں حضرت مفتی اعظم کی مساعی تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے ملفوظات جن کے مطالعہ سے ایک قاری اعلیٰ حضرت کے مسلک اور ان کے علم و نظر سے واقفیت حاصل کرتا ہے، آپ ہی کی ترتیب و تالیف کا نتیجہ ہیں۔ کسی بزرگ کے ارشاد ہی قیمتی و علمی سرمایہ ہوتے ہیں اگر وہ ضائع ہو جائیں یا ان کی تالیف و ترتیب کی طرف سے لاپرواہی برتی جائے تو

بے شمار باتوں پر پردہ پڑا رہتا ہے اور کسی شخص کے لئے اس بزرگ کی شخصیت کو سمجھنا مشکل اور ناممکن ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت سے محبت کرنے والے حضرت مفتی اعظم کی اس کوشش کے لئے ہمیشہ مرہون منت رہیں گے۔

حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب المعروف مصطفےٰ میاں مدظلہ العالی اس زیر نظر سوانح حیات کی تالیف وترتیب کے وقت تک (ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۹۰ھ) اعلیٰ حضرت کے جانشین ہیں اور پاک وہند میں اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں کے لئے ان کی ذات مرکز محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کی ذات سے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات، مدرسہ منظر اسلام اور اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اللہ کے بندوں کو اس کے ذریعہ فائدہ پہنچانے کی سعادت عطا فرمائے۔ راقم الحروف کو پیلی بھیت اور بریلی شریف میں حضرت کو بہت قریب سے دیکھنے، پاس بیٹھنے اور علمی استفادہ کا موقعہ ملا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشین اول حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے دیکھنے کے بعد جب ایک شخص حضرت مفتی اعظم کو دیکھتا ہے تو ایسا محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں بزرگوں کی صفات حضرت مفتی اعظم میں جمع فرمادی ہیں۔ بلاشبہ ان کی ذات سنت نبویؐ کا ایمان افروز مجسمہ اور اعلیٰ حضرت کا حسین و جمیل نقش معلوم ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے خلفاء

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے ایک سو سے زائد حضرات کو خلافت نامے عطا فرمائے۔ یہ سب وہ حضرات تھے جن کو علوم دین سے واقفیت تھی اور ان کی ظاہری و باطنی زندگی سنت رسولؐ کے مطابق تھی۔ درحقیقت اعلیٰ حضرت صحیح معنی میں مالک سلوک وطریقت تھے۔ وہ نام نہاد صوفیانہ سلسلہ اور زندگی کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ کتاب وسنت کی پیروی ان کے نزدیک سب سے بڑی کرامت اور فقیری تھی۔ عشق رسولؐ اور اہل بیت واصحابؓ کی محبت اور ان کے نقش قدم کی پیروی سے ہٹ کر سلوک کے کسی طریقے کو وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صرف ان

ہی حضرات کو اجازت و خلافت سے نوازتے تھے جن کی زندگیاں علم و عمل کے اعتبار سے مکمل ہوتی تھیں۔ اس مختصر تذکرہ میں اتنی گنجائش تو نہیں ہے کہ جملہ خلفائے کرام کا ذکر خیر کیا جائے اس لئے مشاہیر خلفاء کے ذکر پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

مولانا شاہ حامد رضا خاںؒ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے فرزند اکبر اور آپ کے نامور خلیفہ اور جانشین اول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اعتبار سے آپ کو ایک جامع اور کامل شخصیت سے ممتاز فرمایا تھا۔ علم دین کے فروغ اور قادریہ سلسلہ کی اشاعت میں آپ نے جو سعی فرمائی وہ آپ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ صبر و شکر، ایثار و ہمدردی، قناعت و توکل، علم و نظر، فقر و تصوف کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت آپ کا نمایاں وصف تھا۔ تمام زندگی اپنے والد ماجد کے طریقے اور شریعت کی پیروی سے ایک آن کے لئے نہیں ہٹے اور اسی کو مقصد حیات تصور فرمایا۔ پچھلی سطور میں آپ کی وفات اور حالات پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب

اعلیٰ حضرت کی مسند پر متمکن ہیں اور اعلیٰ حضرت کے خلفاء میں سب سے زیادہ ذی علم، صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں کے دینی رہنما ہیں، اور اعلیٰ حضرت کے مسلک کو عام کرنے اور اس کی حفاظت و اشاعت میں باوجود ضعیفی اور کبر سنی کے مصروف و منہمک ہیں۔ علم دین کی اشاعت اور قادریہ سلسلہ کو وسعت دینے میں آپ کی کوشش ناقابل فراموش ہیں۔ پاکستان میں آپ کے شاگردوں اور خلفاء کا وسیع سلسلہ قائم ہے۔ اعلیٰ حضرت کے مسلک کے مطابق پاکستان میں دینی مدارس کے قیام کے لئے آپ شروع سے کوشاں رہے اور تقسیم ہند کے بعد اپنے شاگردوں کے ذریعہ اس نئی مملکت میں تبلیغ اسلام، احیائے سنت، اشاعت علوم دین اور قادری طریقہ کو ترقی دینے کے لئے اپنے شاگرد علماء، اور

خلفاء کی ہمت افزائی فرمائی اور ان کو پاکستان میں پورے انہماک اور خلوص کے ساتھ کام کرنے کے لئے خصوصی ہدایات کیں، چنانچہ کراچی، حیدر آباد، سکھر، ملتان، لاہور، لائل پور اور راولپنڈی میں آپ کے شاگرد اور خلفاء حضرات خدمت دین میں مصروف ہیں۔ ہر جگہ دینی مدارس اور قادریہ سلسلہ کے خانوادے قائم ہیں اور اعلیٰ حضرت کے مسلک کو تقویت پہنچ رہی ہے۔ مرکزی حیثیت لائل پور کو حاصل ہے جہاں آپ کے خصوصی شاگرد اور خلیفہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب نے بہت بڑے دار العلوم کی بنیاد رکھی اور آج تک وہ دار العلوم ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ مولانا سردار احمد صاحب گورداس پور کے رہنے والے تھے۔ انگریزی اسکول سے بھاگ کر علوم دین کے حصول کے لئے بریلی پہنچے۔ مدرسہ منظر اسلام میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی اور حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب سے شرف بیعت و خلافت کے بعد عرصہ تک حضرت کے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عمل کے ساتھ انتہائی خلیق اور با ایثار مزاج عطا فرمایا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور مسلک کو پاکستان میں زندہ و تابندہ رکھنے میں مولانا سردار احمد صاحب کو اولیت کا شرف حاصل ہے تو کسی طرح غلط نہیں ہوگا۔ آپ نے پاکستان میں خدمت دین کی بنیادوں کو قائم اور مضبوط کرنے کے بعد چھٹے سال کراچی میں یکم شعبان ۱۳۸۲ھ (۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء) کو وفات پائی۔ آپ کی میت کو لائل پور لے جایا گیا اور وہیں دائمی آرام گاہ ہے۔

سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیتی

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں امتیازی شرف و شہرت کے حامل تھے۔ ۱۸۸۳ء میں بمقام پیلی بھیت پیدا ہوئے۔ اپنے والد مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ سے علوم اسلامیہ میں تکمیل کے بعد طریقت میں اعلیٰ حضرت بریلوی سے سلسلہ قادری میں بیعت حاصل کی۔ اور بڑی جلدی خلافت کے اعزاز سے نوازے گئے۔ مذہبی و سیاسی تقریریں ان کا نام سر فہرست نظر آتا تھا۔ مسلمانان پاک و ہند نے ان کو سلطان الواعظین کا خطاب دیا تھا۔ قادری سلسلہ کی اشاعت

اور درس و تدریس کے علاوہ سیاسی اعتبار سے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف جدوجہد آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ سلطان الواعظین کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تحریک خلافت کے زمانہ میں جب ہندو مسلم اتحاد کے خلاف آواز بلند فرمائی، تو مولانا عبدالاحد صاحب نے پیرومرشد کی اس تحریک کو پورے ہندوستان میں روشناس کرایا اور مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم کے لئے آخر دم تک اعلیٰ حضرت کے مسلک پر قائم رہے وہ آزادی ہند کے دل دادہ اور ہندو کے ساتھ مسلمانوں کے اشتراک کو مذہب کے سخت خلاف سمجھتے تھے۔ انہیں تحریک خلافت علی برادران اور خلافت کے دوسرے رہنماؤں سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں تھا۔ البتہ ہندو کے ساتھ وہ کسی قیمت پر اتحاد کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی تمام کوششیں صرف اس نکتہ سے وابستہ رہیں۔ کہ کفر و اسلام دو متضاد نظریات ہیں جو کبھی متحد نہیں ہو سکتے۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی جو مولانا عبدالکریم صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپ سے منسوب ہوئی تھیں۔ مولانا نثار احمد صاحب کانپوری آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ نے کچھ زیادہ عمر نہیں پائی اور ۱۳ رشعبان ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء میں دو شنبہ کے دن بمقام لکھنؤ انتقال فرمایا۔ آپ کی میت لکھنؤ سے بذریعہ موٹر گنج مرادآباد لائی گئی اور مولانا عبدالکریم صاحب کے برابر آموں کے باغ میں سپرد قبر کی گئی۔ آج کل یہ حقیر مانا میاں قادری چشتی اپنے جد امجد اور والد محترم کے آستانہ کی جاروب کشی میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی

آپ کا پورا نام مولانا سید نعیم الدین تھا اور والد ماجد کا نام مولانا سید معین الدین تھا۔ آباؤ اجداد عالمگیر کے زمانہ میں مشہد سے ہندوستان آئے تھے۔ علمائے اہل سنت نے آپ کو صدر الافاضل کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔ ۱۳۰۰ھ میں بمقام سنبھل مرادآباد پیدا ہوئے تاریخی نام "غلام مصطفےٰ" رکھا گیا۔ ۹ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے بعد مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں درس نظامی کی تکمیل کی اور کچھ عرصہ شاہی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ علم سے فارغ ہو کر پیر کی تلاش میں سفر کیا۔ پہلی بیعت

بھی گئے اور اس دور کے بزرگوں میں شاہ حاجی محمد شیر میاں صاحبؒ اور حضرت محدث سورتیؒ سے علمی و روحانی استفادہ کیا۔ اور اپنے شہر کے نامور بزرگ مولانا گل محمد صاحبؒ سے قادری سلسلے میں بیعت ہوئے۔

کچھ عرصہ کے بعد اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ہی نظر میں علمی و روحانی کمالات سے نوازے گئے۔ اعلیٰ حضرت کی محبت نے بڑی جلدی صدر الافاضل اور اُستاد العلماء بنا دیا۔ خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ کے حق میں دعائے خیر و برکت فرمائی۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں آریہ سماج کی شدھی تحریک کے خلاف آپ نے پورے ہندو پاک میں اس ناپاک تحریک کے خلاف محاذ قائم کئے اور آریہ سماج کے بڑے بڑے لیڈروں کو مناظرہ کے ذریعہ شکست دی۔ دہلی کے مشہور آریہ لیڈر رام چندر سے بریلی میں مناظرہ ہوا اور مولانا نے ایسی شکست دی کہ پورے ہندوستان میں شدھی کی تحریک پر اوس پڑ گئی۔ مولانا نعیم الدین صاحب درس و تدریس کی مہارت کے علاوہ بے مثال مقرر، واعظ اور مناظر تھے۔ عالم نہ نظر میں علماء بھی آپ کے مداح تھے۔ تحریک پاکستان میں سُنی کانفرنس قائم فرما کر اور اس کے اجلاس منعقد کر کے مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کو تقویت پہنچائی۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لائے اور اہل سنت والجماعت کی تنظیم کے لئے علماء کو منظم اور متحد کیا۔ مراد آباد میں آپ کا قائم کردہ "جامعہ نعیمیہ" آج بھی علم دین کی خدمت میں منہمک ہے۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد عمر صاحب نعیمی اور مولانا محمد حسین صاحب نے غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ صدر الافاضل نے ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ (۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء) کو اس جہان فانی سے رخت سفر باندھا۔ تاریخ وصال "غلام رسول" سے نکلتی ہے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ

مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقیؒ ۵ رمضان ۱۳۱۰ھ (۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء) میں بمقام میرٹھ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا عبدالحکیم صاحب مشاہیر صوفیاء میں تھے۔ آپ کے حقیقی بھائی مولانا احمد مختار صدیقی نامور عالم مبلغ اور خطیب تھے۔

مولانا عبدالعلیم صاحب نے درس نظامی سے فارغ ہو کر جدید علوم کی جانب توجہ فرمائی۔ اور میرٹھ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر قادریہ سلسلہ میں بیعت کی اور خلافت کا منصب حاصل کیا۔ تبلیغ اسلام کے لئے پوری دنیا کا دورہ کیا اور پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں کو داخل اسلام کیا۔ تحریک پاکستان کے ہمنوا رہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کے لئے ہمیشہ کانگریس سے لڑتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے آپ کو ایک وفد کے ساتھ قائد کی حیثیت سے سعودی عرب بھیجا تاکہ پاکستان کے حق میں عربوں کی حمایت حاصل کی جائے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے پوری دنیا کا دورہ کر کے نئی مملکت پاکستان کو روشناس کرایا۔ مولانا صاحب کی سیاسی و علمی خدمات کے علاوہ دنیا کے ہزاروں انسانوں نے آپ سے روحانی استفادہ بھی کیا اور قادریہ سلسلہ کو وسعت حاصل ہوئی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ آپ سے خصوصی محبت فرماتے تھے اور آپ کی تقاریر اور نعتیہ اشعار کو بہت پسند کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا کی نعت سُنکر اعلیٰ حضرت پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ نے اپنا عمامہ اُتار کر مولانا کے سر پر رکھ دیا۔ قادیانی اور غیر مقلدین کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہے اور مسلک اہل سنت کو تقویت پہنچاتے رہے حسن عمل اور سیرت وصورت کے اعتبار سے آپ کا سراپا بڑا دل نشین تھا۔ مولانا عبدالعلیم صاحب نے ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں حضرت عائشہ رضؓ کے مزار کے قریب دائمی آرام گاہ کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ احمد نورانی اور داماد مولانا فضل الرحمن انصاری کراچی میں آپ کے سلسلہ تعلیم و تبلیغ کو جاری کئے ہوئے ہیں۔

مولانا ظفر الدین بہاری رحؒ

حضرت غوث پاک کی اولاد سے تھے۔ اجداد کسی زمانہ میں عراق سے ترک وطن کر کے صوبہ بہار میں آباد ہو گئے تھے۔ مولانا ظفر الدین صاحب نامور عالم اور مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں مدرس اعلیٰ تھے۔ اعلیٰ حضرت سے قادریہ سلسلہ میں خلافت حاصل کی تھی۔ ستر سال سے زائد عمر میں آپ نے وفات فرمائی۔ تمام زندگی دین کی خدمت میں

مصروف رہے۔ بریلی میں اکتساب علم کیا اور حدیث پیلی بھیت میں مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی کے قائم کردہ "مدرسۃ الحدیث" میں پڑھی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں آپ کو بڑی خصوصیت حاصل تھی۔ بخاری کی شرح صحیح البہاری آپ کی یادگار ہے۔ دوسری یادگار "حیات اعلیٰ حضرت" ہے جسے آپ نے بڑی محنت سے مرتب فرمایا ہے اور جو کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ تاریخ وفات ۱۹ نومبر ۱۹۶۲ء ہے۔

مولانا امجد علی انصاری اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور آبائی پیشہ پارچہ بافی چھوڑ کر علم دین کی طرف متوجہ ہوئے اور نامور عالم بنے۔ عرصہ تک بریلی میں اکتساب علم کرتے رہے۔ پیر و مرشد کے حکم سے حدیث کی تکمیل کے لئے محدث سورتی کی خدمت میں پیلی بھیت حاضر ہوئے اور صحاح ستہ سے فراغت حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت کے مدرسہ منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بحیثیت پیش کار خدمات انجام دیں۔ مسائل شریعت میں آپ کی نظر بہت وسیع تھی قرآن حدیث اور فقہ سب پر عبور حاصل تھا۔ اعلیٰ حضرت کی نظر التفات سے منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ اور مرشد کی صحبت سے علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت کی وفات کے بعد اجمیر شریف کے دارالعلوم میں مدرس اعلیٰ کے عہدہ پر عرصہ تک طلباء کو علم دین سے سیراب کرتے رہے۔ مسائل اسلامیہ میں آپ کی کتاب "بہار شریعت" بہت مشہور اور مقبول ہے۔ علماء اہل سنت نے آپ کو صدر الشریعہ کا خطاب دیا تھا۔ آپ نے قیام پاکستان سے کچھ پہلے وفات فرمائی۔ اور اپنے گاؤں متو میں سپرد قبر کئے گئے۔

مولانا نثار احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نثار احمد صاحب کانپوری اہل سنت کے نامور عالم اور مسلمانوں کے سیاسی و مذہبی رہنما تھے۔ والد کا نام مولانا احمد حسن صاحب کانپوری تھا اور وہ طریقت میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی

سے وابستہ تھے۔ مولانا نثار احمد نے جملہ علوم اپنے والد سے حاصل کیے اور طریقت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت و خلافت حاصل کیا۔ کچھ عرصہ مدینہ طیبہ میں رہ کر اکتساب علم و فیض کرتے رہے۔ مولانا نثار احمد صاحب سنہ ۱۸۸۰ء میں کانپور میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۱ء میں سفر حج کے دوران جدہ میں انتقال فرمایا۔ چونکہ نامور عالم اور سحر بیان مقرر تھے اور ساتھ ہی خدمت ملک و قوم کے جذبہ سے سرشار تھے اس لئے سنہ ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی مرحوم کے ساتھ ہو گئے۔ انگریزی سامراج کے سخت مخالف تھے۔ بارہا قید و بند کے مصائب برداشت کیے۔ تحریک خلافت میں زور و شور سے حصہ لیا۔ یہاں تک کہ ہندو مسلم اتحاد جیسی مذموم کوشش سے بھی نہ رکے اور پیر و مرشد کے عتاب کا نشانہ بنے مگر اللہ تعالیٰ نے جلد ہی راہ راست دکھادی اور مولانا عبدالباری لکھنوی کو ساتھ لے کر سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب کی وساطت سے مرشد برحق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور توبہ کی۔ مولانا عبدالباری صاحب نے بھی اسی اجتماع میں توبہ کی اور اسے باقاعدہ شائع بھی کیا۔ مولانا نثار احمد صاحب کی انگریز دشمنی اور جذبہ آزادی کا اندازہ اس تاریخی واقعہ سے ہوتا ہے جس میں آپ مولانا محمد علی مرحوم کے ساتھ بغاوت کے جرم میں گرفتار ہوئے۔ اور خالق دینا ہال کراچی میں مقدمہ چلا اور دو سال کی سزا ہوئی۔ یہ سنہ ۱۹۲۱ء کا واقعہ ہے۔ مولانا مرحوم بڑے پایہ کے عالم اور مفکر تھے۔ ان کی تقریر سننے لوگ پروانہ وار ٹوٹتے تھے۔ مدتوں آگرہ میں جامع مسجد کے خطیب اور مفتی رہے۔ سادگی، انکسار، عبادت و ریاضت ان کے خصوصی عادات تھے۔ باوجود عظیم رہنما ہونے کے ہمیشہ تیسرے درجہ میں سفر کرتے۔ مٹی کا لوٹا دری کا بستر ایک اٹیچی ہاتھ میں لئے ان کو بارہا ریلوے اسٹیشنوں پر دیکھا گیا۔ ان کے بڑے بھائی مولانا مشتاق احمد مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مدرس اعلیٰ تھے۔ دوسرے بھائی حافظ محمد احسن صاحب صوفی منش اور بڑے زاہد و شاکر بزرگ تھے۔ مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالباری، مولانا محمد فاخر الہ آبادی، مولانا محمد علی جوہر، پیر غلام مجدد سرہندی اور مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی ان کے گہرے رفیقوں میں تھے، مولانا عبدالرحمن مٹھائی والے بھی آپ کے

حقیقی بھائی تھے اور کانپور میں مولانا مٹھائی والوں کے نام سے مشہور تھے اور رجب ۱۹۳۵ء میں فوت ہوئے۔ مولانا مشتاق احمد صاحب کو بھی اعلیٰ حضرت سے خلافت ملی تھی، آپ نے ۱۹۴۱ء میں انتقال فرمایا۔ حافظ محمد احسن صاحب نے ۱۵ اپریل ۱۹۵۵ء میں سفر آخرت فرمایا۔ حافظ محمد احسن صاحب فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں مولانا نثار احمد ہندو مسلم اتحاد کی حمایت کر رہے تھے، اسی زمانہ میں سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب کانپور آئے اور ایک بڑے اجتماع میں مولانا نثار احمد صاحب ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت پر تقریر کر کے بیٹھے ہی تھے کہ مولانا عبدالاحد صاحب نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف دھواں دھار تقریر شروع کر دی۔ مولانا نثار احمد خاموش بیٹھے سنتے رہے حاضرین نے احتجاج کیا تو مولانا نثار احمد نے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا کہ یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

مولانا عبدالباری لکھنوی

مولانا عبدالباری فرنگی محل لکھنؤ کے نامور علماء میں تھے۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد مولانا عبدالوہاب صاحب سے علوم اسلامیہ میں درس لیا اور مشاہیر علماء میں شمار کئے گئے۔ طریقت میں اعلیٰ حضرت بریلوی سے منسلک ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ سیاسی رجحان اور آزادی وطن کا رجحان غالب تھا۔ تحریک خلافت میں مولانا محمد علی مرحوم کے سرپرست رہے۔ بڑے جوش سے حصہ لیا اور ہندو مسلم اتحاد۔ ترک موالات اور دوسری سیاسی تحریکوں میں شریک و شامل رہے۔ لکھنؤ میں خدام الحرمین کی بنیاد ڈالی اور ابن سعود کی مخالفت میں نمایاں حصہ لیا۔ آزادی ہند اور خدمت اسلام کے سلسلہ میں آپ کی خدمات تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی نے اپنے مرشد اعلیٰ حضرت کے حکم سے جب ہندو مسلم اتحاد کے خلاف محاذ قائم کیا تو مولانا عبدالباری نے ان کی تحریک کو دبانے میں بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے اور آخر میں اپنی غلطی محسوس کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں آ کر معافی چاہی اور توبہ کی۔ مولانا محمد علی اور مولانا حسرت موہانی آپ ہی سے بیعت تھے۔ علم و عمل میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں رہی ہے۔ ۴ رجب ۱۳۴۴ھ میں آپ نے وفات فرمائی۔ ان کی زندگی علماء سلف کا نمونہ تھی۔ عام طور پر آپ کو بدھومیاں کے نام سے

یاد کیا جاتا تھا۔ گاندھی جی کی جن دنوں میں آپ ہمنوائی کر رہے تھے ان ہی دنوں میں اعلیٰ حضرت کے ایک مشہور خلیفہ مولانا قطب الدین برہمچاری بہسوانی یہ شعر اپنی تقریروں میں بڑے زور شور سے پڑھا کرتے تھے ؎

بدھو میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں　　گو مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

آثار الاول اور تفسیر قرآن آپ کی یادگار کتابیں ہیں۔

مولانا محمود جان صاحب رح

صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ علمائے بریلی سے درس نظامی کی تکمیل کے بعد محدث سورتی سے حدیث میں استفادہ کیا۔ اعلیٰ حضرت کی نظر فیض اثر سے سلوک و طریقت کے منازل طے کئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ کاٹھیاوار کے مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی حصہ میں آئی اور جام جودھپور کو مستقل مستقر قرار دیا اور چالیس سال سے زائد اس علاقہ کے مسلمانوں کو دین و شریعت اور سلوک و طریقت سے مستفیض فرماتے رہے۔ اعلیٰ حضرت کو آپ سے گہرا اُنس تھا اور محدث سورتی رح ان کی دینداری اور ذوق علم کی تعریف فرماتے تھے۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں آپ نے "ذکر رضا" کے عنوان سے اعلیٰ حضرت کی منظوم سوانح عمری لکھی تھی جو شائع ہو کر مقبول ہوئی۔ اسّی سال کے قریب عمر میں آپ نے اپنے مسکن جام جودھپور میں وفات پائی۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں راقم الحروف نے آپ کو پیلی بھیت میں دیکھا اور شرف نیاز حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت کے عرس سے فارغ ہو کر اپنے استاد محدث سورتی کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے آئے تھے۔ متوسط قد، گورا رنگ، سُرخ داڑھی مشائخانہ لباس۔ بڑے خلیق، سنت کے پابند، رفتار و گفتار میں محاسن کا حسین و جمیل نقش معلوم ہوتے تھے۔

مولانا سید سُلیمان اشرف رح

دینیات کے بہت بڑے عالم تھے۔ سلوک و طریقت میں اعلیٰ حضرت سے فیض حاصل کیا تھا اور خلافت سے نوازے گئے تھے۔ حدیث آپ نے محدث سورتی رح سے پڑھی تھی۔ دینیات میں آپ کی وسعت نظر کے پیش نظر علی گڑھ یونیورسٹی نے آپ کی خدمات

حاصل کرلی تھیں۔ برسوں علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر رہے۔ اور جدید علوم حاصل کرنے والوں کو دین سے وابستہ رکھنے میں اپنی جانب سے بھرپور کوشش فرماتے رہے آخر دم تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے اور علمی و روحانی استفادہ کا سلسلہ جاری رکھتے۔ اعلیٰ حضرت کی بیماری کے ایام میں پیر و مرشد کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے۔ اور وفات کے بعد غسل دینے والوں میں شامل رہے۔ اعلیٰ حضرت کے آپ اگرچہ مرید تھے۔ مگر اعلیٰ حضرت آپ کا احترام فرماتے تھے اور "سید صاحب" کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین ایک مرتبہ آپ کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں آئے اور فلکیات کے مسائل میں چند سوالات حل کئے۔ اپنے استاد محدث سورتی کے نامور فرزند مولانا عبدالاحد صاحب سے خصوصی محبت رکھتے تھے اور اکثر ان کو علی گڑھ بلا کر مہمانی فرماتے تھے۔

مولانا ضیاء الدین مدینہ طیبہ

مولانا ضیاء الدین صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد بریلی آئے، درس نظامی سے فارغ ہو کر حضرت محدث سورتی کے مدرسۃ الحدیث میں دورۂ حدیث مکمل کیا۔ پہلے محدث سورتی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی، اس کے بعد اعلیٰ حضرت سے قادریہ سلسلہ میں منسلک ہوئے۔ خلافت حاصل کی اور کچھ عرصے کے بعد مدینہ طیبہ کی مستقل سکونت اختیار کر لی۔ علمائے مدینہ میں آپ کی وسعت علمی کو وقیع نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ قادری مسلک کو مدینہ طیبہ میں آپ کی ذات سے عروج حاصل ہوا اور مریدین کا وسیع سلسلہ قائم ہو گیا۔ آپ کی ذات سنت نبوی کا حسین نمونہ تھی۔ بارگاہ رسالت میں روزانہ حاضری اور صلوٰۃ و سلام آپ کا معمول تھا حج کے ایام میں دنیائے عرب کے مسلمان آپ کی مجلسوں میں شریک ہو کر فیض حاصل کیا کرتے تھے۔

راقم الحروف نے محرم سنہ ۱۳۶۱ھ میں پہلی مرتبہ آپ سے مدینہ طیبہ میں شرف نیاز حاصل کیا تھا۔ مختلف عربی ممالک اور پاک و ہند کے مسلمانوں کی ایک پاکیزہ و ستھری محفل آپ کے دولت خانہ پر قائم تھی اور آپ فضائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار خیال فرما رہے تھے، پھر اسی دوران کھڑے ہو کر روضہ نبوی کی طرف رخ کر کے سب نے

صلوٰۃ وسلام عرض کیا، اس کے بعد چائے وغیرہ سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ اعلیٰ حضرت اور محدث سورتی کے ذکر سے آپ کی بہت کم مجلسیں خالی رہا کرتی تھیں۔ اسّی سال سے زائد عمر میں آپ نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں آرام کی عزت حاصل کی۔

چند مشاہیر خلفاء

اعلیٰ حضرت کے نئو سے زائد خلفاء تھے اور سب ہی علم وعمل میں ممتاز تھے۔ چند حضرات کا تذکرہ حوالۂ قلم کیا گیا ہے۔ اس مختصر تذکرہ میں عدم گنجائش کے پیشِ نظر چند مشاہیر خلفاء کے اسمائے گرامی لکھے جارہے ہیں۔

مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب پیلی بھیت۔ سید ایوب علی صاحب بریلی۔ مولانا محمد عمر صاحب نعیمی مولانا عبدالسلام صاحب جبلپور۔ مولانا رحم الٰہی صاحب بریلی۔ مولوی عبدالحی صاحب پیلی بھیت، مولانا شفیع احمد صاحب بیلپور، مولوی عرفان علی صاحب بیلپور۔ مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب پیلی بھیت، مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی۔ مولوی محمد رضا خاں صاحب بریلی۔ مولوی علی حسین صاحب باڑی ضلع سیتاپور۔ مولوی سلطان احمد خان صاحب مولوی سید امیر احمد صاحب، مولانا حسن رضا خاں صاحبؒ، مولوی وعظ الدین صاحب بنگال۔ مولوی محمد منور صاحب چاٹگام مولانا ابوالحسنات محمد احمد صاحب لاہور، مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب لاہور۔ مولانا سید مختار اشرف صاحب۔ مولوی سید نور احمد صاحب چاٹگام۔ مولوی عبدالحق صاحب کرگینوی پیلی بھیت۔ مولوی سید حکیم عزیز غوث صاحب بریلی۔ حاجی عبدالرحمٰن صاحب مارواڑی۔ حاجی لعل خان صاحب کلکتہ۔ مولوی احمد حسین خاں صاحب رام پوری مقیم اجمیر شریف۔ مولانا قادر بخش صاحب سہسرامی۔ مولانا قاضی عبدالوحید صاحب پٹنوی۔ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی۔ مولوی ابرار حسین صدیقی تلہری۔

چند مشاہیر معاصرین

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی متوفی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ حضرت شاہ حاجی وارث علی صاحب دیوہ شریف متوفی یکم صفر ۱۳۲۳ھ حضرت مولانا

شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی متوفی ۸ رجمادی الثانی ۱۳۳۴ھ۔ مولانا شاہ عبدالکریم صاحب گنج مرادآبادی متوفی ۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ۔ حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پور سیداں ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ۔ مولانا ابویوسف محمد شریف کوٹلوی ۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء۔ مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب لاہور متوفی ۲۲ رجب ۱۳۵۴ھ۔ مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی متوفی ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ۔ مولانا شاہ محمد مظہر اللہ صاحب دہلی متوفی ۱۳ شعبان ۱۳۸۶ھ۔ حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھہ شریف۔ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری۔ مولانا عبد اللطیف صاحب پیلی بھیت متوفی ۵ رجب ۱۳۳۶ھ۔ مولانا سلامت اللہ صاحب رام پور۔ مولانا عبدالغفار خاں صاحب رام پور۔ مولانا ریاست علی خاں صاحب شاہ جہاں پور۔ مولانا ارشاد حسین صاحب رام پور۔ حضرت شاہ جی محمد شیر میاں صاحب پیلی بھیت۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایوں۔ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی۔ مولانا رحیم بخش صاحب آروی۔ مولانا شاہ اسمٰعیل حسن صاحب مارہروی۔ مولانا محمد شفیع صاحب ناصر رام پوری۔ مولانا نذیر احمد خاں صاحب احمد آبادی۔ مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی قادری برکاتی۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی۔ مولانا سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی۔ مولانا لائق علی صاحب بریلی۔ مولانا یعقوب علی خان صاحب بریلی۔ مولوی حکیم شاہ ابوالحسین صاحب پٹنہ۔ مولوی قاضی فضل احمد صاحب محمدی لدھیانوی۔ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رام پوری۔ مولوی سید عبدالعزیز صاحب سہسوانی۔ مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری۔ مولانا اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری۔ مولانا محمد فاخر صاحب الہ آبادی۔ مولانا عمرالدین صاحب بمبئی۔ مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی۔ مولانا عبیداللہ صاحب کانپوری۔ مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری۔ مولانا احمد اللہ صاحب پشاوری۔ مولانا شاہ محمد عبدالمنّان صاحب قادری مفتی مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ۔ مولوی خلیفہ تاج الدین صاحب لاہور۔

اعلیٰ حضرت کا مدرسہ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو سلوک و تصوف کے ساتھ علم دین کی اشاعت کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ آپ نے دولت خانہ سے متصل اور مسجد سے ملحق دور دراز سے آنے والے شائقین علم اور طلبہ کے لئے ایک دار العلوم قائم کیا اور اس کا تاریخی نام "منظر اسلام" رکھا۔ اس درس گاہ کو ۱۳۲۲ھ میں قائم کیا گیا تھا۔ آپ نے اس درس گاہ کے لئے ذی علم مدرسین کا انتظام فرمایا۔ مولانا امجد علی صاحب مولوی رحم الٰہی صاحب، مولانا تقدس علی خاں اور مولانا سردار احمد صاحب اس درس گاہ کے مشاہیر مدرسین میں تھے۔ پاک و ہند کے علاوہ دوسرے ممالک کے دینی طلبہ بھی مدرسہ میں علم حاصل کرتے تھے۔ صدہا حضرات نے اس مدرسہ سے علم حاصل کرنے کے بعد اعزازی سندیں حاصل کیں اور ملک و ملت کی خدمت میں مصروف رہے۔ یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے اور مدرسہ کی سرپرستی موجودہ جانشین حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب فرما رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی قلمی کوششوں میں دو چیزیں بہت نمایاں اور مشہور و مستفاد ہیں۔ اول قرآن کریم کا ترجمہ ہے پہلی مرتبہ بریلی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد کراچی میں چھپا۔ اور اب اعلیٰ حضرت کا مترجم قرآن پاک تاج کمپنی کراچی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے عقائد اہل سنت کو ملحوظ رکھا ہے اور ترجمہ کا مطالعہ کرنے والے حضرات پر سب سے زیادہ جو چیز واضح ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ ہے۔ حضورؐ کے فضائل و کمالات جو اہل سنت کے ایمان کی جان اور بنیاد ہیں پورے طور پر سامنے آجاتے ہیں۔ ترجمہ باوجود لفظی ہونے کے سلیس اور مربوط ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر حاشیہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے لکھا ہے۔

دوسری عظیم و جامع کوشش "فتاویٰ رضویہ" ہے جس میں اعلیٰ حضرت کے وہ جوابات تمام کے تمام جمع کردیے گئے ہیں جو آپ نے فتویٰ حاصل کرنے والوں کے جواب میں لکھے تھے۔ یہ بڑا اہم اور جامع ترین متعدد ضخیم جلدوں میں مشتمل مجموعہ ہے اور جو پاکستان میں شیخ غلام علی ناشرین کتب نے شائع کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے علمی مقام و مرتبہ کو معلوم کرنے کا یہ واحد ذریعہ ہے۔ بے شمار مسائل متعلق عقائد و معاملات پر اعلیٰ حضرت کے علم و نظر کی وسعتیں سامنے آجاتی ہیں۔ تحقیق و حقائق کے ایسے دریا بہائے ہیں کہ نامور اہل علم حضرات بھی داد دیئے بغیر نہیں رہتے ہیں۔

دولۃ المکیۃ، یہ کتاب مسئلہ علم غیب پر لکھی گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کتاب کو مکہ مکرمہ میں تصنیف فرمایا تھا اور علمائے مکہ و مدینہ نے اسے نہ صرف پسند کیا بلکہ اپنی تصدیقات سے بھی مزین کیا تھا۔ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت نے دلائل واضحہ سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا تھا اور آپ عالم ما کان و ما یکون کے مرتبہ عظیم پر فائز تھے۔ دلائل اتنے مضبوط اور موقف اتنا مدلل ہے کہ اس مسئلہ علم غیب میں آپ کے مخالفین آج تک کوئی ٹھوس جواب نہ دے سکے۔ اس کتاب کی تالیف کا تذکرہ آپ پچھلے اوراق میں دوسرے سفر حج کے ذکر میں پڑھ چکے ہیں۔ دولۃ المکیہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں مشہور ہے اور متعدد مرتبہ بریلی اور دوسرے مقامات سے شائع ہو چکی ہے۔

حسام الحرمین، یہ کتابی شکل میں ایک ضخیم فتویٰ ہے جس میں اعلیٰ حضرت نے علماء دیوبند اور ان کے بعض اسلاف کی ان تحریروں پر گرفت فرمائی ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے دلائل قطعیہ اور واضحہ سے مدلل رد فرمایا ہے۔ اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو اعلیٰ حضرت نے علمائے اسلام خصوصاً علماء مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے سامنے پیش کیا، ان حضرات نے بغور مطالعہ فرمایا اور اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تائید فرمائی اعلیٰ حضرت کے علم و نظر کی تعریف کرتے ہوئے گستاخانہ تحریروں پر سخت افسوس اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ اختلافات عقائد کے سلسلہ میں یہ مجموعہ معرکۃ الآراء حیثیت کا حامل ہے اور دلائل اتنے قوی ہیں کہ جواب دینے کی کوئی ہمت نہ کر سکا۔ حسام الحر

مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہو کر مقبول و معروف ہوئی۔

تمہید الایمان، اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں اس کتاب کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس مجموعہ میں اعلیٰ حضرت نے آیات قرآنی کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو واضح کیا ہے۔ صدہا آیات کی نشان دہی فرمائی ہے جو سرکار دو عالم کی خصوصیت کو بیان کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور جن میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں ہر آن مؤدب اور مہذب رہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر معمولی روشنی پڑتی ہے اور حضورؐ کی شان اقدس کی ایک ایک خصوصیت سامنے آجاتی ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہوئی اور وہی نسخہ اس حقیر کے مطالعہ میں آیا۔

جن مسائل اور عقائد میں اعلیٰ حضرت کو علمائے دیوبند سے یا وہابیہ دیوبندیہ سے اختلاف تھا، ان تمام مسائل پر اعلیٰ حضرت نے مستقل کتابیں لکھیں اور ہر ایک مسئلہ پر قرآن و حدیث اور علماء سلف کے اقوال سے بحث فرمائی ہے۔ تمام کتابیں چھپ چکی ہیں اور پاک و ہند میں دستیاب ہیں اور وہ کتابیں بھی ملتی ہیں جو علماء دیوبند کی تصانیف ہیں اور جن کی تحریروں پر گرفت کی گئی ہے۔ تذکرہ نگاروں کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد کئی سو سے متجاوز ہے اور ان میں اکثر کتابیں اختلاف عقائد کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں اور بہت کم کتابیں ایسی ہیں جن کو علمائے ہند و عرب نے اپنے دستخطوں سے مزین نہ کیا ہو۔

اعلیٰ حضرت کی شاعری

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی شاعری کا منشا و مرکز سید عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، آپ نے جو کچھ لکھا اُن ہی کی شان اقدس میں لکھا اور ایسا لکھا کہ پھر کوئی بلکھ نہ سکا۔ آپ نے ہزلیات و لغویات پر قطعاً طبع آزمائی نہ فرمائی، جب کبھی جذبۂ عشق و محبت طاری ہوا قلم نے حمد و نعت کے پھول

کھلائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری میں حمد و ثنا، نعت و مناجات، سلام و منقبت، عشق و محبت، حقیقت و معرفت کے سوا ایک پڑھنے والے کو کچھ اور نہیں ملے گا۔ اعلیٰ حضرت جس طرح مرتبہ علم و فضل اور مقام فقر و ولایت میں ممتاز تھے، اسی طرح نعتیہ شاعری میں آپ کو ارفع و اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

اعلیٰ حضرتؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جس طرح والہانہ عشق تھا اسی طرح آپ صحابۂ کرامؓ، تابعین اور اولیاء اللہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، جس کی آئینہ داری آپ کی شاعری سے ہوتی ہے اور اہل علم آپ کے کلام سے محظوظ ہوئے اور داد دیئے بغیر نہیں رہتے ہیں۔ ایک ایک مصرعہ عشق و ادب میں ڈوبا ہوا اپنے قاری کے لئے مستقل دعوت عشق و ادب ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ کی نعتیہ شاعری کے مجموعہ کا نام "حدائق بخشش" ہے۔ یہ مجموعہ صدہا مرتبہ بریلی اور دوسرے مقامات سے شائع ہو چکا ہے۔ ہمارے سامنے جو مجموعہ ہے وہ اعلیٰ حضرتؒ کی حیات میں بریلی مطبع اہل سنت سے شائع ہوا تھا اور جس کا نام حدائق بخشش ہے۔ اس دیوان کی ابتداء اس نعت سے فرماتے ہیں۔ چند اشعار لکھے جا رہے ہیں ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں، مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے قطرہ تیرا

فرش والے تیری رفعت کا علو کیا جانیں!
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی، بھاری ہے بھروسہ تیرا

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ!
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اعلیٰ حضرتؒ کا پورا دیوان عشق و محبت اور ذات اقدس کے ادب و احترام میں ڈوبا ہوا ہے۔ فن شاعری میں باوجود کمال حاصل ہونے کے آپ نے کسی دوسری صنف کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ نعت ہی کو شاعری کا سب سے پیارا اور ایمان افروز موضوع بنایا۔ مختلف نعتوں کے دو دو چار چار اشعار ناظرین کی معلومات اور ضیافت طبع کے لئے حوالۂ کتاب کئے جا رہے ہیں۔

وعدۂ دیدار

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

جان دیدو وعدۂ دیدار پر !!!
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

یاد گیسو ذکر حق ہے آہ کر!
دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا

سائلو! دامن سخی کا تھام لو
کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

بادہ خواری کا سماں بندھنے تو دو
شیخ دُرد آشام ہو ہی جائے گا

غم تو ان کو بھول کر لپٹا ہے یوں
جیسے اپنا کام ہو ہی جائے گا

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

منشی رحمت کا قلمدان

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پر ارمان گیا

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

اُف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

ان کی گلی سے جائے کیوں

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تری گلی سے جائے کیوں

رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سائے میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم!
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

خوش رہے گل سے عندلیب خار حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم!
کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں

خلق کا آقا

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرمان نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف
بےکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

فیضِ نور

صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارہ نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اے رضاؔ یہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

کروڑوں درود لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام اور درود و سلام میں یہ دو نعتیں عشق و ادب اور عقیدت و محبت کا ایمان افروز تحفہ ہیں جو آپ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کی ہیں۔ چند اشعار سے لطف اندوزی فرمائیں ؎

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود
دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضاؔ تم پہ کروڑوں درود

مصطفیٰ جانِ رحمت

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم !
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوہ سے مرجھائی کلیاں کھلیں!
اس گل پاک عظمت پہ لاکھوں سلام

جس کے سجدہ کو محراب کعبہ جھکی!
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا بندھا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں!
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

جس کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی
ان سب اہل محبت پہ لاکھوں سلام

شافعی، مالک، احمد، امام حنیف،
چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرتؒ کی مناجات

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جاں فزا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں!
عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یاالٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب سر شمشیر پہ چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب پہ آمین ربنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

اعلیٰ حضرت کا شجرۂ طریقت

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو طریقت میں مارہرہ شریف سے فیض حاصل ہوا تھا۔ مارہرہ شریف ہندوستان میں قادریہ سلسلہ کے بزرگوں کی قدیم خانقاہ ہے۔ جو بھارت کے صوبہ یوپی میں ضلع ایٹہ میں واقع ہے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحبؒ سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ اور جب مرشد عالی مرتبت نے وفات پائی تو اعلیٰ حضرتؒ ان کا سالانہ عرس بریلی میں اپنے مکان پر کیا کرتے تھے اور قل شریف کی آخری محفل ۱۸ ذی الحجہ کو ہوا کرتی تھی۔ اعلیٰ حضرتؒ کا سلسلہ طریقت ۳۶ واسطوں سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ اپنے مریدوں کو پڑھنے کے لئے جو شجرہ عنایت فرمایا کرتے تھے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقہ میں ساجد رکھ مجھے
علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہر معروف و سری معروف دے بیخود سری
جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے

احسن اللہ لہم رزقاً سے دے رزق حسن
بندہ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیات دیں محیی جاں فزا کے واسطے

طور عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیاء دے روئے ایمان کو جمال　　شہ ضیا[27] مولیٰ جمال[28] اولیاء کے واسطے
دے محمد[29] کے لئے روزی کر احمد[30] کے لئے　　خوانِ فضل[31] اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے　　عشقِ حق دے عشقی[32] عشق انتما کے واسطے
حبِ اہلِ بیت دے آلِ محمد[33] کے لئے　　کر شہیدِ عشق حمزہ[34] پیشوا کے واسطے
دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پُر نور کر　　اچھے پیارے شمس[35] دین بدر العلیٰ کے واسطے
دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر　　حضرت آلِ رسول[36] مقتدا کے واسطے
صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین عز علم و عمل　　عفو و عرفان عافیت احمد رضا[37] کے واسطے
دین و دنیا کی بھلائی کر عطا ربِ جلیل　　مولوی عبد الاحد حسن[38] وفا کے واسطے
ہر دعا مقبول فرما اے مرے مولیٰ کریم　　حضرت مانا میاں[39] شاہ راہ نما کے واسطے

اعلیٰ حضرت کے ملفوظات

بزرگانِ دین کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو مسلمانوں کے دلوں میں بٹھانا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام و ارشاد چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں تک پہنچے ہیں اس لئے ان کی محبت احترام اور ادب سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ ہے اور یہ حقیقت اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے عین مطابق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ”جس نے اللہ کے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی“۔ اعلیٰ حضرت کی پوری زندگی اسی نکتہ کے سمجھانے اور دلوں میں اس عظیم نکتہ کو بٹھانے میں مصروف رہی۔ آپ نے جو کچھ لکھا اسی مقصد کے لئے لکھا اور جو کچھ بیان کیا اسی اہم کام کے انجام دینے کے لئے بیان کیا۔ آپ کے جملہ ارشادات شاہد ہیں کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و ادب کو مسلمانوں کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے کتنا بڑا اور اہم کام انجام دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے ملفوظات دیکھنے سے یہ حقیقت اچھی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے اور ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عشقِ مصطفےٰ میں سرشار، دین اسلام کے سچے

پرستار اور ادب و احترام مصطفےٰ کے عظیم مبلغ تھے۔ ملفوظات ان ارشادات کو کہتے ہیں جو بزرگان دین اپنے معتقدین کی مجلسوں میں ان کے سوالات کے جواب میں فرمایا کرتے تھے۔ بہت سے بزرگوں کے ارشادات ان کے ملفوظات کے نام سے کتابوں میں محفوظ ہیں۔ اور صدیاں گزرنے کے بعد بھی مسلمان ان سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے ملفوظات کو ان کے جلیل القدر فرزند حضرت علامہ مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی نے قلم بند کیا ہے اور وہ سب سے پہلے بریلی سے شائع ہوئے تھے۔ ہمارے پیش نظر وہ نسخہ بھی ہے جو کراچی میں شائع ہوا ہے۔ اس مختصر سوانح حیات میں اس کی گنجائش تو نہیں ہے کہ تمام کے تمام ملفوظات شامل کتاب کئے جائیں۔ البتہ اقتباس پیش کیا جا رہا ہے اور وہ امور حوالہ قلم کئے جا رہے ہیں۔ جن کی ضرورت مسلمانوں کو زیادہ رہتی ہے یا جو ذہن میں خلش کا باعث رہتے ہیں۔ یا جو تاریخ اور تذکرے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اقتباس ملفوظات

قلب بیدار کا ذکر ہو رہا تھا کہ سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیتی نے عرض کیا کہ حضرت! کیا دنیاوی تفکرات دل بیدار اور قلب جاری پر اپنا اثر ڈال سکتے ہیں۔؟ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی فکریں قلب جاری میں فرق پیدا کر سکتی ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت مؤلف ملفوظات تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دل بیدار یا قلب جاری وہ قلب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف میں جاگتا رہے۔

مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی نے سوال کیا کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ ارشاد فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ یاجابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔ اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اس کے بعد چار روز میں آسمان دو دن میں زمین یعنی یکشنبہ تا چہارشنبہ آسمان اور پنجشنبہ تا جمعہ زمین اور اسی جمعہ کے دن عصر و مغرب کے درمیان حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

علم کا ذکر ہو رہا تھا، ایک صاحب کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ عالم کی

تعریف یہ ہے کہ وہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور صاحب استقامت ہو اور جملہ ضروریات کو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور سنت رسولؐ یعنی احادیث سے نکال سکے اور اسے کسی کی امداد کی ضرورت نہ ہو۔ فرمایا صرف مطالعہ کتب ہی سے علم حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ کے نیک بندوں کی باتیں بھی اضافہ علم کا باعث ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ صبح کرو اس حالت میں کہ تم خود عالم ہو، یا علم سیکھتے ہو یا کسی عالم کی باتیں سنتے ہو یا پھر معمولی درجہ یہ ہے کہ کسی عالم سے محبت رکھتے ہو فرمایا۔ غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ سفر کرنے کے لئے بہتر دن کون کون سے ہیں۔ جن کو مخصوص کیا گیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ شنبہ (ہفتہ) دوشنبہ (پیر) پنجشنبہ (جمعرات)۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مسلمان شنبہ کے دن طلوع آفتاب سے قبل کسی کام کے لئے نکلے اس کا ضامن میں ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ! دوسری مرتبہ حرمین طیبین کی حاضری میں جاتے وقت اور واپسی کے وقت ان ہی تین دن میں سے ایک دن تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس فقیر کا یوم ولادت بھی شنبہ ہے۔

ذکر صدیق اکبرؓ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد ہوا کہ قبول اسلام کے وقت ان کی عمر ۳۸ سال کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں حضرات خلفاء راشدین اور حضرت امیر معاویہؓ کی عمریں ۶۳ سال حضورؐ کی عمر مبارک کے برابر ہوئیں۔ البتہ چند دن یا ماہ کم و بیش تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قبول اسلام سے قبل کے حالات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔ ایک مرتبہ چار سال کی عمر میں ان کے والد ابو قحافہؓ ان کو اپنے ساتھ بت خانہ میں لے گئے اور فرزند سے کہا کہ ھؤلاء الھتک الشم العلی فاسجد لھم۔ یہ ہیں تمہارے بلند و بالا معبود ان کو سجدہ کرو۔

حضرت صدیق اکبرؓ ایک بُت کے قریب گئے اور فرمایا۔ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا۔ میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے اور میں تیرے پتھر مارتا ہوں اگر تو اللہ ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ بت کیا جواب دیتا، آپ نے ایک پتھر اٹھا کر مارا اور بت گر پڑا۔ ابو قحافہ کو ناگوار ہوا اور انہوں نے آپ کے گال پر ایک طمانچہ مارا اور پکڑ کر گھر میں لائے اور ان کی ماں سے سارا ماجرا بیان کیا۔ ماں موصوفہ نے جواب میں کہا کہ ابو قحافہ! اس کو چھوڑ دو اور اس کے حال پر رہنے دو کیونکہ یہ بچہ جب پیدا ہوا تھا تو میں نے غیب سے یہ آواز سنی تھی کہ "یا امۃ اللہ بالتحقیق البشریٰ بالولد العتیق اسمہ فی السماء الصدیق لمحمد صاحب و رفیق" اے اللہ کی بندی! تجھے بشارت ہو کہ اس آزاد بچے کا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور یہ محمدؐ کا دوست اور رفیق ہے"۔ میں نہیں جانتی کہ یہ معاملہ کیا ہے اور وہ محمدؐ کون ہیں"؟ اس کے بعد سے حضرت ابو بکرؓ کو کسی نے کوئی ایسا کام کرتے نہیں دیکھا جو شرک و کفر سے تعلق رکھتا ہو۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے جب قصہ پورا کر چکے تو محفل رسولؐ میں حضرت جبریل آمین تشریف لائے اور عرض پیرا ہوئے۔ صدق ابو بکر وھو الصدیق ابو بکر نے سچ کہا اور وہ صدیق ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضرت صدیق اکبرؓ جب سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے پھر کبھی جدا نہیں ہوئے یہاں تک کہ بعد وفات بھی پہلوئے رسولؐ میں آرام فرما رہے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہاتھ لیا اور بائیں ہاتھ میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ لیا اور ارشاد فرمایا۔ ھٰکَذَا نُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ ہم قیامت کے دن بھی اسی طرح اٹھائے جائیں گے"۔

مُرید صادق

ایک صاحب نے گذارش کی کہ میرے پیر و مرشد انتقال کر چکے ہیں کیا میں کسی اور پیر سے بیعت کر سکتا ہوں۔؟ ارشاد ہوا کہ تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع

ہے البتہ تجدید بیعت جائز و مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت نہیں ہوا ہے اور وہ اپنے پیر سے انحراف کئے بغیر سلسلہ قادریہ میں داخل ہو جائے تو یہ تبدیلی بیعت نہیں ہے بلکہ تجدید بیعت ہے کیونکہ تمام سلسلے اسی سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔ اسی تذکرہ میں اعلیٰ حضرت رحؒ نے تین قلندروں کا واقعہ بیان فرمایا جس سے مرید صادق کی استقامت کا پتہ چلتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ——— ایک مرتبہ تین قلندر حضرت سلطان نظام الدین اولیاء دہلویؒ کی خدمت میں آئے اور آپ سے کھانا مانگا۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ ان کے لئے کھانا لاؤ۔ خادم نے کھانا سامنے رکھا تو قلندر نے اٹھا کر پھینک دیا اور کہا اس سے اچھا لاؤ۔ خادم نے دوسرا کھانا پیش کیا تو قلندروں نے اسے بھی ناپسند کر دیا اور پھینک دیا۔ محبوب الٰہیؒ نے قلندر کو پاس بلایا۔ اور اس کے کان میں فرمایا۔ یہ کھانا اس کھانے سے تو اچھا ہے جو تم کھا کر آئے ہو، کیا تم کو یاد نہیں کہ راستہ میں تم نے ایک مرے ہوئے بیل کا گوشت کھایا ہے۔ قلندر حیران رہ گیا کیونکہ راستہ میں تین وقت کے فاقہ کے بعد ایک مرے اور سڑے ہوئے بیل کا گوشت کھا کر آئے تھے۔ قلندر نے محبوب الٰہیؒ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے اس کے سر کو اٹھایا اور اسے سینہ سے لگایا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا وہ اسے دیدیا۔ قلندر وجد کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میرے مرشد نے مجھے بڑی نعمت عطا فرمائی ہے۔ کسی نے کہا کہ تم بھی عجیب بے وقوف ہو، تم کو جو کچھ ملا ہے وہ محبوب الٰہیؒ نے عنایت کیا ہے۔ تم یہاں تک تو خالی آئے تھے؟ قلندر نے جواب میں کہا کہ میں بے وقوف نہیں ہوں بلکہ تم عقل سے محروم ہو اگر میرے مرشد کی مجھ پر نظر نہ ہوتی تو یہ حضرت بھی مجھے کچھ نہیں دے سکتے تھے۔ یہ اثر میرے مرشد کی نظر کا ہے کہ محبوب الٰہیؒ نے بھی نظر عنایت سے نوازا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے ارشاد فرمایا۔ یہ سچ کہتے ہیں اور لوگوں کو چاہیئے کہ اس قلندر سے مرید ہونا سیکھیں۔

حضورؐ کے اسمائے گرامی

ایک صاحب نے مجلس سوال و جواب میں دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کی وضاحت فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت رحؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم ذات دو ہیں۔ کتب سابقہ میں احمدؐ ہے اور قرآن کریم میں محمدؐ ہے اور اس کے علاوہ حضورؐ کے اسمائے صفات بے شمار ہیں۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی نے پانچ سو جمع کئے ہیں، سیرت شامی میں تین سو کا اور اضافہ کیا ہے اور میں نے جو نام مبارک جمع کئے ہیں وہ چھ سو ہیں تو گویا چودہ سو ہوئے۔ اور حضورؐ کے اسمائے شریفہ ہر طبقہ میں مختلف ہیں اور ہر ہر جنس میں الگ الگ ہیں دریا میں کچھ اور ہیں اور پہاڑوں میں کچھ اور! آپ نے فرمایا کہ کثرت اسماء صفات پر دلالت کرتی ہے۔ ہر جگہ جدا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر جگہ حضورؐ کی ایک خاص تجلی ہے جس جگہ جیسی صفت کا ظہور ہے اسی کی مناسبت سے نام بھی۔ ۷۔ اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ انجیل شریف کی بہت سی آیات ہیں جو حضورؐ کے اوصاف بیان کرتی ہیں اگرچہ نصاریٰ نے تحریف کی ہے اور اپنے خیال میں وہ تمام آیات نکال ڈالی ہیں جو حضورؐ کے اوصاف پر مشتمل ہیں مگر جس بات کو اللہ تعالیٰ مکمل رکھنا چاہے اسے کون ناقص کر سکتا ہے۔ بہت سی آیات تحریف کے باوجود اب بھی موجود ہیں مگر ان کو نظر نہیں آتی ہیں۔

سہرا نکاح اور ولیمہ

اعلیٰ حضرت نے سوالات کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ نکاح کے لئے محرم و صفر میں کوئی ممانعت نہیں ہے کسی بھی مہینہ میں نکاح ہو سکتا ہے۔ البتہ عدت کے اندر نکاح تو درکنار نکاح کا پیام بھی دینا حرام ہے۔ ایک سوال کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے عدت میں جان بوجھ کر نکاح پڑھا دیا اور حرام جان کر پڑھا دیا تو سخت فاسق اور زنا کا دلال ٹھہرے گا البتہ اس کی اپنی بیوی نکاح سے باہر نہیں ہو گی۔ ہاں اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور وہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ بہر حال ایسے آدمی کی امامت جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے اور یہی حکم شریک ہونے والوں کے لئے ہے۔

سہرے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دولہا صرف پھولوں کا سہرا باندھ سکتا ہے اور یہ باجے گاجے جو شادی میں ہوتے ہیں سب ناجائز اور حرام ہیں۔ ولیمہ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ ولیمہ بعد زفاف سنت ہے اور اس میں

صدقۂ امر وارد ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی دُنبہ ہو۔ ارشاد ہوا کہ نکاح سے پہلے کھلا دینا یا ولیمہ نہ کرنا اس صورت میں سب تارک سنت ہوں گے مگر یہ سُنن مستحبہ سے ہے تارک گنہ گار نہ ہوگا اگر وہ ولیمہ کو حق مانتا ہے۔

وحدۃ الوجود

ایک صاحب نے وحدۃ الوجود کے معنی دریافت کیئے تو ارشاد ہوا کہ وجود ہستی بالذات باری تعالیٰ کے لئے ہے اس کے سوا جتنی موجودات ہیں اسی کی ظل ہی ہیں تو ہیں تو حقیقت میں وجود ایک ہی ہوا۔ فرمایا۔ اس مسئلہ میں غور و تامل یا تو انسان کی حیرت میں اضافہ کرتا ہے یا موجب ضلالت ہوتا ہے۔ تھوڑی بہت تفصیل سے کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا اور اوہام بڑھ جائیں گے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرت نے اس کے بعد چند مثالیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک مجھے یاد رہ گئی جو یہ ہے کہ مثلاً روشنی بالذات آفتاب و چراغ میں ہے۔ زمین و مکان اپنی ذات میں بے نور ہیں مگر بالعرض آفتاب کی وجہ سے تمام دنیا منور اور چراغ کی وجہ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ ان کی روشنی ان ہی کی روشنی ہے اگر آفتاب و چراغ سے روشنی اٹھالی جائے تو یہ بھی تاریک محض رہ جائیں گے۔

ایک صاحب کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ "صاحب نظر بزرگوں کو ہر جگہ اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے" ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے وہ ہر طرف اپنے آپ ہی کو دیکھے گا۔ اس لئے کہ یہی اصل ہے اور باقی جتنی صورتیں ہیں سب اسی کی ظل ہیں مگر یہ صورتیں اس کی صفات ذات کے ساتھ متصف نہوں گی مثلاً سننے والی اور دیکھنے والی نہوں گی اس لئے کہ یہ صورتیں صرف اس کی سطح ظاہری کی ظل ہیں ذات کی نہیں ہیں اور سمع و بصر ذات کی صفات ہیں۔ سطح ظاہر کی نہیں لہٰذا جو اثر ذات کا ہے وہ ان ظلال میں پیدا نہو گا۔ بخلاف حضرت انسان کہ یہ ظل ذات باری تعالیٰ ہے لہٰذا ظلال صفات سے بھی حسب استعداد بہرہ ور ہو گا۔

زیارت رسولؐ کا طریقہ

ایک صاحب نے اعلیٰ حضرت سے زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس مقصد مبارک کے لئے درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیئے۔ رات دن اور ہر وقت درود شریف کا ورد رکھنا چاہیئے۔ خاص طور پر مندرجہ ذیل درود شریف کو عشاء کے بعد سو مرتبہ یا جتنی مرتبہ ہو سکے پڑھنا چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے اس سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں، مگر شرط یہ ہے خالص تعظیم شان اقدس کے لئے اس کو پڑھے اور اس نیت کو بھی سامنے نہ رکھے کہ مجھے زیارت ہو آگے ان کا کرم بے حد و حساب ہے۔

زندگی میں قبر بنوانا

اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا گیا کہ کیا کسی شخص کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ زندگی میں ہی اپنی قبر بنوائے۔ ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔ قبر تیار رکھنے کا شرعاً حکم نہیں ہے۔ البتہ کفن سلوا کر رکھ سکتا ہے کہ جہاں کہیں جائے اپنے ساتھ لے جائے اور قبر ہمراہ نہیں رہ سکتی۔

پریشانی کا علاج

جے پور کے مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! حاجی عبدالجبار صاحب جے پوری کو اکثر پریشانی رہتی ہے اور کاروبار کی طرف سے بڑی دشواریاں آتی رہتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ان سے کہئے کہ لاحول شریف کی کثرت کریں اس سے ۹۹ بلائیں دفع ہوتی ہیں اور اسی لاحول کو سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا

کریں۔ ایک صاحب نے برکت رزق کے وظیفہ کی درخواست کی تو آپ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی ہے گویا بڑی تنگ دستی ہو رہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا وہ تسبیح تم کو یاد نہیں ہے جو ملائکہ کی تسبیح ہے اور جس کی برکت سے رزق عنایت کیا جاتا ہے۔ اسے پڑھا کرو دنیا خود بخود تمہارے پاس آئے گی اور تمہارے کام درست ہوں گے۔ ہمیشہ طلوع فجر کے ساتھ سو مرتبہ پڑھا کرو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ایک ہفتہ کے بعد یہ صحابی رضی اللہ عنہ پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ حضور! دنیا اس کثرت سے آئی ہے کہ میں حیران ہوں کہ اسے کہاں رکھوں اور کہاں اٹھاؤں"۔ لہٰذا آپ بھی اس وظیفہ کا ورد رکھیں اور کوشش کریں کہ طلوع صبح صادق کے ساتھ پڑھا جائے۔

ایک صاحب کو وسوسہ قلب کا علاج بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ پڑھنے سے فوراً وسوسہ دور ہو جاتا ہے بلکہ صرف اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کہتے ہی نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

ایصال ثواب

ایک صاحب نے خواب بیان کیا کہ میں نے اپنی مرحوم لڑکی کو خواب میں برہنہ اور بیمار دیکھا ہے اور یہ خواب چند مرتبہ دیکھا ہے۔ فرمایا۔ کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ مع درود شریف پڑھ کر بخش دو۔ انشاء اللہ پڑھنے والے کو اور جس کو بخشا ہے دونوں کو نجات حاصل ہو گی۔ اور پڑھنے والے کو دوگنا ثواب ہو گا اور اگر دو کو بخشے گا تو سہ گنا علیٰ ہذا جمیع مومنین کو بخش سکتا ہے اور اسی نسبت سے ثواب حاصل کر سکتا ہے ۱۰

ارشاد فرمایا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھاتے ہوئے چلا کر رونے لگا۔

آپ نے رونے کی وجہ معلوم کی تو بچے نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میری مرحومہ ماں کو فرشتے دوزخ میں لئے جارہے ہیں۔ حضرت شیخ کے پاس کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا آپ نے اسی وقت اس کی ماں کو بخش دیا، بچہ اسی وقت ہنسنے لگا۔ آپ نے پھر وجہ معلوم کی تو بچے نے کہا کہ اب میں نے دیکھا کہ فرشتے میری ماں کو جنت میں لیے جارہے ہیں۔

اسی سلسلہ میں اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ عذاب روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے اور اسی طرح ثواب بھی۔ حدیث میں ہے کہ ایک لنجھا آدمی کسی باغ کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ باغ میں میوے لگے دیکھ رہا تھا مگر جانے کی سکت نہیں تھی اتفاق سے ایک اندھا آدمی آیا کہ باغ میں جا سکتا تھا مگر میوے لگے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لنجھے آدمی نے اندھے سے کہا کہ تم مجھے اٹھاکر باغ میں لے چلو پھر وہاں میں میوے توڑوں گا اور ہم تم دونوں کھائیں گے۔ اندھے نے ایسا ہی کیا۔ دونوں نے میوے کھائے۔ اس صورت میں دونوں مجرم ہوں گے۔ جسم اندھا ہے اور روح لنجھی ہے۔

قبر پر حاضری اور فاتحہ

اعلیٰ حضرت نے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب شیخ وفات پاجائیں تو ان کی قبر سے حاضری کے وقت چار ہاتھ کے فاصلہ پر رہنا چاہیئے اور پھر فاتحہ پڑھنا چاہیئے۔ اور جس طرح زندگی میں ادب کیا جاتا ہے اسی طرح ادب کرنا چاہیئے۔ ہمیشہ سامنے سے حاضر ہوں تاکہ میت کو مڑ کر دیکھنے کی تکلیف نہ ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حیا والا اور اکرام والا ہے، اس بات سے اس کو شرم آتی ہے کہ بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور وہ خالی پھیر دے پھر فرمایا۔ جو دعا نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

مجاہدہ کا مطلب

اعلیٰ حضرت سے مجاہدہ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ...

اِس آیت میں آجاتا ہے۔ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی. جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بیشک اس کا ٹھکانہ جنّت ہے۔ اسی کا نام جہاد اکبر ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے ایک جہاد سے واپس آتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ رَجَعْنَا مِنَ الْجِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِھَادِ الْاَکْبَرِ۔ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے ہیں۔ ایک بزرگ کو انار کھانے کی خواہش میں تیس ۳۰ برس گذر گئے مگر نہیں کھایا۔ ایک دن حضور اکرمؐ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ صبح کو اٹھے انار کھایا۔ اس کے بعد نفس نے دُودھ کی خواہش کی تو بزرگ نے کہا۔ تیس برس ٹھیر و شاید حضور تشریف لائیں۔ خواہش دُور ہوگئی اور کہا کہ بہتر یہی ہے کہ صبر کرتے رہو اور دیدار حاصل ہوتا رہے۔

خلافت راشدہ اور قیامت

خلافت راشدہ سے مراد کون کون حضرات ہیں؟ اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ خلافت راشدہ سے وہ خلافت مراد ہے جو منہاج نبوت پر ہو جیسے حضرات خلفاء اربعہ، امام حسن مجتبیٰ اور امیر المومنین عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہم ہیں اور اب میرے خیال میں ایسی خلافت راشدہ امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی قائم کریں گے۔ والغیب عند اللہ۔

سوال کیا گیا کہ قیامت کب ہوگی اور امام مہدی کب ظاہر ہوں گے۔؟ فرمایا! قیامت کب ہوگی اس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کے ذکر میں ارشاد ہوتا ہے کہ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ. اللہ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں فرماتا ہے۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اللہ و رسول کی محبت

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ دل میں اللہ اور رسول ؐ کی محبت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف کی کثرت اور نعت شریف کے اشعار سننے سے جن کو خوش الحان پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں پر غور کرے جو بندہ کو عطا کی گئی ہیں۔

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو "اللہ میاں" کہنا جائز ہے؟ فرمایا! اُردو زبان میں لفظ میاں کے تین معنی ہوتے ہیں ان میں سے دو معنی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور منزلہ ہے اور ایک صادق آ سکتا ہے تو جب دو لفظ خراب ہیں اور ایک اچھا ہے اور وہ بھی شرع میں نہیں ہے تو ذات باری کے لئے میاں کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ میاں کے ایک معنی مولیٰ کے ہیں دوسرے معنی شوہر کے ہیں اور تیسرے معنی زانیہ کا دلال ہیں۔

میلاد شریف میں روشنی

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ میلاد شریف کی محفل میں فرش و فروش اور روشنی کا اہتمام جائز ہے یا نہیں۔؟ ارشاد فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں۔ لَا خَيْرَ فِي الْاِسْرَافِ وَلَا اِسْرَافَ فِي الْخَيْرِ۔ جس چیز سے تعظیم رسول مقبول اور ذکر خیر مقصود ہو وہ ہرگز منع نہیں ہو سکتی۔ حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں سید علی رود باری سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے ایک نیک بندے نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور ایک ہزار شمعیں روشن کیں ایک شخص ظاہر بینؔ نے یہ صورت دیکھ کر مجلس سے واپس جانے کا ارادہ کیا تو بزرگ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جا کر فرمایا کہ جو شمع غیر اللہ کے نام پر روشن کی ہے اسے تم بجھا دو۔ اس شخص نے ہر چند کوشش کی مگر کوئی شمع نہ بجھی۔

مسئلہ علم غیب

شاہ جہاں پور کے ایک صاحب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں آئے اور علم غیب کے

مسئلہ میں اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اس لئے حاضر خدمت ہوا ہوں تاکہ اپنی تسلی کر لوں۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس کا فیصلہ قرآن عظیم نے فرما دیا ہے۔ فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین۔ جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں اور وہ کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ اگر ان میں کہیں ایسا لکھا ہو تو کوئی دکھائے۔ ہم اہلِ سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عطا فرمایا۔ ربّ عزوجل فرماتا ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔ میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اوّلین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی ہے جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی، تو متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

حضرت مؤلف ملفوظات فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی بکثرت آیات کریمہ ہیں مثلاً وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضور کو علم غیب عنایت ہوا تھا۔ تفصیلات معلوم کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت کی کتابیں خالص الاعتقاد اور انباء المصطفےٰ اور دولۃ المکیہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اعلیٰ حضرت کا وعظ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ہر سال تین وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ایک ماہ شعبان میں جلسۂ دستار بندی کے وقت۔ دوسرا وعظ ۱۸؍ ذالحجہ کو حضرت سیدی آل رسول صاحب رحؒ کے عرس شریف کے موقعہ پر اور تیسرا وعظ آپ ۱۲؍ ربیع الاول شریف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کے سلسلہ میں۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کا ایک وعظ یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ خطبۂ وعظ شریف اور صلوٰۃ و سلام کے جملہ الفاظ وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے اور جن کو مولوی عبید الرضا صاحب نے قلم بند کیا تھا اور بعد میں

مولوی حسنین رضا خاں صاحب نے اعلیٰ حضرت کو سنا کر اپنے رسالہ الرضا میں شائع کیا تھا۔

محفل وعظ کے شروع میں مداح حبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب نے اپنے شاگردوں کے ساتھ پُرکیف نعت خوانی فرمائی۔ فجر کی نماز کے بعد سے دس بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ دس بجے اعلیٰ حضرت نے منبر کو زینت بخشی اور عادت شریفہ کے مطابق شروع میں چند منٹ خاموش رہنے کے بعد مندرجہ ذیل وعظ ارشاد فرمایا اور آخر میں بارگاہ اقدس میں ہدیہ سلام پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ الحمد للّٰہ الذی فضل سیدنا ومولانا محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العلمین جمیعا واقامہ یوم القیمۃ للمذنبین المتلوثین الخطائین الھالکین شفیعا وصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ وعلی کل من ھو محبوب ومرضی لدیہ صلٰوۃ تبقی وتدوم بدوام الملک الحی القیوم۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ بالھدی ودین الحق ارسلہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۰ الحمد للّٰہ رب العلمین ۰ الرحمٰن الرحیم ۰ ملک یوم الدین ۰ ایاک نعبد وایاک نستعین ۰ اھدنا الصراط المستقیم ۰ صراط الذین انعمت علیھم ۰ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۰ آمین۔

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم وذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گستردہ فرماتا اور اُن کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے یہ سورۂ مبارک رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی اور خود اُن کی طرف سے ارشاد ہوئی ابتداء اُس کی اور تمام سورہ قرآن عظیم کی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے فرمائی گئی اول حقیقی اللّٰہ عزوجل ہے ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم ۰ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء اسم جلالت اللّٰہ سے ہونی چاہیے تھی کہ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم مگر ابتدا یوں فرمائی گئی۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ وہ جو اول حقیقی اللّٰہ کا علم ذات ہے کہ ذات واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے اُس سے پہلے

نقطہ اسم کا لائے اور اُس پر بے کا حرف داخل فرمایا گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ
اپنی الوہیّت وحدانیت میں بے غایت ظہور سے بغایت بطون میں ہے بندوں کو اُس
تک وصول محال کسی کی عقل کسی کا وہم کسی کا خیال اُس تک نہیں پہنچتا جس کا نام اللہ
ہے وہ پاک و منزہ ہے اس سے کہ اوس تک فکر و وہم کا وصول ہو سکے ایسی مخفی و باطن
شئے تک وصول کے لئے علامت درکار ہے اور اسم کہتے ہیں علامت کو جو دلالت کرے
ذات پر تو اسم اللہ ذریعہ ہوا اُس کا اور اسم کے، نام ٹھہرا اُس شئی کا جو دلالت کرنے والی
ہے ذات پر ذات پاک ہے اس سے کہ اُسے کسی چیز کی حاجت ہو ضرور ہے کہ ذات
پر دلالت کرنے کے لئے تین چیزیں ہونی چاہئیں ایک ذات ہو دوسرا اُس کا غیر ہو تیسرا
بیچ میں کوئی واسطہ ہو جو دلالت کرے اُس غیر کو اُس ذات کی طرف وہ ذات ذات الٰہی
ہے وہ غیر یہ تمام عالم مخلوقات اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے۔ وہ محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو گویا ابتداء ہی نام پاک سے کی گئی اپنے نام پاک سے
کی گئی اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا جاتا ہے
کہ ذریعہ وصول ہوئے اسم اللہ تمام مخلوقات کے لئے تو ازل سے ابد تک وجود میں
لائی گئی ذات اقدس کی طرف دال ہے اس واسطے کہ تمام جہاں کو اللہ کی طرف حضور
ہی نے ہدایت فرمائی حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الٰہی کے یہاں تک کہ انبیاء کرام و مرسلین
عظام کے بھی ہادی ہیں تو حضور کے سوا جتنے ہادی دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں
ہو سکتے کہ انہوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی اُن کو کسی نے دلالت نہ کی ہو ایسا نہیں
وہ اگر اُمتوں کے دال ہیں تو حضور کے مدلول ہیں دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس
ہی کے لئے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد
رسول اللہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی اللہ سے کچھ
علاقہ نہیں رکھتے کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ مگر دوسرا اُن سے علاقہ
نہیں رکھتا مہدی ہیں ہادی نہیں یعنی ہادی بالذات نہیں اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں اور
حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الاطلاق ہادی و مہدی ہیں کلمہ کی تین قسمیں
ہیں اسم فعل حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ فعل مسند ہوتا ہے مگر مسند الیہ نہیں
ہوتا اسم مسند بھی ہوتا ہے مسند الیہ بھی ہوتا ہے تو جو ذات الٰہی سے بعلاقہ ہیں وہ حرف

کہ و منھم من یعبد اللہ علی حرف فان اصابہ خیر ن اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علی وجھہ خسر الدنیا والاخرۃ ذلک ھو الخسران المبین ۰ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں فوراً ایک قدم ہیں بدل گئے پلٹ گئے اُن کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اور یہی کھلا خسارہ ہے تو یہ نہ مسند ہیں نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں اور وہ جو خود ذات الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں مگر بالذات اُن سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا وہ تمام مومنین و ہادین ہیں کہ مسند ہیں مگر بالذات مسند الیہ نہیں وہ فعل ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کریم بیشک مسند و مسند الیہ بالذات ویے وساطت ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسم ہیں کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے اور سب کو ان سے نسبت ہے اور یہی شان ہے اسم کی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اُس پر حرف تعریف داخل ہو اور تعریف کی حد ہے حمد اور حمد کی تکثیر ہے تحمید اور اُسی سے مشتق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی بار بار اور بکثرت تعریف کئے گئے تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں جس کو جو کمال ملا ہے وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل اور پر تو ہے امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں۔

کیف ترقی رقیک الانبیاء	یا سماء ماطاولتھا سماء
لم یساووک فی علاک وقد حا	ل سنا منک دونھم وسناء
انما مثلوا صفاتک للنا	س کما مثل النجوم الماء

انبیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترقی کیسے پاسکیں۔ اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کر سکتا ؛ وہ حضور کے مراتب بلند کے قریب نہ پہنچے۔ حضور کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے اونھیں حائل ہو گئی ؛ وہ تو حضور کے صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔ جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے ؛ حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تو تعدد لا تحصی ہیں

انبیاء کرام غایت الجلا میں مثل پانی کے ہیں اپنی صفا کے سبب اُن نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم حمد ہوا کرتی ہے مقابل کسی صفت کمال کے اور تمام صفت مخلوقات میں خاص ہیں حضور کے لئے۔ باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ وصدقہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما انا قاسم واللہ المعطی عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا ہیں۔ کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے کونسی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ نہیں تو جو چیز جس کو اللہ نے دی تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں جو اطلاق وتعمیم وہاں ہے یہاں بھی ہے جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا ابتداء خلق سے ابد الاباد تک ظاہر وباطن میں روح وجسم میں ارض وسما میں عرش وفرش میں دنیا وآخرت میں جو کچھ ہے اُس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں اللہ عطا فرماتا ہے اور اُن کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الیٰ ابد الاباد لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اسم کا خاصہ ہے جر اور جر کے معنی کشش یعنی جذب فرمانا یہ خاصہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے وہ کھنچ آئے دوسرا مزاحمت کے ساتھ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے اور یہ کھنچنا نہیں چاہتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انتم تتقحمون فی النار کالفراش، وانا اخذ بحجزکم ھلم الیّ تم پروانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ یہ شان ہے جر کی یعنی کشش کی اسم نحوی کا خاصہ جر من حیث الوقوع ہے اور اسم اللہ کا من حیث الصدور ہاں جر اُن افعال وکیفیات سے ناشی ہوتا ہے جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں وہ یہاں بروجہ اتم ہیں مثلاً (ب) کے معنی ہیں الصاق یعنی ملانا یہ خاص کام ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں (من) کہ ابتدائے غایت کے لئے ہے یہ بھی خاص ہے حضور ہی کے لئے یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ اے جابر تمام جہان سے پہلے

اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آلہ وصحبہ و بارک وسلم ہر فضل ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتداء انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ربک المنتہیٰ ہے انتہا غایت کے لئے انتہائے کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے اول الانبیاء بھی وہی ہیں اور خاتم النبیین بھی وہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وصحبہ و بارک وسلم تلمسانی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ایک بار جبریل امین حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا ظاہر السلام علیک یا باطن رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت زبانی ھو الاول والاٰخر والظاہر والباطن وھو بکل شیئ علیم ۰ اس غایت کے لحاظ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا اللہ نے حضور کو اول کیا تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا اور اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا اور حضور کو ظاہر کیا اپنے معجزات مبینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک وشبہ کی مجال نہیں اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتا آفتاب اور جملہ انوار انہیں کے پرتو ہیں آفتاب میں شک ہو سکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں فرض کیجئے کہ ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو اور حضور فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں کوئی کرہ نار کا شرارہ ہے یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق صحیح ہے اور آفتاب سمجھنا ہماری نگاہ وگمان کی غلطی صریح ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اور ان کا یہ غایت ظہور ہی غایت بطون کا سبب ہے اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اعراف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے معرفت الٰہی وہ معرفت

محمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کو ان کی معرفت زائد ہے اس کو معرفت الٰہی بھی زائد ہے صدیق اکبر جیسے اعرف الناس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں اُن سے ارشاد فرمایا یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی اے ابوبکر جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا باطن ایسے کہ سوائے خدا کے کسی نے اُن کو پہچانا ہی نہیں اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر بنتہ ہر ذرہ شجر حجر وحوش طیور حضور کو جانتے ہیں یہ کمال ظہور ہے صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں جبرئیل امین اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں۔ انبیاء مرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق باقی رہا حقیقۃً اُن کو پہچاننا تو اُن کا جاننے والا اُن کا رب ہے تبارک وتعالیٰ اُن کا بنانے والا اُن کا نوازنے والا اُن کی حقیقت کے پہچانتے ہیں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا بلا تشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کی اُس کے ساتھ ہے وہ دوسرے کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ تمام جہان سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں۔ ان سعد الغیور وانا اغیر منہ واللہ اغیر منی سعد غیرت والا ہے اور میں اُس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھے زیادہ وہ کیونکر روا رکھے گا۔ کہ دوسرا میرے حبیب کی اُس خاص ادا پر مطلع ہو جو میرے ساتھ ہے اسی واسطے فرمایا جاتا ہے جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا ہم تو ع

قوم بینام تسلوا عنہ بالحلم ؛ ہیں ہم تو سوتے ہیں۔ خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا لوگ سوتے ہیں مریں گے جاگیں گے خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی اور کچھ نہ تھا اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا نتیجہ دونوں جگہ ایک جگہ ہے وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور وہ خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رأنی فقد رأی الحق فان الشیطان لا یتمثل بی جس نے مجھے دیکھا

اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا پھر لوگ مختلف احوال واشکال میں دیکھتے ہیں وہ اختلاف اُن کے اپنے ایمان و احوال ہی کا ہے ہر ایک اپنے ایمان کے لائق اُن کو دیکھتا ہے یونہی بیداری میں جتنے دیکھنے والے تھے سب اس آئینہ حق نما میں اپنے ایمان کی صورت دیکھتے تھے ورنہ اُن کی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ اُن میں سے اگر ایک پردہ اُٹھا دیا جائے آفتاب جل کر خاک ہو جائے جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں اور جو تارہ اُس سے قرآن میں ہو احتراق میں کہلاتا ہے تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی تو رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے۔ نہ جمال انور حضور اقدس کو جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج میں کہ رب العزت جل وعلا کو بیداری میں دیکھا وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور یہ رویت لامکان میں ہوئی تھی بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئینہ خدا ساز ہیں ابوجہل حاضر ہو کر عرض کرتا ہے ع

زشت نقشے کز بنی آدم شگفت

حضور فرماتے ہیں صدیق تو سچ کہتا ہے ابوبکر صدیق آکر عرض کرتے ہیں حضور سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہ ہوا حضور بے مثل ہیں حضور آفتاب ہیں نہ شرقی و غربی ارشاد فرمایا صدیق تم سچ کہتے ہو صحابہ نے عرض کی حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی ارشاد فرمایا ؎

گفت من آئینہ ام مصقول دوست || ترک و ہندو در من آں بیند کہ اوست

میں اپنے چاہنے والے دوست رب تبارک وتعالیٰ کا اُجالا ہوا آئینہ ہوں ابوجہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے اُس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی اور ابوبکر سب سے بہتر ہیں انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور و کمال بطون ہے ظہور کسی شئی کا جب ایک شرقی محدود تک ہوتا ہے وہ شئے نظر آتی ہے اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نظر نہیں آتی آفتاب جب افق سے نکلتا ہے سُرخی مائل کچھ بخارات و غبارات میں ہوتا ہے ہر شخص کی نگاہ اُس پر

جمتی ہے جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے غایت ظہور سے باطن ہوجاتا ہے اب نگاہیں اُس پر نہیں ٹھہر سکتیں خیرہ ہو کر واپس آجاتی ہیں غایت ظہور پر پہنچا جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہوگیا آفتاب کہ نام ہے اُن کی گلی کے ایک ذرہ کا وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لئے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے اور اس میں مع ذات وصفات کے تجلی فرمائی ہے حقیقت اُس ذات کی کون پہچان سکتا ہے وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم اسی سبب سے نام اقدس میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکثرت اور باربار غیر متناہی تعریف کئے گئے اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمالیا یہ تو شان ہے غایت ظہور کی اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی عن التعریف ہیں تعریف کی ضرورت نہیں یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لئے ہے وہ اپنے رب کی وحدت حقیقۃ کے مظہر کامل اپنے جملہ فضائل وکمالات میں شریک سے منزہ ہیں امام شرف الدین بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ ‖ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں اُن کے حسن کا جوہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت واستغراق نامتصور اور عہد فرع معرفت ہے اور ان کی ذات وحقیقۃ کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

جس طرح الیٰ جد کے لئے ہے کاف تشبیہ بھی جد کے لئے آتا ہے ذات الٰہی کمال تنزیہ کے مرتبہ میں ہے اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہ ہے اُس کی ذات وصفات کے لئے اور تشبیہ ہے تجلیات کے لئے دونوں کو اس آیۂ کریمہ میں جمع فرمادیا لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر ۰ لیس کمثلہ شیٔ کوئی شے اُس کے مثل نہیں یہ تنزیہ ہے اور وھو السمیع البصیر ۰ وہی ہے سننے والا دیکھنے والا یہ تشبیہ ہے تک اللہ تعالیٰ

نے عالم نہ بنایا تھا تشبیہ نہ تھی جب عالم بنایا تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں بلکہ عالم تمثیل میں تجلی تدلی کے لئے ایک تشبیہ پیدا ہوئی جو عبارت ہے ذات اقدس سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے تشبیہ سے ہاں پہلی تجلی جو فرمائی ہے اُسی کا نام ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس تجلی کی اور تجلیات کی گئیں ہیں اُن کا نام ہے انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلاۃ والسلام جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا آگے فرمایا جاتا ہے الرحمٰن الرحیم مدح کا قاعدہ ہے کہ کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے الرحمٰن الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمن کو رحمت کاملہ باللہ رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر فرمایا گیا الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اُس کے ساتھ خاص ہے رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں یہ کیا ہے جن سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا القہار المنتقم نہیں فرمایا جاتا الرحمٰن الرحیم خاص رحمت دکھائی جاتی ہے یہ وہی آئینہ ذات الٰہی ہے جس میں صفات قہر یہ بھی اگر خالص رحمت سے متلبس ہو جاتی ہیں وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اولین کے لئے رحمت آخرین کے لئے رحمت ملائکہ کے لئے رحمت تمام مومنین کے رحمت یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین مشرکین منافقین مرتدین کے لئے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ بھی آج اُن کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم اللہ اس لئے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے رحمت عالم تم اُن میں ہو اسی لئے ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ورفعنہ مکانا علیا اختیار نہ فرمایا حالانکہ ان کے غلام واہل محبت کی نعش تک آسمان پر اُٹھائی گئی ہے سیدی عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا اکابر اولیا جمع ہیں مگر نماز نہیں ہوتی اُنہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا کہا امام کا انتظار ہے ایک صاحب نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اُترتے دیکھا جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں جن سے شہر میں لڑکے ہنستے چپتیں لگاتے ہیں وہ امام ہوئے سب نے ان کی اقتدا کی نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع ہو گیا۔

جب نماز ختم ہوئی نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اڑتے چلے گئے انہوں نے پوچھا یہ اہل محبت ہیں ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں پر تشریف رکھنا پسند فرمایا کہ خلق کے لئے عذاب عام سے امان ہو جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہی ہے دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی ہیں ہیں۔ جنت کا رحمت ہونا ظاہر حضور کے نام لیواؤں کی جاگیر ہے دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے اول بادشاہ کی اطاعت خاص اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے دوسرے کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ یہ انعام ملیں گے یہ رحمت ہے تیسرے فاسق سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے اطاعت نہیں کرتے اُن کو سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے اگر اطاعت نہ کرو گے تو زندان میں بھیجے جاؤ گے وہ انعام تو عین رحمت ہے ظاہر ہے اور یہ کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے اس لئے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیلخانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں انعام کے مستحق ہوں تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی اُن کی توہین کی رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے دوزخ کو پیدا فرمایا قدر شی کی اُس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیأ تعرف باضدادھا تو اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی واللہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم اللھم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم والہٖ الکرام اجمعین۔ حضور تمام جہان کے لئے رحمت ہیں رحمت الٰہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ تو رحمت کے لئے دو چیزیں درکار ہیں ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے اور دوسری خیر اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی نہ خیر کا پانے والے تو رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوا مگر وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تمام نعمتیں

تمام کمالات تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر اور تمام عالم کا وجود متفرع ہے حضور کے وجود پر تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی ملک ہو خواہ نبی یا رسول جس کو جو نعمت ملی حضور ہی کے دست عطا سے ملی حضور نعمۃ اللہ ہیں قرآن عظیم نے اُن کا نام نعمت اللہ رکھا الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ولہذا اُن کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الٰہی قال تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے یہی تشریف آوری ہے جس کے طفیل دنیا قبر حشر برزخ آخرت غرض ہر وقت ہر جگہ ہر آن نعمت ظاہرہ و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے اور ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے مجلس میلاد آخر وہی شئی ہے جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث مجلس مبارک کی حقیقت مجمع مسلمین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے انتظام یا رقعہ بانٹنا یا طعام و شیرینی کی تقسیم اُس کا جزء حقیقت نہیں نہ اُن میں کچھ جرم اول دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ اُس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے صحیح مسلم شریف میں ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعی الی ھدی کان لہ الاجر مثل اجور من تبعہ ولا ینقص ذلک من اجورھم شیئا جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے جتنے اُس کا بلانا قبول کریں اُن سب کے برابر ثواب اُسے ملے اور اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی نہو اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی برائے صلہ و احسان و صدقہ ہے اور یہ سب شرعا محمود ان مجالس کے لئے ایک ہمیں نہیں ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں جہاں مجلس شریف ہوتے دیکھی ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ یہاں تمہارا

مطلوب ہے پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو
اُدھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے وہ بھی ایسی عام کہ نامستحق کو بھی حصہ
دیتے ہیں۔ ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا
بھی بدبخت نہیں رہتا۔ یہ مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی اور کرتے
رہے اور اُن کی اولاد میں برابر ہوتی رہی کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام
ذکر حضور نہ کرتے ہوں اول روز سے آدم علیہ السلام کو تعلیم ہی یہ دی گئی کہ
میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب ومحبوب کا ذکر کیا کرو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ
الہٖ وصحبہ وبارک وسلم جس کے لئے عملی کارروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پتلے میں داخل کی گئی آنکھ کھلتے ہی نگاہ ساق عرش پر
ٹھہرتی ہے لکھا دیکھتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہ وبارک وسلم عرض کی الٰہی یہ کون ہے جس کا نام پاک تو نے
اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے ارشاد ہوا وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا
پیغمبر ہے وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا لولا محمد ماخلقتك ولا ارضا ولا
سماء اسی کے طفیل میں تجھے پیدا کیا اگر وہ نہ ہوتا نہ تجھے پیدا کرتا نہ میں زمین و آسمان
بناتا تو کنیت اپنی ابو محمد کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہ وبارک وسلم آنکھ
کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا وہ
مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے جب زمانہ وصال شریف
کا قریب آیا شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمایا اے فرزند میرے بعد
تو خلیفہ ہوگا عماد تقویٰ و عروۃ وثقی کو نہ چھوڑنا العروۃ الوثقی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم عروۃ وثقی محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کو یاد کرے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرنا فانی رایت الملٰئکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا
کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے ہر وقت ہر گھڑی اُن کی یاد میں مشغول ہیں اسی
طور پر چرچا اُن کا ہوتا رہا پچھلی انجمن روز میثاق جمائی گئی اُس میں حضور کا ذکر
تشریف آوری ہوا۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب و
حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم

واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاہدین فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون ٥ جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں پھر تشریف لائیں۔ تمہارے پاس وہ رسول تصدیق فرمائیں اول باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُن کی مدد کرنا قبل اس کے کہ انبیاء کرام کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں۔ مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے سنا اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا اُن کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع و امتی بننے پر تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا ثم جاءکم رسول پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس مجلس انبیاء ہے علیہم الصلاۃ والسلام جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ غرض اسی طرح ہر زمانہ میں حضور کا ذکر ولادت و تشریف آوری ہوتا رہا ہر قرن میں انبیاء مرسلین آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمٰن و ذکریا علیہم الصلاۃ والسلام تک تمام نبی و رسول اپنے اپنے زمانہ میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری ستھری پاک بتول کا بیٹا جسے اللہ تعالیٰ نے بے باپ کے پیدا کیا نشانی سارے جہاں کے لئے یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لایا فرماتا ہوا مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بشارت دیتا ہوں اُن رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم یہ ہے مجلس میلاد شریف جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا تمام ملک و ملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد فرش پر محفل میلاد ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں سر جھکائے کھڑے ہیں جبرئیل و میکائیل حاضر ہیں

علیہم الصلوٰۃ والسلام اُس دولہا کا انتظار ہو رہا ہے جس کے صدقے میں یہ ساری
برات بنائی گئی ہے۔ سب سمٰوات میں عرش و فرش پر دھوم ہے ذرا انصاف کرو
تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو
اب وقت آیا ہے کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا۔ وہ عظیم مقتدر جو چھ ہزار برس
پیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے اب وقت
آیا ہے کہ وہ مراد المریدین ظہور فرمانے والے ہیں یہ قادر علی کل شئی کیا کچھ خوشی
کے سامان مہیا نہ فرمائے گا۔ شیاطین کو اُس وقت جلن ہوئی تھی اور اب بھی جو
شیطان ہیں جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے غلام تو خوش ہو رہے ہیں ان کے ہاتھ
تو ایسا دامن آیا ہے کہ یہ گر رہے تھے اُس نے بچا لیا ایسا سنبھالنے والا ملا کہ
اس کی نظیر نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم ایک آدمی ایک کو
بچا سکتا ہے دو کو بچا سکتا ہے کوئی قوی ہو گا زیادہ سے زیادہ دس بیس کو
بچا لے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک انا اخذ
بحجزکم عن النار ھلم الی میں تمہاری کمر پکڑے دوزخ سے کھینچ رہا ہوں ارے
میری طرف آؤ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم یہ فرمان صرف
صحابہ سے خاص نہیں قسم اس کی جس نے انہیں رحمۃ للعلمین بنایا آج وہ ایک ایک
مسلمان کا بند کمر پکڑے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم الحمد للہ کیا حامی پایا اربوں سے بھی اربوں
مراتب زائد گرنے والوں کو ان کا ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے تو ایسے کے پیدا ہونے
کا ابلیس اور اُس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ
سرکش قید کئے گئے تھے اونہیں کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں خوشی کے نام سے
مرتے ہیں ملائکہ سبع سمٰوات دھوم مچا رہے تھے عرش عظیم ذوق شوق میں ہلتا تھا ایک
علم مشرق دوسرا مغرب اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا اور بتا یا گیا کہ ان کا دار السلطنت
کعبہ ہے اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک تمام جہاں انہیں کی قلمرو میں داخل
ہے اُس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آ پہنچی کہ اول روز سے اُس کی محفل میلاد (۳۱)
کے خیر مقدم کی مبارک باد ہو رہی ہے قادر علی کل شئی نے اس کی خوشی میں کیسے کیسے

انتظام فرمائے ہوں گے جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے لے کر حاضر ہوئے اُس کے نوش فرمانے سے وہ دہشت زائل ہو گئی جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے اظہر یا سید المرسلین اظہر یا خاتم النبیین اظہر یا اکرم الاولین والاخرین جلوہ فرمایئے اے تمام رسولوں کے سردار جلوہ فرمایئے اے تمام انبیاء کے خاتم جلوہ فرمایئے اے سب اگلے پچھلوں سے زیادہ کریم یا اور الفاظ ان کے ہم معنی مطلب یہ کہ دونوں جہان کے دولہا کی برات سج چکی ہے اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے فظہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالبدر المنیر یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند (ان لفظوں پر قیام ہوا) اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ درود عرض کیا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ!
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا سراج افق اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا مبعوث رونق اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی الانبیاء
الصلوٰۃ والسلام علیک یا عمیم الجود والعطاء
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب رب الارض والسماء
الصلوٰۃ والسلام علیک یا مقیل العثرات
الصلوٰۃ والسلام علیک یا امام القبلتین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا من زینۃ اللہ بکل زین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا من نزھہ اللہ من کل شین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا در اللہ المکنون
الصلوٰۃ والسلام علیک یا سر و القلب المخزون

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا خیر خلق اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا قاسم رزق اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا زینۃ عرش اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا خاتم النبیین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا اکرم الاولین والاخرین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا عظیم الرجاء
الصلوٰۃ والسلام علیک یا ماحی الذنوب والخطاء
الصلوٰۃ والسلام علیک یا مضعف الحسنات
الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی الحرمین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا صاحب قاب قوسین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا جد الحسن والحسین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا سر اللہ المخزون
الصلوٰۃ والسلام علیک یا نور الافئدۃ والعیون
الصلوٰۃ والسلام علیک یا عالم ما کان وما یکون

الصلوٰۃ والسلام علیک وعلیٰ آلک وصحبک وابنک وحزبک واولیاء امتک وعلماء ملتک وسائر اھل کلمتک وسائر اھل کلمتک اجمعین دائماً ابد الآبدین وسرمدا دھر الداھرین آمین والحمد للہ رب العلمین۔

میلاد شریف کا مطلب

حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ ابن مولانا عبداللطیفؒ پیلی بھیتی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پیلی بھیت میں قیام پذیر تھے اور مولوی عبدالحق صاحب کرگینوی آپ کے میزبان تھے۔ عصر کی نماز باجماعت کے بعد مریدین و معتقدین کا اجتماع تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت میلاد شریف کا مطلب کیا ہے۔؟ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ہر وہ مجلس جس میں سرکار ابد قرار آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محامد بیان کئے جائیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، آپ کی تعلیمات، اور آپ کے انوار و برکات اور آپ کے اخلاق و عادات کا ذکر کیا جائے اور صلوٰۃ وسلام بارگاہ اقدس میں پیش کیا جائے مجلس میلاد ہے۔ فرمایا۔ مسلمانوں کا وہ اجتماع اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ناپسندیدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ کیا جائے، آپ نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ لا الہ الا اللہ کی تکمیل محمد الرسول اللہ کے بغیر نہیں ہوتی ہے اس نکتہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقبول بندہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دل و جان اور تمام جہاں سے زیادہ دوست رکھے۔

میلاد شریف کا طریقہ

مولوی عبدالحق صاحب کرگینوی بیان کرتے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ میلاد شریف کس طریقہ سے کرنا چاہیئے، میلاد شریف تو حضور عام طور پر کیا جاتا ہے مگر اس کے کرنے کا صحیح طریقہ بہت کم

لوگوں کو معلوم ہے لہٰذا حضور والا ارشاد فرمائیں کہ میلاد شریف کا صحیح اور پسندیدہ طریقہ کیا ہے تاکہ آئندہ ایسی مبارک محفلوں میں اسی کا اہتمام کیا جائے۔؟ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا۔

میلاد شریف کا اچھا وقت فجر کی نماز کے بعد کا ہے، اگر یہ وقت ممکن نہ ہو سکے تو پھر عصر اور مغرب کے درمیان اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر عشاء کی نماز کے بعد ہونا چاہیئے۔ جس جگہ میلاد شریف کی جائے وہ جگہ پاک و صاف ہونا چاہیئے، جو فرش بچھایا جائے وہ بھی پاک صاف ہونا چاہیئے میلاد شریف چوکی پر یعنی بلند جگہ بیٹھ کر پڑھی جائے۔ چوکی کا رخ کعبہ کی طرف ہونا چاہیئے۔ حاضرین میں جو لوگ شریک ہوں ان کو پاک اور صاف ستھرے لباس اور آداب کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ اٹھنے بیٹھنے میں ہر آن ادب و احترام کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ جب تک ذکر ہوتا رہے درود شریف دل میں پڑھنا چاہیئے۔ ذکر خیر زیادہ دیر تک جاری نہیں رہنا چاہیئے۔ کیونکہ لوگوں کو دیر تک ایک حالت میں تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے اور ان کی توجہ ذکر خیر کے سننے کی طرف سے ہٹنے لگتی ہے اور یہ ایک طرح کی بے ادبی ہے۔

میلاد شریف پڑھنے والے کو عالم باعمل ہونا چاہیئے۔ خلاف شریعت لباس اور شکل و صورت کے لوگوں سے میلاد شریف نہیں پڑھوانا چاہیئے۔ جتنی دیر میلاد شریف پڑھی جائے پوری توجہ سے حضور پاکؐ کا تصور ذہن میں بٹھلائے، ذکر شریف کے سننے میں منہمک رہنا چاہیئے۔ ذکر شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہے یا درود شریف پڑھنا چاہیئے۔

میلاد شریف میں مستند روایات بیان کرنا چاہئیں اور جو نعت شریف پڑھی جائیں وہ بھی کسی باشرع شاعر اور عالم کی لکھی ہوئی ہوں۔

میلاد شریف کی محفل کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت و جلال اور حمد و ثناء سے شروع کرنا چاہیئے

اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کا ذکر کرنا چاہیئے اور پھر اس

سب سے بڑے احسان کا ذکر کرنا چاہیئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا، وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو محبت سے اور تعظیم سے یاد کیا ہے پڑھنا چاہیئے۔

حضور کے معجزات کا ذکر احادیث کی کتابوں سے بیان کرنا چاہیئے۔ اہل بیت اور صحابہ کرام رضؓ کا ذکر خیر بھی آنا چاہیئے اور آخر میں سرکار کے دنیا میں جلوہ فرما ہونے کا بیان کرتے ہوئے ان انوار و برکات کو بھی بیان کیا جائے جو ظہور میں آئے اور جن کو دیکھکر درخت و پہاڑ سبھی نے نعرۂ تحسین و تعریف بلند کیا۔ ولادت کے بیان کے بعد سب لوگ باادب کھڑے ہوکر بارگاہ اقدس میں صلوٰۃ و سلام پیش کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت اور دین اسلام پہ قائم رہنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں زیادتی کی دعا کریں۔

میلاد شریف کا بیان

فقیر مانا میاں قادری مؤلف سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی عرض کرتا ہے کہ میلاد شریف کی متعدد کتابیں چھپی ہوئی ملتی ہیں اور اکثر گھروں میں ان کو پڑھا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں نظم و نثر کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہوتا ہے مگر بعض روایات غیر مستند ہوتی ہیں اور اسی طرح اشعار بھی ایسے ہوتے ہیں جو حضور کی شان کے لائق نہیں ہوتے ہیں یا ان میں افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہوتا ہے۔ بعض ایسی چیزیں بھی دیکھنے میں آئی ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول میں فرق کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے فقیر نے ایک مختصر میلاد شریف ترتیب دیا ہے اور جس کو اسی سوانح حیات میں شامل کیا جا رہا ہے تاکہ میلاد شریف کے ذریعہ خیر و برکت حاصل کرنے والے آسانی سے اس کو پڑھ سکیں۔ یہ مختصر بھی ہے، جامع بھی ہے، اور مستند اشعار اور مضامین پر مشتمل ہے۔

مرشد برحق سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سال میں تین مرتبہ ذکر خیر کی مجالس منعقد فرمایا کرتے تھے اور ان میں خاص اہتمام ہوتا تھا اور آخر میں

صلوٰۃ و سلام کا تحفہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا جاتا تھا۔ اس فقیر کو ان مبارک محفلوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت والد ماجد مرشدی سلطان الواعظین خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالاحد صاحب رح کے ساتھ اکثر محفلوں میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اور وہ روایات ذہن میں محفوظ ہوگئی ہیں جن کو حضرات علمائے اہلِ سنّت کی محفلوں میں سننے کا موقع ملا ہے۔ لہٰذا یہ مختصر میلاد شریف اہل عقیدت کے لئے بلاشبہ استفادہ کا بہترین ذریعہ ہے۔

والد ماجد ارشاد فرماتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہر مصیبت کو دور کرنے اور ہر مشکل سے نجات دلانے کے لئے ایک مؤثر وظیفہ اور زود اثر ذریعہ ہے بشرطیکہ حضرت پیرو مرشد کی ہدایات کے مطابق میلاد شریف منعقد کیا جائے اور ادب و احترام کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو پاک صاف طریقہ پر میلاد شریف پڑھا جائے۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے مشکل سے نجات حاصل کرنے کی فریاد کی جائے تو انشاء اللہ ضرور مشکل دور ہوگی اور ہر آفت بیماری اور پریشانی سے نجات ملے گی۔ اس فقیر حقیر نے بھی بارہا اس عمل کے ذریعہ کامیابی حاصل کی ہے اور بڑی مہمات میں اللہ تعالیٰ نے اس مبارک کام کے ذریعہ امداد فرمائی ہے اس لئے یہ فقیر اعلیٰ حضرت کے جملہ ماننے والوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس عمل خیر اور ذکر شریف کو اپنے گھروں میں منعقد کرتے رہا کریں تاکہ دنیاوی زندگی میں آسانیاں پیدا ہوتی رہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے اور حضورؐ کی ذات سے والہانہ محبت اور الفت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔ آمین۔

میلاد شریف کا آغاز

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ طیَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَیُعْلُوْا الدَّرَجَاتِ کَفِیْلَۃً۔ صَلٰوۃً تَبْقٰی وَتَدُوْمُ بِدَوَامِ الْمَلِکِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدُ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدُ۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝ اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّ سَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم جیسے گنہگاروں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنے پیارے رسول کو رونق افروز فرمایا۔

الیارسول جس کے نور کی روشنی میں ہم نور ایمان سے مالا مال ہوئے۔ وہ کون ہیں۔ بے سہاروں کا سہارا ہیں بے وسیلوں کا وسیلہ ہیں۔ دونوں جہان کے آقا۔ مدینہ کے تاجدار۔ تمام کائنات کا ذرہ ذرہ جن پر صلوٰۃ وسلام بھیجے۔ جن کے اشارےن پر چاند اور سورج پھر ہیں۔ ہم جیسے خطا کاروں کی شفاعت فرمانے والے۔ ہمارے اور تمہارے آقا اور مولا حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

درود پڑھو عاشقو درود پڑھو
درود سے کبھی غافل نہ ہو درود پڑھو
جس کی زبان پہ پیارے محمد کا نام ہے
واللہ اس پہ آتش دوزخ حرام ہے
گلاب جیسے ہے خوش رنگ سارے پھولوں میں
اسی طرح سے محمد ہیں سب رسولوں میں
رَبِّ سَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ!
مَرْحَبًا مَرْحَبًا رَسُوْلَ اللّٰہِ!

حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو مسلمان مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے یہ سب صدقہ ہے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ ہم جیسے گنہگاروں پر اللہ تعالیٰ درود پڑھے اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ دس مرتبہ۔ سبحان اللہ!

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو مسلمان میرے اوپر درود اور سلام بھیجتا ہے۔ میں اپنے کانوں سے اس کی آواز سنتا ہوں اور اس کو جواب بھی دیتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ اَجْمَعِیْنَ۔

اس فقیر بے نوا کی زبان اور قلم اور اللہ کے محبوب کا ذکر خیر۔ اگر ایسی لاکھوں زبانیں قربان کردی جائیں تب بھی اللہ کے محبوب کے ذکر اور تعریف میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔ بس یہ سمجھنا چاہیئے کہ ایک عظیم الشان دریا ہے جس کا پانی نہایت صاف میٹھا اور ٹھنڈا ہے۔

صبح سے شام تک ہزاروں انسان اس دریا کے پانی سے اپنی پیاس کو بجھاتے ہیں مگر دریا کے پانی میں ایک قطرہ بھی کم نہیں ہوتا۔

لیکن وہ دریا پھر بھی خشک ہو سکتا ہے۔ مگر اللہ کے محبوب کا ذکر ہمیشہ اللہ کے ذکر کے ساتھ باقی رہے گا۔

دیکھو قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ اے میرے محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو اتنا بلند کردیا ہے کہ ہمارے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہمیشہ باقی رہے گا۔ اے میرے محبوب جہاں ہمارا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا ذکر ضرور ہوگا۔

اسی لئے عرش پر جو چیز سب سے پہلے قلم نے لکھی تھی وہ تھا۔ لا الٰہ الا اللہ۔ محمد الرسول اللہ۔ یعنی کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ ہے۔ اور محمد الرسول اس کے سچے اور پیارے رسول ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ایمان کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک اللہ کے ذکر کے ساتھ اس کے محبوب کا ذکر خیر نہ کیا جائے۔ اور لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد الرسول اللہ نہ کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ ٥ اے میرے محبوب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے کہہ دیجئے۔ کہ اگر تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو پھر غلامی اختیار کرو۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکہ پھر اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے اور تمہارے

گناہوں کو معاف فرما دے۔

حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک تمام چیزوں سے زیادہ حتیٰ کہ اپنی اولاد اور اپنی جان سے زیادہ مجھکو محبوب نہ رکھے۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایمان نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا، جہاں محبت نہیں وہاں ایمان نہیں۔

جناب باری تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کمالات ظاہری و باطنی اور وہ صفات حمیدہ عنایت فرمائے ہیں۔ کہ آج تک اپنی مخلوقات میں نہ کسی کو دیئے اور نہ آئندہ دیئے جائیں۔ نبی اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں وَاللّٰہُ مُعْطِی وَاَنَا قَاسِمٌ۔ یعنی کائنات عالم کے ہر ذرّہ کی جملہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے والا میرا رب ہے مگر محمد الرسول اللہ کے ہاتھوں سے وہ تمام چیزیں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ عظمت اور شان ہے اللہ کے محبوب کی ان کے رب تبارک و تعالیٰ کے نزدیک۔

رَبِّ سَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ॥ مَرْحَبَا ۔ مَرْحَبَا رَسُوْلَ اللّٰہ

یاد رکھنا چاہیئے جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت میں یعنی اپنی ذات میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ بس اسی طرح اس کے محبوب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رسالت اور نبوت میں وحدہٗ لاشریک ہیں۔ تمام جہان سے افضل و اعلیٰ انبیاء کے پیشواء اور سردار ہمارے اور تمہارے آقا اللہ کے محبوب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی! — سب سے بالا و والا ہمارا نبی
اشرف الانبیاء ہے ہمارا نبی — سارے نبیوں سے افضل ہمارا نبی
سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے! — اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے — دینے والا ہے سچا ہمارا ...... نبی
تم ہو حسن والے کہ اللہ نے — اپنا محبوب کہہ کر پکارا نبی!
آج یوسف بھی ان کی سلامی میں ہیں — تو نے دیکھا زلیخا ہمارا نبی

بلبلوں نے جو دیکھی ملاحت تری
گل کو صدقے ہیں تجھ پہ اتارا نبی
ہے شفاعت کے سہرے کی سر پر پھبن
آج دولہا بنا ہے ہمارا نبی
مجھ گنہگار کا پردہ ڈھک لیجئے!
عیب میرے نہیں آشکارا نبی

غم زدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی

حدیث میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور خاص اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ دوسری جگہ حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُّوْرِیْ۔ یعنی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا۔ اور تمام خلق کو میرے نور سے پیدا کیا۔

حدیث قدسی میں رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ اے میرے محبوب اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو کسی چیز کو بھی پیدا نہ فرماتا۔ ہاں یہ اسی نور کی روشنی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جب چودھویں رات کا چاند آسمان پر اپنی پوری آب و تاب سے نکلا ہوتا تو میں کبھی حضور کے چہرہ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو مگر حضور کے چہرہ مبارک کو چاند سے زیادہ روشن اور خوبصورت پاتا۔

رَبِّ سَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ‖ مَرْحَبًا مَرْحَبًا رَسُوْلَ اللّٰہِ!

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے حجرہ میں اپنی کتاب زبور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ کہ تمام حجرہ نور سے منور اور روشن ہو گیا۔ آپ نے تعجب کے ساتھ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے داؤد اس میں تعجب کرنے کی کیا بات ہے۔ آج تمہاری کتاب میں ہمارے محبوب کا ذکر خیر آ گیا تھا ان کے نام کی عظمت اور برکت سے تمہارا حجرہ منور ہو گیا۔ سبحان اللہ کیا عظیم الشان نور ہے

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے
جس کی زبان پہ پیارے محمد کا نام ہے
واللہ اس پہ آتش دوزخ حرام ہے!

آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکنے والا۔ ان کی خطا کو معاف کرا دینے والا۔ نار نمرود کو گلزار بنا دینے والا۔ چاند اور سورج کو اپنے نور کا صدقہ دینے والا۔ ہاں وہ کس کا نور تھا جو کفار مکہ کے لئے مشعل ہدایت ثابت ہوا۔ ہاں وہ کس کا نور تھا جس کے نور کی روشنی میں لاکھوں انسانوں نے بغیر کسی جبل و حجت کے سر اطاعت جھکا دیا۔ ہاں وہ نور تھا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ چاند کو اشارے سے شق کرنا۔ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لانا۔ مردوں کو زندہ اور زندوں کو حیات ابدی بخشنا یہ سب اسی نور کے کرشمے تھے۔
اعلیٰحضرت فرماتے ہیں ؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا	صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارہ نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا	مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا	سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا	نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے	ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں تشریف رکھتے تھے۔ اور حضور پُر نور اپنا سر اقدس حضرت علیؓ کے زانوئے مبارک پر رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ حضرت مولیٰ علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اور آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اس بات کو گوارا نہیں فرمایا کہ نماز پڑھنے کے لئے حضور کے آرام میں خلل ڈالا جائے۔

اسی خیال میں تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور نماز کا وقت جاتا رہا۔ کہ فوراً ہی خواجہ عالم نے اپنی چشم حق نما کو کھولا اور حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ آپ کیوں پریشان ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ آفتاب غروب ہو گیا عصر کی نماز قضا ہو گئی خواجہ عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ! اگر ہمارے آرام کی وجہ سے تمہاری نماز قضا ہوئی ہے تو پریشان مت ہو۔ ہمارا رب اس پر قادر ہے کہ ابھی آفتاب واپس آئے اور تم کو عصر کی نماز پڑھوائے۔ یہ فرما کر آفتاب

کی طرف ایک اشارہ کیا۔ محدثین فرماتے ہیں کہ آپ کا اشارہ کرنا تھا کہ آفتاب اس طرح واپس آیا جس طرح ڈور میں بندھی ہوئی کوئی چیز واپس آتی ہے۔ تمام عالم میں دھوپ پھیل گئی۔ حضرت علیؓ نے نماز ادا کی اور اس کے بعد پھر اشارہ کیا تو آفتاب اسی طرح غروب ہو گیا جس طرح کہ پہلے تھا۔ اور دن میں گھٹنے بڑھنے کا کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اے میرے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

یعنی ہماری کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جو آپ کی رحمت سے سرفراز نہ کیا گیا ہو۔ نہ صرف مومن و مسلمان بلکہ مخلوقات کی ہر چیز آپ کی رحمت سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ کفار مکہ جو حضورؐ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھاتے۔ آپ پر پتھروں کی بارش کرتے۔ مگر یہ حضور ہی کی رحمت تھی کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اور ان کے آرام و آسائش میں کوئی کمی اللہ کی طرف سے واقع نہ ہوتی۔ اور نہ خود حضور والا ان کے لئے بددعا فرماتے بلکہ جواب میں ارشاد فرماتے کہ اے اللہ تو ان کو ہدایت عطا فرما یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں حضورؐ کے متعلق ارشاد باری ہوتا ہے۔ إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ اے میرے محبوب ہم نے آپ کو عظیم الشان اخلاق عطا فرمایا ہے۔ اور یہ تو آپ کے اخلاق کا ادنیٰ نمونہ ہے کہ جو شخص آپ سے ایک مرتبہ گفتگو کر لیتا ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام اور شیدا ہو جاتا۔ اور زبانِ محبت سے پکار اٹھتا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ روایت ہے کہ حضور پرنور جنگل میں کسی درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے اور آپ کی تلوار درخت میں لٹک رہی تھی کہ اتنے میں ایک کافر آیا اور تلوار کو درخت سے اتار کر آپ کو جگایا اور کہا کہ اب بتایئے آپ کا بچانے والا کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا بچانے والا میرا اللہ ہے جس نے تمام جہاں کی ہدایت کے لئے رحمت بنا کر اس دنیا میں رونق افروز فرمایا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضور کا اتنا فرمانا تھا کہ اس کافر کے تمام جسم میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی حضور پرنور نے

تلوار اٹھا کر فرمایا کہ اب تم بتاؤ کہ تمہارا بچانے والا کون ہے۔ بس پھر کیا تھا گڑگڑا کر قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول۔ سبحان اللہ کیسا اچھا اخلاق ہے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ؎

تیرے حلم وصبر کی اور خلق بیحد کی قسم || گالیاں کھا کر دعائے خیر فرمانا تیرا

اے عاشقان محبوب رب ہمیشہ یاد رکھو حضور ہی کی محبت باعث تکمیل ایمانی ہے جس طرح ایک مرد پر آپ کی محبت اور اطاعت فرض ہے اسی پر ایک عورت پر بھی فرض ہے۔ تو پھر کیوں نہ ہم سب مرد و عورت ایمان حاصل کرنے کے لئے اپنے دلوں میں حضور ہی کی محبت پیدا کریں اور اسی محبت کو اپنے لئے نجات اور بخشش کا ذریعہ اور وسیلہ بنائیں۔ مولانا حسن میاں بریلوی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے || اٹھا لے جائے تھوڑی خاک انکے آستانے سے
تمہارے در کے ٹکڑوں سے پڑا پلتا ہے اک عالم || گزارہ سب کا ہوتا ہے اسی محتاج خانے سے
شب اسریٰ کے دولہا پر نچھاور ہونے والی ہے || نہیں تو کیا غرض تھی اتنی جانوں کے بنانے سے
کوئی فردوس ہو یا خلد ہو ہمکو غرض مطلب || لگایا اب تو بستر آپ ہی کے آستانے سے
نہ کیوں انکی طرف اللہ سو سو پیار سے دیکھے || جو اپنی آنکھیں ملتے ہیں تمہارے آستانے سے
بہار خلد صدقے ہو رہی ہے روئے عاشق پر || کھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیرے مسکرانے سے
زمیں تھوڑی سی دیدے بہرے مدفن اپنے کوچے میں || لگا دے میرے پیارے میری مٹی بھی ٹھکانے سے
پلٹتا ہے جو زائر اس سے کہتا ہے نصیب اس کا || ارے غافل قضا بہتر ہے یاں سے پھر کے جانے سے
بلا لو اپنے در پر اب تو ہم خانہ بدوشوں کو || پھریں کب تک ذلیل و خوار در در ٹھکانے سے

نہ پہنچے انکے قدموں تک نہ کچھ حسن عمل ہی ہے
حسن کیا پوچھتے ہو ہم گئے گزرے زمانے سے

رب سلم علی رسول اللہ || مرحبا مرحبا رسول اللہ
جب محمد ہوئے رسول اللہ! || تب کھلا لا الٰہ الا اللہ!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی ولی اس وقت تک ولایت کے درجہ پر سرفراز نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ اپنے دل و جان ہمارے محبوب کی محبت میں فنا نہ کردے یعنی جب تک اللہ کی محبت کے بعد رسول کی محبت میں فنا نہ ہو اس وقت تک اس کو

ولایت کا درجہ عطا نہیں کیا جاتا۔

دیکھو حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو کہ کس درجہ حضور پُر نور کی محبت میں فنا تھے۔ ہاں یہ اسی محبت کا کرشمہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ کے سردار ہونے کی عزت عطا کی گئی۔ اور پھر وہ کمالات اور کرامات دی گئیں کہ جن کا شمار ہماری عقل کی طاقت سے باہر ہے۔

روایت ہے ایک مرتبہ حضور غوث پاک رضؓ اپنی مسجد میں وعظ بیان فرما رہے تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ ہزاروں آدمی وعظ میں شریک تھے۔ اللہ نے آواز میں یہ قوت عطا فرمائی تھی۔ کہ تمام مجمع آپ کے وعظ کو ایک جیسا سنتا اور سمجھتا تھا ممبر کے قریب بیٹھنے والا اور آخر میں ہونے والا دونوں برابر کی آواز سنتے تھے۔ ابھی وعظ فرما ہی رہے تھے کہ پانی برسنے لگا۔ سننے والے کچھ پریشان ہونے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب سے عرض کیا کہ اے رب العزت میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا ذکر سنا رہا ہوں۔ اور تو پانی برسا کر سننے والوں کو پریشان کر رہا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ مسجد کے چاروں طرف شدت کی بارش ہوتی رہی مگر مسجد میں ایک قطرہ پانی کا نہیں آتا تھا۔

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ میرا نام لینے والا یا میرے سلسلہ میں مُرید ہونے والا کہیں ہو کسی جگہ ہو مجھ میں اور اس میں کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو۔ اگر وہ مصیبت اور پریشانی کے وقت مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں وہیں پہنچکر اس کی امداد کرتا ہوں۔ اگر میرا نام لیوا جنگل میں ہے اور شیر نے اس پر حملہ کیا ہے اور وہ مجھ کو پکارتا ہے۔ تو عبدالقادر بغداد سے ہاتھ بڑھا کر اپنے یاد کرنے والے کو شیر کے منہ سے نکال لیتا ہے۔ مگر اے عزیز یاد رکھ دل میں محبت کا ہونا اور محبت کے ساتھ یقین ضروری ہے۔ بغیر محبت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے

دل سوا کرتے ہیں بے خوف بقدر ایمان نہیں ہوتے کبھی احکام الٰہی تبدیل	کام آتا ہے طلاطم میں یقین محکم دین فطرت ہی زمانے میں ہے دین محکم

روایت ہے کہ حضرت یحییٰ منیری کا ایک سچا مرید دریا میں ڈوبنے لگا۔ امداد کے لئے اپنے پیر کو یاد کیا۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ لاؤ ہاتھ میں نکال لوں۔ مُرید نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا: میں خضر علیہ السلام ہوں۔ اس مُرید نے کہا: "ڈوب جانا بہتر ہے مگر جو ہاتھ یحییٰ منیری کے ہاتھ میں جاچکا ہے کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جائے گا۔ ابھی مرید کا یہ جملہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ خضر علیہ السلام غائب ہوگئے اور یحییٰ منیری موجود تھے۔ فرمانے لگے۔ شاباش ایک مرید کو اپنے پیر کا اتنا ہی پکا معتقد ہونا چاہیئے۔ اور ہاتھ پکڑ کر دریا کے پار کردیا۔

یاد رکھئے اللہ ربّ العزت تک پہنچنے کا ذریعہ اگر کوئی چیز ہوسکتی ہے تو وہ محبت اور صرف محبت ہے جو بندہ کو اللہ سے امتی کو رسولؐ سے مُرید کو پیر سے ہونا چاہیئے۔ بغیر محبت کے کوئی عمل بھی ہرگز قبول نہیں ہوتا۔

حسن میاں بریلوی حضور غوث پاک کی شان میں فرماتے ہیں ؎

پڑے مجھ پر نہ کچھ افتاد یا غوث　مدد پر ہو تری امداد یا غوث
اڑے تیری طرف بعد فنا خاک　نہ ہو مٹی مری برباد یا غوث
مرے دل میں بسیں جلوے تمہارے　یہ ویرانہ بنے بغداد یا غوث
نہ بھولوں بھول کر بھی یاد تیری　نہ یاد آئے کسی کی یاد یا غوث
مُریدی لا تخف فرماتے آؤ　بلاؤں میں ہے یہ ناشاد یا غوث
گلے تک آگیا سیلاب غم کا　چلا میں آئیے فریاد یا غوث
نشیمن سے اڑا کر بھی نہ چھوڑا　ابھی ہے گھات میں صیاد یا غوث
خمیدہ سر گرفتار قضا ہوں　کشیدہ خنجر جلاد یا غوث
اندھیری رات جنگل میں اکیلا　مدد کا وقت ہے فریاد یا غوث
کرو گے کب تک اچھا مجھ برے کو　مرے حق میں ہے کیا ارشاد یا غوث

حسن منگتا ہے دے دے بھیک داتا

اللہ کی رحمت برستی ہے۔ ملائکہ اللہ کے محبوب کا ذکر سننے کے لئے آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو رب العزت ان سے پوچھتا ہے کہ تم کہاں سے آرہے ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دنیا سے۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے ہمارے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیرے محبوب کا ذکر کر رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا ہم نے اُس محفل کے جملہ شریک ہونے والوں کے گناہوں کو معاف فرما دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اے مولیٰ اس میں بہت سے ایسے بھی تھے جو صرف حصہ لینے یا محلہ داری اور تعلقات کو نبھانے آئے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ جو چند آدمی صرف ہمارے محبوب کا ذکر سننے آئے تھے ہم نے اُن کے طفیل میں ان کو بھی معاف کر دیا۔

سبحان اللہ کیا شان ہے محفل میلاد کی اور کیوں نہ ہو جبکہ اس میں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔

مرحبا مرحبا رسول اللہ || رب سلم علیٰ رسول اللہ

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے نور سے حضرت آدم کو پیدا فرمایا اور اپنے محبوب کا نور ان کی پیشانی میں جلوہ گر کیا۔

حضرت آدم کی بائیں پسلی سے حضرت حوّا کو پیدا فرمایا۔ حضرت آدم کا نکاح حضرت حوّا کے ساتھ خود پڑھایا اور فرمایا کہ اے آدم تم ہمارے محبوب پر دس مرتبہ درود پڑھ دو اور اے حوّا تم اس کو اپنے مہر میں قبول کر لو۔ ہاں وہ نور جو کہ باعث سُرورِ آدم تھا حضرت آدم سے انبیاء کرام کی پیشانیوں میں درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت عبد المطلب کے پاس آیا۔ اور وہاں سے حضرت عبد اللہ کے پاس آیا۔ حضرت عبد اللہ کا جو کہ حضور پُر نور کے والد ماجد تھے۔ نکاح حضرت بی بی آمنہ سے ہوا۔ سبحان اللہ کیا مبارک تھا وہ دن جبکہ حضور کے نور مبارک نے حضرت بی بی آمنہ کے کاشانۂ مبارک میں جلوہ فرمایا۔

درود پڑھو عاشقو درود پڑھو || درود سے کبھی غافل نہ ہو درود پڑھو
رب سلم علیٰ رسول اللہ || مرحبا مرحبا رسول اللہ

حضور کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ روزانہ میرے خواب میں انبیاء کرام تشریف لاتے

اور مجھ سے فرماتے کہ اے آمنہ تم بڑی خوش قسمت ہو کہ تمہارے گھر میں اللہ کے محبوب جلوہ فرمانے والے ہیں۔ جب یہ پیدا ہوں تو ان کا نام رکھنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ ہمارے محبوب ربیع الاول کے مہینہ میں ۱۲ تاریخ پیر کے دن صبح صادق کے وقت اس عالم کائنات کو اپنے انوار کی ضیاباریوں سے منور فرمائیں گے۔ رات اور دن آپس میں لڑنے لگے۔ رات نے کہا مجھ میں پیدا ہوں اور دن نے کہا کہ مجھ میں تشریف لائیں۔ جب حجت زیادہ بڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا فیصلہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں اطمینان رکھو ہمارے محبوب تمام جہان کے لئے رحمت اللعالمین ہو کر تشریف لا رہے ہیں۔ دنیا کی کوئی چیز ان کی رحمت سے محروم نہ رہے گی۔ ہم اپنے محبوب کو صبح صادق کے وقت پیدا فرمائیں گے جبکہ تم دونوں موجود ہو۔ آسمان اور زمین میں غلغلہ تھا۔ ذرہ ذرہ ان کی آمد کے لئے بےچین تھا، فرشتے انتظار کر رہے تھے کہ کون سی وہ ساعت سعید ہو گی جبکہ حضور والا اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ ہر طرف سے درود و سلام کی آوازیں آرہی تھیں۔ فرشتوں کا ہجوم بی بی آمنہ کے دروازہ پر لگا ہوا تھا اور اس نور مبارک پر صلوٰۃ و سلام کی نچھاور کر رہا تھا۔ حسنؔ میاں نے کیا خوب لکھا ہے ؎

پرنور ہے زمانہ صبح شب ولادت
پردہ اٹھا ہے کس کا صبح شب ولادت

فصل بہار آئی شکل نگار آئی
گلزار ہے زمانہ صبح شب ولادت

پھولوں سے بدغ مہکے شاخوں پہ مرغ چہکے
عہد بہار آیا صبح شب ولادت

قطرہ میں لاکھ دریا گل میں ہزار گلشن
نشوونما ہے کیا کیا صبح شب ولادت

جنت کے ہر مکان کی آئینہ بندیاں ہیں
آراستہ ہے دنیا صبح شب ولادت

دل جگمگا رہے ہیں قسمت چمک اٹھی ہے
پھیلا نیا اجالا صبح شب ولادت

بلبل کا آشیانہ چھایا گیا گلوں سے
قسمت نے رنگ بدلا صبح شب ولادت

ارض و سما سے منگتا دوڑے ہیں بھیک لینے
بانٹے گا کون باڑہ صبح شب ولادت

آئی نئی حکومت سکہ نیا چلے گا
عالم نے رنگ بدلا صبح شب ولادت

روح الامین نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اڑا پھریرا صبح شب ولادت

پڑھتے ہیں عرش والے سنتے ہیں فرش والے
سلطان نو کا خطبہ صبح شب ولادت

ملک ازل کا سرور سب سروروں کا افسر
تخت ابد پہ بیٹھا صبح شب ولادت

قربان اے دوشنبے تجھ پہ ہزار جمعے
وہ فضل تو نے پایا صبح شب ولادت

پیارے ربیع الاول تیری جھلک کے صدقے
چمکا دیا نصیبا صبح شب ولادت

محروم رہ نہ جائیں دن رات برکتوں سے
اس واسطے وہ آیا صبح شب ولادت

ہشیار ہوں بھکاری نزدیک ہے سواری
یہ کہہ رہا ہے ڈنکا صبح شب ولادت

جبریل سر جھکائے قدسی پرے جمائے
ہیں سرو قد ستادہ صبح شب ولادت

آؤ فقیرو آؤ منہ مانگی آس پاؤ
باب کرم کھلا ہے صبح شب ولادت

اٹھو حضور آئے شاہ غیور آئے
سلطان دین و دنیا صبح شب ولادت

سلام بدرگاہ خیر الانام

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

رہبر اعظم محمد۔ رحمت عالم محمد
باعث آدم محمد، مونس و ہمدم محمد

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

صاحب ہر دو جہاں ہیں، حال سب انپر عیاں ہیں
آپکے صدقے یہ جاں ہیں، جانب طیبہ رواں ہیں

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

ہادی راہ ہدیٰ ہو۔ باعث ملک الٰہ ہو
انبیاء میں تم سوا ہو۔ شافع روز جزا ہو

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

انکی محفل میں جو آئیں، غم کو پھر دل میں نہ پائیں
کام بگڑے سب بن آئیں، بالیقین جنت میں جائیں

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

مانگتے شیدا تمہارا رکھتا ہے تم پر سہارا
پھر رہا ہے مارا مارا، لو سلام اب تو ہمارا

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ۔

بس اب ہو بدرگاہ خیر الانام
علیہ صلوٰۃ تحیت اور سلام

رب سلّم علیٰ رسول اللہ ‖ مرحبا مرحبا رسول اللہ

روایت ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی پیدائش کے وقت میرے گھر میں نور ہی نور تھا۔

جب میں نے آپ کو گود میں لیا تو آپ میری گود سے نیچے اُترے۔ اور سجدے میں جا کر عرض کیا کہ یا اللہ میری اُمت کو بخش دے۔ آئیے ہم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں اور اس کے حبیب پاک کے مبارک ذکر کے صدقہ میں دین و دنیا کی عزت اور کامرانی حاصل کریں۔

یا اللہ! ہم خطاوار ہیں ہماری خطاؤں کو معاف فرمادے۔ یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے پیارے رسولؐ کی محبت پیدا فرمادے۔ یا اللہ! ہمارے دلوں کو اپنے نور سے منور فرمادے اور ہمارے دلوں کی ہر کجی اور کمزوری کو مٹا دے۔ یا اللہ! ہمارے لئے قبر کے سوال کو آسان کر دے، میدان حشر کی سختی سے بچادے۔ اپنے دیدار اور اپنے حبیب کی شفاعت سے سرفراز فرمادے۔ یا اللہ! جو بیمار ہیں ان کو شفاء عطا فرما۔ جو بیکار ہیں ان کو روزگار دے اور جن کے دلوں میں بے چینی ہے ان کو چین عطا فرمادے۔ یا اللہ! مسلمانوں کو عزت عطا فرما۔ مسلمانوں کے دشمنوں کو زیر فرما اور تمام جہاں میں اپنا کلمہ پڑھنے والوں کو عظمت اور بلندی سے مالامال فرمادے۔ یا اللہ! ہم سب کو اپنے گھر کی زیارت اور اپنے پیارے نبیؐ کے روضہ پر حاضری کی سعادت اور عزت سے نواز دے اور ہمارے حق میں وہ بہتر صورت اختیار فرما جو تیرے نزدیک بھی بہتر ہو۔ یا اللہ! اس محفل میلاد کو قبول فرما اور اس مبارک محفل کے صدقہ میں ہم سب کو دین اور دنیا کی برکتوں سے سرفراز کر اور وہ راحتیں عطا فرما جو دنیا کی بھلائی اور آخرت کی کامیابی کے لئے ہمارے حق میں مفید ثابت ہوں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حُسنِ زندگی کے چند نمونے

زندگی کا سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ وہ سیرت و کردار میں بلند مقام رکھتی ہو اور

دوسروں کے لئے ایک ایسا نمونہ ہو جسے دیکھکر اپنی زندگی کو بہتر بنانے کا نہ صرف موقع ملے بلکہ طبیعت عمل کی طرف خود بخود کھنچنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے سب سے پہلی اور پاکیزہ زندگی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے جو دنیا بھر کے انسانوں کے لئے اور خاص طور پر مسلمانوں کے لئے راہ نما اور ہادی برحق کی حیثیت رکھتی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لئے عمل و کردار کا حسین نمونہ ہے لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اس حسین وجمیل زندگی کی روشنی میں عمل صالح اختیار کرے۔ یہی آخری اور کامل ترین زندگی صحابہ کرام رضؓ کے لئے مشعل راہ عمل بنی اور پھر اسی روشنی سے تابعین، تبع تابعین، اولیاء اللہ، محدثین، اور علمائے سلف وخلف نے اپنی زندگیاں منور ومزین کیں۔ یہی حیات طیبہ اعلیٰ حضرت رحؒ کے عشق و محبت کا نکتہ اول و آخر تھی اور ان کی پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی دھن اور کوشش میں گذرتا تھا کہ کوئی کام ایسا نہ ہونے پائے جو نقش کف پائے رسولؐ کے خلاف ہو۔ گھر کے اندر، باہر، مسجد میں، مجمع میں، مریدین و معتقدین میں، رشتہ داروں میں اور اہل وعیال میں غرض جس وقت جس جگہ اور جہاں بھی دیکھا جاتا ان کی ذات حسن عمل و کردار کا حسین مجسمہ معلوم ہوتی تھی۔ غرض اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عمل کے جس بلند مقام پر فائز فرمایا تھا وہ عشق رسولؐ کا عظیم انعام تھا۔

معمولاتِ روزمرہ

اعلیٰ حضرت کے ایک خادم ذکاء اللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے دس بارہ سال اعلیٰ حضرت کی صحبت میں رہنے اور آپ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ صبح سے شام تک کے معمولات میں سوائے علالت شدیدہ کے کبھی فرق نہیں آتا تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ ہمیشہ عصر کی نماز سے فارغ ہوکر مسجد سے گھر پر تشریف لاتے تھے اور باہر مردانہ مکان میں جو زنانہ مکان سے ملا ہوا اور جس پر ایک بڑا پھاٹک لگا تھا۔ اس پھاٹک کے صحن میں تشریف

رکھتے تھے۔ مغرب کی نماز تک یہ نشست ہوا کرتی تھی، شہر اور بیرونجات سے آئے ہوئے حضرات اس عام نشست میں آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے، علوم و فیوض کا ایک دریا اور برکات و انوار کا ایک سمندر ہوتا تھا جس سے حاضرین مستفیض ہوا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن چونکہ حاضرین زیادہ ہوا کرتے تھے اس لئے آپ نماز جمعہ سے فارغ ہوکر ہی باہر تشریف رکھتے تھے۔ درمیان میں عصر کی نماز کے بعد یہ سلسلہ پھر شروع ہوجاتا اور مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر اندر تشریف لے جاتے مہمانوں کے کھانے کے متعلق ضروری معلومات کے بعد کھانا نوش فرماتے، مہمانوں میں علمائے کرام اور سادات و مشائخین کے ساتھ کھانا کھاتے اور ان کی تواضع میں مصروف نظر آتے۔

اعلیٰ حضرت کی پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں ہوا کرتی تھیں۔ مسجد میں جتنی دیر قیام رہتا اعتکاف کی نیت رہتی اور دوسرے لوگوں سے بھی یہی تاکید فرماتے تھے کہ مسجد میں آؤ تو اعتکاف کی نیت کر لیا کرو۔ اس میں کئی فائدے ہیں۔ ایک مسجد کی حاضری، عبادت، نیک باتیں اور اعتکاف کا ثواب! آپ جہاں بھی ہوتے وعظ و نصیحت اور تعلیم و تلقین کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ کبھی آپ گھر میں ہوتے اور کوئی صاحب کسی ضرورت سے شہر یا کسی دوسری جگہ سے آجاتے تو اطلاع ملتے ہی باہر تشریف لے آتے تھے۔ مہمانوں میں حضرات سادات کا بڑا خیال رکھتے تھے، ان کے طعام و قیام کے علاوہ ان کی دوسری ضروریات بھی حضرت کے پیش نظر رہا کرتی تھیں غسل و حجامت اور لباس وغیرہ کے لئے بھی تاکید فرماتے تھے کہ کسی بات کی تکلیف نہ ہو۔

مدینہ طیبہ سے ایک سید صاحب تشریف لائے اور علمی استفادہ اور روحانی برکات سے مستفیض ہونے کے لئے کچھ عرصہ قیام کی اجازت چاہی اعلیٰ حضرت نے بخوشی ان کی فرمائش کو قبول کر لیا۔ چنانچہ سید صاحب عرصہ تک بریلی شریف میں آستانہ عالیہ رضویہ پر مقیم رہے اور علمی استفادہ کرتے رہے۔ اعلیٰ حضرت کو ان کے آرام کی بڑی فکر رہتی تھی، ایک مرتبہ سید صاحب بریلی سے کلکتہ جانے لگے تو اعلیٰ حضرت نے اپنے خصوصی خادم حاجی کفایت اللہ صاحب کو ان کے ہمراہ کر دیا تاکہ سفر میں آرام ملے۔

رفتار و سلام میں پہل

اعلیٰ حضرت کی خصوصی عادت سبک خرامی تھی۔ بہت آہستہ چلتے تھے اور زمین پر پیر اس طرح رکھتے تھے کہ آواز کا نام نہیں ہوتا تھا۔ جو لوگ آستانہ عالیہ پر کام میں مصروف ہوتے تھے ان کو اعلیٰ حضرت کے قریب آنے کی اکثر خبر نہیں ہوتی تھی اور اعلیٰ حضرت ان سے پہلے خود ہی سلام علیک کر لیا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت سلام میں پہل کرنے کو بڑا محبوب رکھتے تھے۔ چھوٹے بڑے، امیر و غریب اور حضرات خدام آپ سبک خرامی سے ان کے قریب پہنچکر سلام کر لیا کرتے تھے۔ لوگ کوشش کرتے تھے کہ ہم ہوشیار رہیں اور اعلیٰ حضرت کو پہلے سلام کرنے کی سعادت حاصل کریں مگر کوشش کے باوجود کامیابی نہیں ہوتی تھی۔

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بھوالی پہاڑ پر مقیم تھے اور مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ میں حضرت کو اطلاع کرتا ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ اعلیٰ حضرت اس اطلاع کے بعد باہر تشریف لائیں گے اور مجھے سلام میں اولیت کا شرف حاصل ہوگا مگر میری یہ حسرت پوری نہ ہو سکی۔ اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور سلام کی ابتداء آپ ہی نے فرمائی۔

غذا اور لباس

اعلیٰ حضرت بہت ہی قلیل الغذا تھے اور انواع و اقسام کے کھانے بھی آپ کے دستر خوان پر نہیں ہوا کرتے تھے۔ البتہ مہمانوں کے لئے آپ کے حکم سے اہتمام کیا جاتا تھا اور آپ کبھی مہمانوں سے دریافت بھی فرماتے تھے کہ آپ جو چیز پسند کرتے ہوں وہ پکوا دی جائے۔ معاصرین علماء میں جو حضرات بے تکلف تھے وہ آپ سے فرمائش کیا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت ان کی فرمائش کے پورا کرنے میں بڑی خوشی محسوس فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن چند حضرات علمائے کرام رات کو ۱۲ بجے کے قریب آپ کے یہاں پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی وقت کھانا پیش کیا، ایک صاحب نے فرمائش کی کہ حضرت اس وقت اگر

سیخ کے کباب ہوتے تو بڑا لطف دیتے، آپ اندر تشریف لے گئے اور چند ہی منٹ کے بعد کبابوں سے بھری ہوئی ایک قاب لئے ہوئے باہر تشریف لائے، حاضرین حیران رہ گئے کہ اس وقت یہ گرم سیخ کے کباب کہاں سے آ گئے آخر انہوں نے محسوس کیا کہ یہ اعلیٰ حضرت کا روحانی تصرف اور کرامت ہے ورنہ بازار بند ہو چکا ہے اور گھر میں اتنی جلدی یہ انتظام ناممکن ہے۔

اعلیٰ حضرت کی غذا کا یہ حال تھا کہ آپ بکری کے گوشت کا رقیق شوربہ سوجی کے نرم پھلکے یا کلچہ کے ساتھ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ شوربہ میں کم مرچ ڈالی جاتی تھی اور اسی طرح دوسرے مصالحہ لہسن پیاز وغیرہ سے بھی احتیاط فرماتے تھے۔ اس معمول میں بھی گاہے گاہے فرق آجاتا تھا اور ناغہ کر دیا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ آپ ہفتہ میں دو مرتبہ لباس تبدیل فرمایا کرتے۔ ایک جمعہ کے دن دوسرے سہ شنبہ کے دن اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا سوائے اس کے کہ ان دونوں دن کے علاوہ دوسرے دنوں میں عیدیں آجائیں یا عید میلاد النبی کا مبارک دن آجائے تو پھر ان ایام میں بھی لباس تبدیل فرمایا کرتے تھے اور اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ اگر عیدین یا عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات یا دوشنبہ کو واقع ہوئے ہیں تو اگلے دن بھی عادت کے مطابق لباس تبدیل فرماتے تھے۔ شادی بیاہ اور دوسری تقریبات کے سلسلہ میں مقررہ ایام پر بدلا ہوا لباس ہی زیب تن رہا کرتا تھا۔

آپ کے لباس میں شرعی پائجامہ، نیچا کرتہ، صدری، عبا، عمامہ جس کے نیچے ململ کی ٹوپی، پیروں میں وصلی کا سلیم شاہی ہلکا اور ملائم جوتا ہوا کرتا تھا۔ ایک بڑا رومال بھی حضرت استعمال فرمایا کرتے تھے۔ کرتہ کے نیچے آپ شلوکا پہنتے تھے۔

انداز نشست

اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ ایک پیر کو دوسرے پیر کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور جس کو اس طرح بیٹھا آپ دیکھتے تھے تو بڑی شفقت سے اسے منع فرماتے تھے۔ صحت کے زمانہ میں آپ نے گاؤ تکیہ کا استعمال نہیں کیا البتہ زمانہ ضعف میں جب کمر میں درد کی شکایت رہنے لگی تو گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھا کرتے تھے۔ مطالعہ

کے اوقات میں یا جب آپ تحریر و تصنیف میں مشغول ہوتے تھے تو بیٹھنے کا انداز یہ ہوتا تھا کہ دونوں زانو اٹھائے رہتے تھے یا پھر سیدھا زانو اُٹھائے رہتے تھے اور دوسرا زانو بچھا لیا کرتے تھے۔ ضرورت کے وقت کبھی بایاں زانو اٹھا لیا کرتے تھے اور داہنا بچھا رہتا تھا۔

میلاد مبارک کی محفل میں چاہے کتنی ہی دیر بیٹھنا کیوں نہ ہو دو زانو رہا کرتے تھے اور اس کے خلاف نشست پسند نہیں فرماتے تھے کبھی آپ کو تین گھنٹے سے زائد بھی وعظ فرمانے کا اتفاق ہوا مگر شروع سے آخر تک آپ دو زانو ہی رہتے تھے اور منبر پر ہمیشہ اسی طرح نشست فرمایا کرتے تھے ایام ضعیفی میں اعلیٰ حضرت نے پان کی عادت ترک کر دی تھی۔ ورنہ بلا تمباکو کا پان شوق فرمایا کرتے تھے۔ وعظ کے درمیان منہ کو صاف رکھتے تھے اور دوران وعظ پاس رکھی ہوئی شیشہ کی صراحی سے پانی استعمال فرما کر خشکی کو رفع فرماتے رہتے تھے۔

استراحت کا طریقہ

اعلیٰ حضرت کی جملہ عادات پاکیزہ اور پسندیدہ تھیں اور ان سب کاموں میں جو ایک انسان کو کرنا پڑتے ہیں مثلاً چلنا، پھرنا، بات چیت، ملاقات و سلام و مصافحہ، اٹھنا بیٹھنا اور لیٹنا اور کھانا پینا یا لباس پہننا سب ہی کے انجام دینے میں آپ سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا خیال رکھا کرتے تھے۔ رات کو یا دن کے وقت جب آپ استراحت فرماتے تھے تو بستر پر لیٹنے کا انداز یہ ہوا کرتا تھا کہ سیدھی کروٹ پر لیٹتے تھے اور دونوں پیروں کو قدرے سمیٹ لیا کرتے تھے البتہ گھٹنوں کو پیٹ سے ملاتے نہیں تھے ذرا فاصلہ قائم رہتا تھا۔ آپ کے ایک خصوصی چاہنے والے سید ایوب علی صاحب نے اس سلسلہ میں اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس انداز استراحت سے اعلیٰ حضرت کی غرض غالباً یہ ہوگی کہ جسم لیٹنے کی حالت میں شکل "محمد" اختیار کرے اور اگر روح پرواز کرے تو ایک ایسی شکل پر پرواز کرے جو محبوب و پسندیدہ ہے۔

ہمیشہ بستر پر لیٹتے وقت وہ دعا پڑھا کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت پڑھتے تھے۔ اسی طرح بیدار ہوتے وقت بھی جاگنے کی دعا پڑھا کرتے تھے۔ جب تک نیند نہیں آتی آپ درود شریف کی تلاوت فرماتے رہتے تھے اور حقیقت یہ ہے

کہ اعلیٰ حضرت کا خصوصی وظیفہ درود شریف ہی تھا۔ قبلہ کی سمت کا بہت خیال فرماتے تھے، لیٹنا تو درکنار بیٹھنے اور تھوکنے میں بھی سمت قبلہ کا احترام فرمایا کرتے تھے۔

چند پاکیزہ عادتیں

اعلیٰ حضرت نے خوشی کے وقت کبھی قہقہہ نہیں لگایا بلکہ ہنسنے میں مسکراہٹ سے زیادہ اگر بڑھتے تھے تو ایک خاص قسم کی ہلکی سی آواز پیدا ہوتی تھی جو سماعت کو اچھی معلوم ہوتی تھی۔ جب آپکو جمائی آتی تھی تو آپ انگلی دانتوں میں دبا لیا کرتے تھے اور کسی قسم کی آواز پیدا نہونے دیتے تھے۔ ایسے موقعہ پر اگر آواز نکلتی تھی تو لفظ "اللّٰہ" فرماتے تھے، اور چھینک آنے کے بعد الحمد للہ فرمایا کرتے تھے اگر کلی کرنے کی ضرورت ہوتی تھی تو اگالدان وغیرہ میں پانی گراتے وقت قدرے جھک جایا کرتے تھے اور ایک ہاتھ اپنا ریش مبارک پر رکھ لیا کرتے تھے۔ نماز میں پنج وقتہ ہوں یا جمعہ اور عیدین کی ہمیشہ عمامہ سے پڑھا کرتے تھے اور جماعت کا اہتمام کبھی نظر انداز نہیں ہوتا تھا۔

اعلیٰ حضرت اس بات کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ دوات کی سیاہی میں کپڑا پڑا ہوا ہو، ہمیشہ دوات کے کپڑے کو بدلواتے رہتے تھے اور سیاہی کو جلد ہی جلد ہی تبدیل فرماتے تھے تاکہ سیاہی میں تعفن پیدا نہونے پائے۔ آپ نے کبھی نب لگے ہولڈر یا فونٹین پن سے نہیں لکھا اور اسے پسند بھی نہیں فرماتے تھے، نیزہ کا قلم ہوتا تھا اور قلم کی چھیلن کو پیروں میں آنے سے بچاتے تھے۔ ردی کاغذ کو احتیاط سے ڈبہ میں جمع کیا جاتا تھا اور ان کو دفن کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ زمین پر گرے پڑے کاغذ کو اٹھانے کا حکم دیتے تھے۔

حجام کو اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے تھے اور خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور آئینہ استعمال فرماتے تھے۔ آئینہ دیکھتے وقت لبوں پر دعا ہوا کرتی تھی۔ ہر وضو مسواک کے ساتھ فرماتے تھے اور مسواک کو سیدھا کھڑا کر کے رکھتے تھے اپنی مسواک ہمیشہ الگ رکھا کرتے تھے۔ جب اچھی سیدھی مسواک پیش کی جاتی تھی تو خوش ہو کر شکریہ کے ساتھ قبول فرماتے تھے۔ سر میں آپ ہمیشہ چنبیلی کا تیل استعمال کرتے تھے، اسی طرح سرمہ لگانے کا اہتمام بھی رہتا تھا

اعلیٰ حضرت کی یہ عادت بھی خصوصی تھی کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لاتے اور کاشانہ مبارک کی سمت چلتے تو عمامہ سر سے اتار کر بغل میں دبا لیا کرتے تھے اور

صرف ململ کی ٹوپی سر پر رہ جاتی تھی۔ چلنے میں بڑے سُبک رفتار تھے، ہر قدم متانت اور آہستگی سے اٹھاتے تھے۔ نیچی نگاہوں کے ساتھ کچھ پڑھتے ہوئے چلتے تھے۔ راستہ میں باتیں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کوئی شخص اپنی بات پوری نہیں کہہ لیتا تھا، آپ خاموشی سے سنتے رہتے تھے۔ قطع کلام آپ کی عادت کے خلاف تھا۔

مولوی محمد حُسین کا بیان

سنہ ۱۳۱۲ھ میں مولوی محمد حسین صاحب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں نقل فتویٰ کا کام کیا کرتے تھے چند سال اس خدمت کا سلسلہ جاری رہا اور ان کو بہت قریب سے اعلیٰ حضرت کی خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ ان کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کا زیادہ وقت گھر کے اندر تصنیف و تالیف میں گذرا کرتا تھا، آپ اگر چاہتے بھی تھے کہ باہر مردانہ میں بیٹھکر لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھوں، تو نیاز حاصل کرنے والوں سے فرصت نہیں ملا کرتی تھی اور آپ کو مجبوراً اندر جانا پڑتا تھا، صرف اوقات نماز میں باہر تشریف لایا کرتے تھے اور اسی وقت لوگ ملاقات کر لیا کرتے تھے۔ عصر کے بعد ملاقات پر کوئی پابندی نہیں تھی اور عام طور پر لوگ آپ سے نیاز حاصل کیا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت جس طرح جسمانی اعتبار سے نحیف تھے اسی طرح آپ کی غذا بھی قلیل تھی، جو کچھ کھاتے، وقت کی پابندی سے استعمال فرماتے تھے۔ کبھی آپ کو کسی ایسی دوا کے کھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی جو ہاضمہ وغیرہ سے تعلق رکھتی ہو۔ اس قسم کی شکایت کبھی آپ کو پیدا نہیں ہوئی۔ گویا شکم مبارک حدیث شریف کے مطابق تین حصوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ایک غذا کے لئے ایک پانی کے لئے اور ایک سانس کی آمد رفت کے لئے۔

گرمی چاہے کتنی ہی شدت کی پڑ رہی ہو آپ کی نمازیں عمامہ اور انگرکھے سے خالی نہیں ہوا کرتی تھیں۔ لوگوں سے گفتگو کرتے وقت آپ بڑے میٹھے اور نرم لہجے میں آہستہ آہستہ گفتگو فرمایا کرتے تھے ہر شخص سے چاہے وہ چھوٹا ہو، بڑا ہو، امیر ہو یا غریب آپ اور جناب سے مخاطب فرمایا کرتے تھے، عورتوں اور بچوں سے بھی یہی انداز ہوا کرتا تھا۔ گھر کے خدام بھی جب کسی کام سے سامنے آتے تو ان سے بھی اسی طرز پر کلام فرماتے تھے، ہر شخص کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے اور اسکی تواضع بھی اعتبار سے کیا کرتے تھے۔

میلاد سرور القلوب

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ایک میلاد شریف "سرور القلوب فی ذکر مولد المحبوب

تالیف فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت جب کبھی میلاد شریف پڑھتے تھے تو والد ماجد کی کتاب دیکھکر پڑھتے تھے اور یہ طریقہ محض اپنے والد صاحب سے عقیدت کی وجہ سے اختیار فرماتے تھے ورنہ آپ گھنٹوں وعظ فرماتے تھے اور کوئی کتاب چاہے وہ حوالہ کی غرض سے ہو ساتھ نہیں ہوا کرتی تھی۔ جملہ علوم و مسائل مع حوالہ جات حضرت کے حافظہ میں محفوظ رہتے تھے۔ کسی کتاب ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد جب دیکھ لیتے تو دوبارہ اسے دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوا کرتی تھی اور جب کبھی اس کتاب کے مضامین کا ذکر آتا تھا تو آپ مع صفحہ کے وہ مضمون بیان فرما دیا کرتے تھے

حضرات علماء کا احترام

حضرات علماء کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کو غیر معمولی خوشی ہوتی تھی۔ بڑے احترام سے ان کو خوش آمدید کہتے تھے اور ان سے گفتگو کرتے میں ادب و احترام کا مجسمہ معلوم ہوتے تھے۔ علمائے اہل سنت جتنی دیر تشریف فرما رہتے اعلیٰ حضرت ان کے پاس موجود رہتے اور ان کی عزت و تواضع میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ معاصرین علماء میں حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی، حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیتی اور حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری سے جب کبھی ملنے کا اتفاق ہوتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اعلیٰ حضرت کو دو جہان کی نعمتیں حاصل ہو گئی ہیں۔ ان کی تواضع کے جملہ فرائض خود ہی انجام دیتے تھے حالانکہ دوسرے حضرات چاہتے تھے کہ یہ خدمت ہمارے سپرد کر دی جائے تو بہتر ہے مگر اعلیٰ حضرت راضی نہیں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے دار العلوم "منظر اسلام" کے ایک طالب علم مولانا عبد القادر صاحب کا عربی قصیدہ "امال الابرار" اعلیٰ حضرت سے بغرض تبرک پڑھ رہے تھے۔ ایک شعر کا مطلب تھا کہ "یہ حضرات علمائے کرام ایسے ہیں کہ جب کسی ویرانہ میں اترتے ہیں تو ان کے قدم قدم سے وہ ویرانہ بھی بارونق شہر معلوم ہونے لگتا ہے اور جب وہ چلے جاتے ہیں تو شہر بھی ویران نظر آنے لگتے ہیں۔" طالب علم صاحب کہنے لگے حضرت! یہ تو شاعرانہ انداز معلوم ہوتا ہے۔؟

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ جی نہیں بلکہ یہ اظہار حقیقت ہے۔ حضرت مولانا عبد القادر صاحب کی یہی شان تھی کہ جب کبھی وہ تشریف لایا کرتے تھے تو پورے شہر کی حالت بدل جاتی تھی اور ہر طرف چہل پہل نظر آنے لگتی تھی اور جب وہ رخصت ہوتے تھے تو باوجود ساری رونقوں کے شہر کا سہاگ اجڑا ہوا نظر آنے لگتا تھا اور ایک قسم کی ویرانگی معلوم ہونے لگتی تھی۔

طلبہ سے محبت

مولانا ظفر الدین صاحب بہاری کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت جس طرح علماء کرام سے محبت فرمایا کرتے تھے اور ان کے ادب و احترام کو ہمہ وقت ملحوظ رکھتے تھے اسی طرح آپ کو طلبا سے بھی غیر معمولی انسیت تھی اور ان کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال فرماتے تھے۔ ان کی دلجوئی فرماتے تھے اور خاص طور پر ان طلبہ کا بہت خیال رکھتے تھے جو دوسرے شہروں سے آکر اپنے گھر سے دور علم حاصل کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ ۵ا شعبان کے بعد مدرسہ میں چھٹیاں ہو جایا کرتی تھیں اور اکثر طلبہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے مگر کچھ ایسے بھی ہوتے تھے جو شوال و رمضان کی تعطیلات میں بھی اعلیٰ حضرت اور دوسرے علماء کرام کے قریب رہ کر استفادہ کرنے کو ہی ترجیح دیتے تھے، اعلیٰ حضرت ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ رمضان شریف میں ان کے افطار و سحری کا انتظام فرماتے تھے اور جب عید الفطر کے لئے اہل خانہ کے کپڑے وغیرہ تیار ہوتے تھے تو ان طلبہ کے لئے بھی کپڑے بنوائے جاتے تھے اور عید کے اخراجات کے لئے ان کو نذرانہ بھی نقدی کی شکل میں پیش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا ظفر الدین صاحب بہاری کو جو مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں مدرس تھے ــــ کسی ضرورت سے اعلیٰ حضرت نے رمضان شریف میں بریلی بلایا اور اپنی کسی زیر تصنیف کتاب جو علم ہیئت سے متعلق تھی مولانا صاحب کو نقل کرنے کے لئے عنایت فرمائی۔ مولانا صاحب اس خدمت میں مصروف تھے کہ کلکتہ سے پیغام آیا اور مولانا صاحب رمضان شریف کے آخر میں عید کئے بغیر کلکتہ روانہ ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت نے وہ مسودہ ان کے حوالہ کر دیا اور فرمایا جب پورا ہو جائے تو ڈاک سے بھیج دیجئے گا۔ اور جب وہ جانے لگے تو اعلیٰ حضرت نے کچھ روپے ان کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ آپ کا نذرانہ ہے، میرا خیال تھا کہ آپ عید بریلی میں کریں گے اور میں آپ کے لئے عید کے کپڑے وغیرہ بنواتا، مولانا نے لینے میں تامل کیا تو اعلیٰ حضرت کے اصرار سے روپیہ لے لئے اور دست بوسی کے بعد کلکتہ روانہ ہو گئے۔

طلبہ کی پُر تکلف دعوت

۱۳۲۵ھ میں مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے یہاں فرزند کی ولادت ہوئی جن کا نام ابراہیم رضا خاں تھا۔ اعلیٰ حضرت کو پوتے کی ولادت سے بے انتہا خوشی ہوئی۔ یہ خوشی اس وجہ سے

اور بھی بڑھی ہوئی تھی کہ متواتر لڑکیوں کے بعد پوتا پیدا ہوا تھا۔ اس خوشی کا اظہار سبھی کر رہے تھے اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ہدیہ مبارک باد پیش کر رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے سنت عقیقہ کی ادائیگی کے بعد اپنے مدرسہ "منظر اسلام" کے جملہ طلبہ اور مدرسین علماء کی پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ طلبہ میں بنگالی۔ پنجابی، پٹھان، بخاری، بہاری اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے طلبہ بھی تھے آپ نے تمام طلبہ سے ملاقات فرمائی اور ان سے کھانے کے سلسلہ میں ان کی خواہشات معلوم کیں۔ بنگالیوں نے عرض کیا کہ مچھلی اور چاول کھانا پسند کریں گے بہاری طلبہ نے بریانی کباب اور فیرنی کی فرمائش کی، پنجابی اور بخاری طلبہ نے دُنبہ کا قورمہ اور تنوری روٹی کو پسند کیا۔ اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبہ کی پسند کے کھانے بڑے اہتمام سے پکوائے اور ان کو اپنی موجودگی میں کھلائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کسی کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے ہر شخص ہر چیز کھا سکتا ہے دسترخوان پر تمام کھانے لگا دیئے گئے اور طلبہ نے بڑے شوق سے یہ دعوت نوش کی، ایسے موقع پر جب علماء اور طلباء کی تواضع ہوا کرتی تھی اعلیٰ حضرت کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں نظر آتے تھے۔ دعوت طعام کے علاوہ اس خوشی میں بہت سے لوگوں کو کپڑے کے جوڑے علی قدر مراتب بھی عنایت کئے گئے۔ ہر دعوت میں طلبہ، غرباء اور مساکین پر خصوصی نظر رہا کرتی تھی۔

طالب علم پر مہربانی

دربھنگہ کے مدرسہ حمیدیہ کے مولوی مقبول احمد صاحب صدر مدرس تھے۔ وہ کسی زمانہ میں ٹونک میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ٹونک میں ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے طالب علم مقبول احمد صاحب کو ایک نقش عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ "شرف آفتاب" کی ساعت میں انگوٹھی پر کندہ کرایا جائے گا۔ بزرگ صاحب رخصت ہو گئے اور طالب علم صاحب کو نقش کندہ کرانے کے لئے شرف آفتاب معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ٹونک میں کوئی یہ ساعت نہ بتا سکا آخر انہوں نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا اور شرف آفتاب کی ساعت معلوم کی۔ اتفاق سے جس دن اعلیٰ حضرت کو خط ملا اس کے دوسرے دن شرف آفتاب کی ساعت آنے والی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے خط کا جواب تار سے دیا تاکہ طالب علم کو مایوسی نہ ہو اور تار

شرف آفتاب کی ساعت سے پہلے ہی مل جائے۔ تار ان کو اسی دن رات کو مل گیا اور دوسرے دن صبح انہوں نے نقش کندہ کرا لیا۔

مولانا عبد العلیم کو جُبّہ کا تحفہ

مشہور مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ دست بوسی اور مزاج پُرسی کے بعد عرض کیا کہ ناچیز نے چند اشعار کہے ہیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ اعلیٰ حضرت نے اجازت دے دی اور مولانا صاحب نے خوش الحانی سے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؂

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو — قسیم جان عرفان اے شہ احمد رضا تم ہو
غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت — محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی — ہے سینہ مجمع البحرین ایسے راہنما تم ہو
مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی — وہ لعل پر ضیا تم ہو وہ دُر بے بہا تم ہو
عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو — عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو
عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے — کہیں اتقیٰ نہ کیوں کر جبکہ خیر الاتقیاء تم ہو
جلال و ہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر — عدو اللہ پر ایک حربہ تیغ خدا تم ہو
خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی ہیں — عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں — امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے — بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو
دنی اسوالہم حق ہر ایک سائل کا حق ٹھہرا — نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے یا سخا تم ہو

علیم خستہ ایک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

مولانا عبد العلیم صاحب جب اشعار سنا چکے تو اعلیٰ حضرت نے نہ صرف ان کے اشعار کو پسند کیا، داد دی، اور جوش مسرت سے اپنا قیمتی مخملی جُبّہ ان کی خدمت میں پیش کر دیا اور اس کے ساتھ ہی فرمایا اگر سر کا عمامہ پیش کروں تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں ہے۔ مولانا صاحب نے کھڑے ہو کر جُبّے کا تحفہ قبول

کرلیا، آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھا اور دیر تک سینے سے لگا کے حاضر خدمت رہے۔

دریائے سخاوت

اعلیٰ حضرت کی ذات سخاوت کا دریا تھی۔ سائل تو در کنار اسے تو عنایت فرماتے ہی تھے ویسے بھی آپ لوگوں کی تکالیف کا احساس فرما کر اپنی ضروریات کی چیزیں بھی عنایت کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ذکاء اللہ خاں صاحب حاضر خدمت تھے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ بعد مغرب اعلیٰ حضرت حاضرین کو رخصت فرما رہے تھے کہ ذکاء اللہ صاحب کو دیکھا جو معمولی کپڑوں میں ملبوس تھے اور قدرے سردی محسوس کر رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت ایک ہلکی اور خوبصورت رضائی زیب جسم کئے ہوئے تھے۔ آپ نے اتار کر ذکاء اللہ صاحب کو دیتے ہوئے فرمایا، آپ اسے اوڑھ لیجئے اور یہ ہدیہ ہے اسے قبول کرتے ہوئے گھبرائیں نہیں۔ ذکاء اللہ صاحب نے رضائی دونوں ہاتھوں میں لیکر اوڑھ لی اور دعائے خیر لیکر رخصت ہو گئے۔

ذکاء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت نے اپنی رضائی مجھے عنایت فرما دی اور اپنے لئے دوسری رضائی کے بنانے کا حکم دیا۔ نئی رضائی کو اوڑھے ہوئے چند ہی دن گزرے تھے کہ مسجد میں ایک مسافر صاحب تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت نے دیکھا کہ ان کے پاس اوڑھنے کے لئے کچھ نہیں ہے تو آپ نے وہی نئی رضائی اپنے جسم سے اتار کر ان کو دیدی اور فرمایا آرام کیجئے۔

موسم برسات میں اعلیٰ حضرت کی عادت چھتری ہاتھ میں لیکر یا لگا کر چلنے کی نہیں تھی۔ پانی برستا ہوتا تھا اور آپ مسجد میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے خادم خاص جناب حاجی کفایت اللہ صاحب نے ایک چھتری خرید کر اپنے پاس رکھ لی اور جب کبھی برسات میں اعلیٰ حضرت مسجد جایا کرتے تو حاجی صاحب وہ چھتری اعلیٰ حضرت پر لگا لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند نے چھتری نہ ہونے کی شکایت کی اور عرض کیا کہ چھتری نہ ہونے کی وجہ سے اکثر جماعت میں حاضری سے رہ جاتا ہوں۔ آپ نے حاجی کفایت اللہ صاحب کے ہاتھ سے چھتری لیکر ان کو دیدی اور اس خیال سے بڑے مسرور ہوئے کہ اب یہ صاحب آرام سے شامل جماعت ہوا کریں گے۔

اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ جب کسی بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو بیمار کے پاس بیٹھکر اس کی نبض دیکھتے، پیشانی پر ہاتھ رکھتے اور ارشاد فرماتے آپ گھبرائیں

نہیں۔ انشاء اللہ الکریم شفاء ہو جائے گی اس کے بعد درود شریف پڑھکر دم فرماتے اور چلتے وقت مریض کی ناداری کے خیال سے کچھ روپیہ بھی نذر کرتے۔ ایسا ہی ایک واقعہ سید ایوب علی صاحب کے والد کے ساتھ پیش آیا۔ اعلیٰ حضرت ان کے دیکھنے کے لئے گئے اور جب ان سے رخصت ہونے لگے تو کچھ روپیہ پیش کرتے ہوئے سید ایوب علی صاحب سے فرمایا۔ یہ میں آپ کو نہیں دے رہا ہوں بلکہ اپنے دوست کی دوا کے لئے دے رہا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ موسم سرما کی ابتداء میں رضائیاں بنوا کر غرباء کو عنایت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اتفاق سے رضائیاں تقسیم ہو چکیں اور ایک صاحب نے رضائی کا سوال کیا۔ آپ نے اپنے جسم کی رضائی اتار کر ان کو دیدی اور وہ خوشی خوشی رخصت ہو گئے۔ یہ رضائی اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی جناب محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں نے دو ہی روز قبل بڑے اہتمام سے سلوا کر اعلیٰ حضرت کو اوڑھنے کے لئے پیش کی تھی مگر اعلیٰ حضرت نے اپنی ضرورت کو دوسروں کی ضرورت پر مقدم نہیں رکھا۔

سخاوت میں کرامت

اعلیٰ حضرت کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ نے بہت سے غرباء ضعیف اور بیوہ و یتیم بچوں کے ماہانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ جو پابندی کے ساتھ ان کو دیئے جاتے تھے یہ اعانت صرف مقامی لوگوں کے ساتھ نہیں تھی بلکہ دوسرے شہروں کے کچھ حضرات کو بھی بذریعہ منی آرڈر نذرانہ روانہ کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں ایک صاحب کی خدمت میں پچاس روپیہ روانہ کرنے تھے حسب معمول مگر حال یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت کے پاس اتفاق سے روپیہ نہیں تھا، پریشانی یہ تھی کہ اگر کل روپیہ نہ گیا تو جہاز کی روانگی تک منی آرڈر نہ پہنچ سکے گا۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کسی سے قرض وغیرہ لینے کے عادی نہیں تھے اور نہ اسے پسند کرتے تھے اس لئے رات کو کئی مرتبہ خیال آیا کہ صبح روپیہ نہ آیا تو مدینہ طیبہ پیسے پہنچنے میں بہت دیر ہو جائے گی۔ آخر آپ نے بارگاہ الٰہی میں اپنی حاجت پیش کرتے ہوئے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں تحفہ درود پیش کیا۔

اللہ کی شان کہ صبح اول وقت ایک صاحب حاضر آستانہ ہوئے اور اکیاون روپیہ ۵۱ مولوی حسنین رضا خان صاحب کے ہاتھ اندر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھجوائے۔ اعلیٰ حضرت

نے شکریہ کے ساتھ رقم ہاتھ میں لی اور رقت انگیز لہجہ میں ارشاد فرمایا، بلاشبہ یہ سرکار کا کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بروقت امداد فرمائی اور جو رقم آئی وہ بھی حساب سے آئی کہ پچاس روپیہ کے منی آرڈر کے لئے ایک روپیہ فیس بھی چاہیئے تھی۔ چنانچہ ڈاکخانہ کھلتے ہی منی آرڈر کردیا گیا اور وہ وقت پر پہنچ بھی گیا۔

خدام آستانہ کی خدمت

اعلیٰ حضرت ہر سال اپنے پیرو مرشد حضرت سیدی آل رسول صاحب مارہروی علیہ الرحمۃ کا عرس ماہ ذالحجہ کی ۱۷-۱۸ تاریخ کو منعقد کیا کرتے تھے۔ قل شریف کے بعد مریدین واحباب کی جانب سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا جاتا تھا۔ یہ رقم ہزاروں سے تجاوز کرجاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت اس رقم کو بڑی احتیاط سے آستانہ عالیہ مارہرہ شریف کے خدام پر تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ اگر کبھی رقم کم ہوتی تو اپنے پاس سے شامل کرکے حضرات خدام کو راضی فرمایا کرتے تھے۔ سخاوت کے سلسلہ میں یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ اعلیٰ حضرت اللہ تعالیٰ کے غریب بندوں کو اتنا دیا کرتے تھے کہ جائیداد وغیرہ کی سالانہ آمدنی سے اتنا بچتا ہی نہیں تھا کہ وہ سال تمام تک مقدار نصاب کو پہنچے، آتا رہتا تھا اور آپ تقسیم فرماتے رہتے تھے۔

سیر چشم سید صاحب

مولانا ظفر الدین صاحب بہاری بیان کرتے ہیں کہ میری طالب علمی کے زمانہ میں ایک صاحب اعلیٰ حضرت کے دولت خانہ پر آئے اور دروازہ پر بلند آواز سے فرمایا "لاؤ سید کو کیا دیتے ہو؟" اعلیٰ حضرت نے یہ آواز سنی اور اپنی مخصوص صندوقچی اٹھاتے ہوئے دروازہ پر تشریف لائے اور صندوقچی کھول کر سید صاحب کے سامنے پیش کردی۔ اس صندوقچی میں دو سو روپیہ کی رقم تھی جو نوٹ روپیہ اور ریزگاری کی شکل میں صندوقچی کے مختلف خانوں میں رکھی ہوئی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ رقم تھوڑی دیر پہلے حضرت منجھلے میاں صاحب نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر کی تھی جو آپ کے ماہانہ ذاتی اخراجات کے لئے تھی اور ہر ماہ حاضر خدمت کی جاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے سید صاحب سے

فرمایا حضرت! یہ صندوقچی حاضر ہے۔ سید صاحب تھوڑی دیر صندوقچی کی رقم کو دیکھتے رہے اور اس کے بعد چونیوں کے خانہ میں سے ایک چونی اٹھالی اور فرمایا۔ بس یہ کافی ہے باقی آپ لے جائیے۔ سید صاحب چلے گئے اور اعلیٰ حضرت نے خدام اور متعلقین سے ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کو جب بھی دیکھا کرو تو ایک چونی نذر کر دیا کر دو تاکہ حضرت کو کبھی کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ سید صاحب حقیقت میں صاحب قناعت ہیں کہ ضرورت سے زیادہ نہیں چاہتے تھے۔ میں نے تو پوری صندوقچی پیش کر دی تھی کیونکہ میں کسی سائل کو نہیں دے رہا تھا۔ بلکہ اولاد رسول کی خدمت کر رہا تھا۔

کفن کی فرمائش

پچھلے صفحات میں اعلیٰ حضرت کے خلفاء کے سلسلہ میں مولانا سید محمود جان صاحب کا ذکر آچکا ہے۔ ایک مرتبہ یہی مولانا صاحب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت سوال سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، کیوں سید صاحب کیا کوئی خدمت ہے میرے لائق؟ سید صاحب نے فرمایا، کیا عرض کروں، ایک سوال ہے۔ کیا آپ پورا فرمائیں گے۔؟ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا، اگر میرے امکان سے باہر نہیں ہوگا تو انشاء اللہ ضرور پورا کروں گا۔ سید صاحب نے فرمائش کی کہ میں آپ کے دست مبارک سے صرف ۲۲ گز کپڑا کفن کے لئے چاہتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا، حضرت سید صاحب! انشاء اللہ میں آپ کی فرمائش جلدی ہی پوری کروں گا اور پھر صبح ہوتے ہی اعلیٰ حضرت نے ۲۲ گز سفید لٹھا سید صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

داد و دہش کا عالم

اعلیٰ حضرت قبلہ کے پاس روزانہ ڈاک سے عقیدت مندوں کے منی آرڈر موصول ہوا کرتے تھے مگر آپ کی سخاوت اور داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ منی آرڈر وصول فرماتے ہی تقسیم فرمانا شروع کر دیتے تھے اور عصر تک تمام رقمیں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب حاضر ہوئے مگر اس دن جو منی آرڈر آئے تھے سارے تقسیم

ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے افسوس ہے آپ دیر سے آئے اور میں سب دے
چکا ہوں اور اب میرے پاس سوائے ۱۴ پیسوں کے (ساڑھے تین آنہ) کچھ موجود
نہیں ہے اور یہ کہہ کر آپ نے وہ پیسے اُن صاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے
اعلیٰ حضرت بچا کر رکھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے جو آتا تھا جلدی ہی تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

خزانۂ کرامت

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو ان کے پیر و مرشد نے ایک خصوصی وظیفہ عطا فرمایا تھا جو عربی میں تحریر تھا اور یہ کتاب ایک ہشت پہل خوبصورت صندوقچی میں محفوظ رہتی تھی اور صندوقچی کے اوپر غلاف چڑھا رہتا تھا۔ خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب کی روایت یہ ہے کہ یہ وظیفہ کتابی شکل میں نہیں تھا بلکہ ایک لمبے سفید کپڑے پر سیاہ دھاگے سے وظیفہ کے الفاظ و حروف کشیدہ کاری کی طرح لکھے گئے تھے اعلیٰ حضرت اس وظیفہ کو بعد نماز فجر پڑھا کرتے تھے۔ صندوقچی مقفل رہتی تھی اور چابی اعلیٰ حضرت اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ جب کبھی بریلی سے باہر جانے کا اتفاق ہوتا تھا تو یہ صندوقچی ساتھ جاتی تھی اور حاجی صاحب کے پاس رہتی تھی۔

اب ملاحظہ کیجئے اس خزانۂ کرامت کا واقعہ۔ اعلیٰ حضرت جبل پور کے مریدین و احباب کے اصرار پر جبل پور تشریف لے گئے، دو ہفتہ سے زائد قیام رہا اور اس عرصہ میں علماء، رؤسا اور عوام سبھی حضرت کی تعلیمات و ارشادات سے مستفیض ہوتے رہے، اعلیٰ حضرت جب جبل پور سے رخصت ہونے لگے تو مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری نے احباب خصوصی اور خود اپنی طرف سے ایک ہزار روپیہ چاندی کی ایک بڑی قاب میں رکھ کر اعلیٰ حضرت کو بطور نذر پیش کئے۔ اعلیٰ حضرت نے حسب عادت ارشاد فرمایا۔ مولانا! آپ نے اس کی زحمت کیوں فرمائی، یہی کیا کم تھا جو آپ سب نے مہمان نوازی پر دل کھول کر خرچ کیا، اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا۔ حاجی صاحب! یہ روپیہ اپنے پاس علیحدہ محفوظ رکھئے اور وظیفہ کی صندوقچی مجھے دے دیجئے۔ حاجی صاحب نے صندوقچی خدمت میں پیش کر دی۔

رخصت کرنے والوں میں ایک بڑا ہجوم تھا اہل عقیدت کا، جن میں علماء، عوام اور جبل پور کے میمن حضرات مع اہل وعیال موجود تھے۔ اعلیٰ حضرت نے صندوقچی کو تھوڑا سا کھولا اور سیدھا ہاتھ اندر ڈال کر روپیہ نکالے اور مولانا عبدالسلام صاحب کے ملازمین کو بطور انعام تقسیم فرمائے۔ اس کے بعد دوسرے خدام اور رضاکار صاحبان کی طرف متوجہ ہوئے اور دیر تک ان کو عنایت فرماتے رہے۔ جب دیتے تو صندوقچی کے اندر ہاتھ ڈال کر نکالتے اور عنایت فرما دیتے، دیکھنے والے حیران تھے کہ اس صندوقچی میں اتنی رقم کہاں سے آگئی جو ختم ہی نہیں ہوتی ہے حالانکہ صندوقچی میں صرف وظیفہ ہی رہا کرتا تھا اور کوئی دوسری چیز اس میں حضرت نہیں رکھتے تھے۔

ملازمین و خدام و رضاکار صاحبان کے بعد آپ نے مولانا عبدالسلام صاحب کے اہل وعیال کی جانب توجہ فرمائی اور عورتوں بچوں کو سونے کے زیورات اور سلے ہوئے کپڑے کرتے اور ٹوپیاں بھی اس صندوقچی سے نکالے اور عنایت فرمائے۔ مولوی حسنین رضا خان صاحب جو اس موقع پر موجود تھے ان کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صرف مولانا صاحب ہی کے گھر والوں کو عطیات سے نہیں نوازا بلکہ مریدین حضرات میں جو لوگ موجود تھے ان کے بچوں بچیوں اور عورتوں کو بھی زیورات و کپڑے عنایت فرمائے اور یہ سامان کثیرہ اور غیر معمولی روپیہ سب اسی صندوقچی میں ہاتھ ڈال ڈال کر نکالتے رہے اور دیتے رہے۔

آخر حاضرین میں سے کچھ حضرات نے عرض کیا کہ حضور! ہم نے آپ کی خاطر مدارات اور آپ کے ہمراہ تشریف لانے والے علماء و خدام پر جو کچھ خرچ کیا آپ نے اس سے بہت زیادہ لوگوں کو عنایت فرما دیا۔ اعلیٰ حضرت خاموش سنتے رہے اور صندوقچی جو خزانۂ کرامت بنی ہوئی تھی اس میں سے بدستور ہاتھ ڈالتے اور عنایت فرماتے رہتے۔

وظیفہ کی کرامت

سجادہ نشین مارہرہ شریف حضرت مہدی حسن میاں صاحب نے مدرسہ شمس العلوم

بدایوں کے صدر مدرس مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سے اعلیٰ حضرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کو خط لکھا اور جواب حسب معمول تاخیر سے آیا اور تحریر فرمایا تھا کہ "شاہزادہ صاحب معاف کیجئے گا جواب دیر سے دے رہا ہوں اور وجہ یہ تھی کہ میرے پاس اتنا بھی نہیں تھا کہ میں لفافہ منگوا سکتا" میں نے خیال کیا کہ آج کل اعلیٰ حضرت کے پاس پیسوں کی قلت ہے لہٰذا میں نے دو سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر حاضر خدمت کر دیئے۔ اعلیٰ حضرت نے منی آرڈر وصول فرمایا اور اس کے تھوڑے ہی دن بعد اعلیٰ حضرت کی طرف سے منی آرڈر آیا جو میری بھیجی ہوئی رقم سے زائد کا تھا۔ اس کے ساتھ ہی گرامی نامہ موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ "آپ کی مرسلہ رقم ضرورت کے لائق میں نے رکھ لی تھی باقی گھر میں دے دی تھی اور بات یہ تھی کہ اس زمانہ میں گاؤں کی آمدنی آئی نہیں تھی اور میری عادت یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے لئے کسی سے کچھ لیتا نہیں ہوں اور حضرت شاہزادہ صاحب! آپ اگر مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو حضرت میاں صاحب قبلہ کی بیاض خاص سے "شجرہ زر" کا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے، عنایت ہو گی"۔

میں نے حسب حکم عمل نقل کر کے روانہ کر دیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد بریلی شریف حاضر ہوا تو اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "مکہ معظمہ سے ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں سخت پریشان ہوں اور میری دو لڑکیوں کی شادی ہونے والی ہے اور میرے پاس اخراجات کا کوئی انتظام نہیں ہے لہٰذا تم میری امداد کرو، اس لئے میں نے "شجرہ زر" کا عمل آپ سے منگوایا تھا اور میاں شاہزادہ صاحب میں نے اس عمل کو کیا اور ٹھیک چالیسواں دن تھا کہ حامد رضا میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایک صاحب ابھی آئے تھے اور میرے یہ کہنے کے بعد کہ حضرت مشغول معمولات ہیں، یہ رومال دے کر چلے گئے۔ رومال کو کھولا تو اس میں سے ایک ہزار سے زائد کی رقم بندھی ہوئی تھی جسے میں نے مکہ معظمہ روانہ کر دیا تاکہ بچیوں کی شادی انجام پا سکے لیکن اس عمل کو جبر یاد کہہ دیا کیں کہ اس سے توکل میں فرق آتا ہے اور یہ بات کسی طرح مناسب نہیں ہے"

غریب کی دل جوئی

بریلی میں اعلیٰ حضرت کے ایک مُرید فٹن ...... جسے وکٹوریہ گاڑی بھی کہتے ہیں، چلایا کرتے تھے اور وہ اسٹیشن سے شہر کے درمیان ہی سواریاں اٹھایا کرتے تھے، اعلیٰ حضرت اکثر و بیشتر ان ہی کی گاڑی میں بیٹھکر آیا جایا کرتے تھے۔ باہر سے بریلی آنے ...... والے وہ مریدین جن کو اسٹیشن پر مرحوم نبن خاں کی فٹن ملجایا کرتی تھی اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت خیال کیا کرتے تھے۔ نبن خاں بڑے دیندار اور نمازی تھے۔ ایک مرتبہ نئی گاڑی بنوائی اور اسے لیکر کاشانہ سرکار پر آئے، گاڑی کو ایک طرف کھڑا کر دیا اور عصر کی نماز اعلیٰ حضرت کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد جب اعلیٰ حضرت مسجد سے باہر آئے تو نبن خاں نے فٹن مسجد کے دروازہ سے لگادی اور عرض کیا کہ حضور! نئی گاڑی بنوائی ہے چاہتا ہوں کہ اس میں قدم رنجہ فرمائیں تاکہ برکت حاصل ہو۔ اعلیٰ حضرت نے نبن خاں کی طرف مسکرا کر دیکھا اور ان کی دل جوئی کی خاطر فٹن میں بیٹھ گئے۔ اور دولت خانہ کے پھاٹک پر اُتر گئے۔ حالانکہ چند ہی قدم کا فاصلہ تھا مگر آپ نے غریب کی درخواست کو رد نہیں کیا۔

اعلیٰ حضرت کے سفر پاک و ہند

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ بہت کم سفر فرمایا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تصنیف و تالیف کی وجہ سے مصروفیت اتنی زیادہ رہتی تھی کہ آنے جانے کے لئے وقت نکالنا ایک اہم مسئلہ تھا۔ اس کے باوجود حضرات علمائے کرام اور مریدین کے اصرار پر اعلیٰ حضرت کو پاک و ہند کے متعدد شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ سفر صرف تبلیغ و ہدایت کی غرض سے فرمائے گئے اور بے شمار اللہ کے بندوں کو اعلیٰ حضرت سے استفادہ کا موقع ملا۔

جن شہروں میں اعلیٰ حضرت تشریف لے گئے ان میں لاہور اور امرتسر کو بڑی خصوصیت حاصل ہے۔ لاہور میں آپ انجمن نعمانیہ ہند کے سالانہ اجتماعات میں

شرکت فرماتے تھے۔ پورا لاہور آپ کے آنے کی خوشی محسوس کرتا تھا اور بڑے شاندار طریقہ پر لاہور میں آپ کا استقبال کیا جاتا تھا۔ لاہور والوں کے لئے اعلیٰ حضرت اس لئے بھی مرکزِ محبت تھے کہ اعلیٰ حضرت کے مورث اعلیٰ سب سے پہلے لاہور میں آئے تھے اور شیش محل ان کی یادگار کے طور پر موجود تھا۔ انجمن نعمانیہ ہند لاہور پورے پاک و ہند میں وہ پہلی مذہبی انجمن تھی جس کے علمی اور تبلیغی کے کارنامے تاریخی حیثیت رکھتے تھے۔ انجمن کے ہی ایک اجتماع میں اعلیٰ حضرت سے علامہ اقبال نے نیاز حاصل کیا تھا اور اپنی ایک نعت اعلیٰ حضرت کو سُنائی تھی جسے آپ نے پسند فرمایا تھا۔ یہ انجمن اور اس کا دار العلوم آج بھی لاہور میں موجود ہے اور خدمت علم دین میں مصروف ہے۔

لاہور اور امرتسر کے علاوہ جن شہروں میں اعلیٰ حضرت تشریف لے گئے اور اللہ کے ہزاروں بندوں کو اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کا موقعہ ملا ان میں بمبئی، کلکتہ، احمد آباد، کاٹھیاواڑ، میں گونڈل وغیرہ کے علاوہ جبل پور، پٹنہ، بنارس، دہلی، رامپور، مراد آباد، بدایوں، شاہ جہان پور، کانپور، الٰہ آباد، پیلی بھیت، میرٹھ، جے پور اور اجمیر شریف، کا ذکر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو اعلیٰ مراتب کے ساتھ ظاہری عظمت و وجاہت سے بھی نوازا تھا۔ بڑے بڑے اجتماعات میں لوگوں کی نظریں آپ ہی کو دیکھا کرتی تھیں۔ اور پورا شہر آپ کے دیدار کے لیے امنڈ آیا کرتا تھا۔ حالت سفر میں یہ عالم تھا کہ اگر کسی اسٹیشن پر آپ نے اُتر کر پلیٹ فارم پر نماز ادا فرمائی ہے تو طویل جماعت ہوجایا کرتی تھی، ایسا بھی ہوتا تھا کہ گارڈ صاحب کو انتظار کرنا پڑتا تھا کہ اعلیٰ حضرت نماز ختم کریں تو گاڑی روانہ کی جائے۔

شاہ فضلِ رحمٰن سے ملاقات

اعلیٰ حضرت کو معاصرین علماء و مشائخ میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے گہرا لگاؤ تھا۔ حکیم مولوی سعید الرحمٰن خاں مرحوم بیان

کرتے تھے کہ اعلیٰ حضرت پہلی مرتبہ ۱۳۱۱ھ میں گنج مراد آباد تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ جو حضرات گئے تھے ان میں مولوی حکیم خلیل الرحمٰن خاں، مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی۔ قاضی خلیل الدین حسن اور مولانا احمد حسن کانپوری بھی شامل تھے۔ اس زمانہ میں ریل گنج مراد آباد کے لئے نہیں چلی تھی، ہردوئی، اُناؤ یا بالامئو سے لوگ بیل گاڑیوں میں بیٹھکر جایا کرتے تھے، اعلیٰ حضرت اپنے احباب کے ساتھ بالامئو اسٹیشن سے بیل گاڑی کے ذریعہ گنج مرادآباد تشریف لے گئے۔

شاہ فضل رحمٰن صاحب کو اطلاع مل چکی تھی کہ لہٰذا آپ نے مریدین کے ساتھ قصبہ سے باہر تشریف لاکر اعلیٰ حضرت کو خوش آمدید کہا۔ تین دن سے زائد اعلیٰ حضرت گنج مراد آباد میں مقیم رہے اور شاہ صاحب اور اعلیٰ حضرت کے درمیان شریعت و طریقت کے مسائل پر لطیف اور عالمانہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

اس ملاقات کا تذکرہ شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ کے موجودہ سجادہ نشین مولانا افضال الرحمٰن صاحب نے اپنی تالیف "افضال رحمانی" میں بھی کیا ہے اور ملاقات کی تاریخ ۲۹ رمضان ۱۲۹۲ھ بیان کی ہے۔ جبکہ حکیم سعید الرحمٰن خاں صاحب نے ملاقات کا زمانہ ۱۳۱۱ھ بیان کیا ہے۔ اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔

دوسری مرتبہ اعلیٰ حضرت اپنے مرید صادق اور خلیفۂ نامدار سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب کی شادی کے سلسلہ میں ۱۳۲۳ھ کے آخر میں گنج مراد آباد شریف تشریف لے گئے تھے۔ شاہ فضل رحمٰن صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت احمد میاں صاحب ابن شاہ فضل رحمٰن صاحب اور حضرت مولانا عبد الکریم صاحب نے اعلیٰ حضرت کو خوش آمدید کہا۔ دو دن قیام رہا اور اعلیٰ حضرت بارات رخصت کرا کے واپس تشریف لے آئے۔ مولانا عبد الاحد صاحب کی شادی مولانا عبد الکریم صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، جن کو شاہ فضل رحمٰن صاحب کی نواسی منسوب ہوتی تھیں۔

شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے اجداد ایران سے ہندوستان آئے تھے

مدتوں دہلی اور ہردوئی میں قیام رہا، آخر میں شاہ صاحب نے گنج مراد آباد کو اپنا مسکن بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو علوم قرآن و حدیث اور طریقت و سلوک میں بڑا بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ سو برس سے زائد عمر میں ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں آپ نے پردہ فرمایا۔ حضرت احمد میاں صاحب بائیس برس اپنے والد محترم کے جانشین رہے اور یکم صفر ۱۳۳۵ھ میں عالم آخرت کا سفر اختیار کیا۔ مولانا عبدالکریم صاحب شاہ فضل رحمٰن صاحب کے نواسی داماد تھے۔ پنجاب کے رہنے والے تھے، بدایوں میں علم حاصل کیا، حدیث گنج مراد آباد میں شاہ صاحب سے پڑھی اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ آپ نے ۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ میں وفات فرمائی اور اپنے لگائے ہوئے آموں کے باغ میں دائمی آرام فرمایا۔ آپ کے برابر ہی آپ کے داماد مولانا عبدالاحد صاحب آرام فرما رہے ہیں۔ مولانا عبدالکریم صاحب کے جانشین ان کے فرزند حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب ہیں اور اپنے علم و عمل میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کا خطبہ وعظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ حَمْدَ الشّٰاكِرِیْنَ وَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُ السَّلَامِ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتِمِ النَّبِیّٖنَ۔ اَكْرَمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ۔ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ۔ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ سَیِّدِ الْكَوْنَیْنِ وَ وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ۔ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ۔ الْمُزَیَّنِ بِكُلِّ زَیْنٍ۔ نَبِیِّ الْاَنْبِیَاءِ عَظِیْمِ الرَّجَاءِ عَمِیْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ۔ مَاحِی الذُّنُوْبِ وَالْخَطَاءِ۔ شَفِیْعِنَا یَوْمَ الْجَزَاءِ۔ سِرِّ اللّٰهِ الْمَخْزُوْنِ۔ دُرِّ اللّٰهِ الْمَكْنُوْنِ عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا یَكُوْنُ۔ نُوْرِ الْاَفْئِدَةِ وَالْعُیُوْنِ۔ سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ۔ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا وَحَبِیْبِنَا وَنَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ وَكِیْلِنَا وَ كَفِیْلِنَا وَعَوْنِنَا وَ مُعِیْنِنَا وَغَوْثِنَا وَمُغِیْثِنَا وَ غِیَاثِنَا سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ۔ وَ اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ

الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَ اَصْحَابِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ الْمُعَظَّمِيْنَ وَ ابْنِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ الْمَكِيْنِ مُحْيِي الْاِسْلَامِ وَالْحَقِّ وَالشَّرْعِ وَالْمِلَّةِ وَالْقُلُوْبِ وَالسُّنَّةِ وَالطَّرِيْقَةِ وَالدِّيْنِ دَاهِيِ الْمُرَادِ قُطْبِ الْاِرْشَادِ۔ فَرْدِ الْاَفْرَادِ سَيِّدِ الْاَسْيَادِ۔ مُصْلِحِ الْبِلَادِ۔ نَافِعِ الْعِبَادِ۔ دَافِعِ الْفَسَادِ۔ مَرْجِعِ الْاَوْتَادِ۔ غَوْثِ الثَّقَلَيْنِ۔ وَغَيْثِ الْكَوْنَيْنِ۔ وَغِيَاثِ الدَّارَيْنِ وَ مُغِيْثِ الْمَلَوَيْنِ۔ اِمَامِ الْفَرِيْقَيْنِ۔ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الْقَادِرِ الْحَسَنِيِّ الْحُسَيْنِيِّ الْجِيْلَانِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى سَائِرِ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْنَ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝۔

اعلیٰ حضرت کا خطبۂ جمعہ اوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جَمِيْعًا۔ وَاَقَامَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِلْمُذْنِبِيْنَ الْمُتَلَوِّثِيْنَ الْمُتَاَثِّمِيْنَ الْهَالِكِيْنَ شَفِيْعًا۔ فَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى كُلِّ مَنْ هُوَ مَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِيٌّ لَدَيْهِ۔ صَلٰوةً تَبْقٰى وَتَدُوْمُ بِدَوَامِ الْمَلِكِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَهٗ۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَيَا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اُوْصِيْكُمْ وَنَفْسِيْ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ فَاِنَّ التَّقْوٰى سَنَامُ ذُرَى الْاِيْمَانِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ كُلِّ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْا اٰثَارَ سُنَنِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَوٰتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ فَاِنَّ السُّنَنَ هِيَ الْاَنْوَارُ۔ وَزَيِّنُوْا قُلُوْبَكُمْ بِحُبِّ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ فَاِنَّ الْحُبَّ هُوَ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ

لا محبة له الا لا ایمان لمن لا محبة له الا لا ایمان لمن لا محبة له
رزقنا الله تعالیٰ وایاکم حب حبیبه، هذا النبي الکریم علیه وعلیٰ اٰله
اکرم الصلوٰة والتسلیم کما یحب ربنا ویرضی واستعملنا وایاکم
بسنته وحیانا وایاکم علیٰ محبته وتوفانا وایاکم علیٰ ملته۔ و
حشرنا وایاکم في زمرته وسقانا وایاکم من شربته۔ شرابا
هنیئا مریئا سائغا لا نظما بعده ابدا۔ وادخلنا وایاکم في جنته
بمنه ورحمته وکرمه ورافته۔ انه هو الرؤف الرحیم عن
النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم البر لا یبلی والذنب لا ینسی والدیان
لا یموت اعمل ما شئت کما تدین تدان۔ اعوذ بالله من الشیطن
الرجیم۔ فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره۔ ومن یعمل مثقال
ذرة شرا یره۔ بارك الله لنا ولکم في القراٰن العظیم۔ ونفعنا
وایاکم بالاٰیات والذکر الحکیم۔ انه تعالیٰ ملك کریم
جواد بر رؤف الرحیم۔ اقول قولي هذا واستغفر الله لي
ولکم ولسائر المؤمنین والمؤمنات انه هو الغفور الرحیم ۵

خطبہ جمعہ ثانیہ

الحمد لله نحمده ونستعینه ونستغفره ونؤمن به و
نتوکل علیه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن
سیئات اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله
فلا هادي له۔ ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك
له ونشهد ان سیدنا ومولٰنا محمدا عبده ورسوله
بالهدی ودین الحق ارسله۔ صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله
واصحابه اجمعین۔ وبارك وسلم ابدا ابدا لا سیما
علی اولهم بالتصدیق وافضلهم بالتحقیق۔ المولی
الامام الصدیق۔ امیر المؤمنین وامام المشاهدین

لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی اَعْدَلِ الْاَصْحَابِ۔ مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ
وَالْمِحْرَابِ۔ الْمُوَافِقِ وَاٰیِّدِہٖ لِلْوَحْیِ وَالْکِتَابِ۔ سَیِّدِنَا وَ
مَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَغَیْظِ الْمُنَافِقِیْنَ۔ اِمَامِ
الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ
اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی جَامِعِ الْقُرْاٰنِ کَامِلِ الْحَیَاءِ وَالْاِیْمَانِ
مُجَهِّزِ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا
الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَصَدِّقِیْنَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
اَبِیْ عَمْرٍو عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ وَعَلٰی اَسَدِ
اللّٰہِ الْغَالِبِ اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ حَلَّالِ الْمُشْکِلَاتِ
وَالنَّوَائِبِ۔ دَفَّاعِ الْمُعْضِلَاتِ وَالْمَصَائِبِ۔ اَخِی الرَّسُوْلِ
وَزَوْجِ الْبَتُوْلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
وَاِمَامِ الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ
طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَہُ الْکَرِیْمَ وَعَلٰی ابْنَیْہِ الْکَرِیْمَیْنِ
السَّعِیْدَیْنِ الشَّهِیْدَیْنِ۔ اَلْقَمَرَیْنِ الْمُنِیْرَیْنِ النَّیِّرَیْنِ
الزَّاهِرَیْنِ الْبَاهِرَیْنِ الطَّیِّبَیْنِ الطَّاهِرَیْنِ سَیِّدَیْنَا اَبِیْ مُحَمَّدِ
نِ الْحَسَنِ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنِ۔ وَعَلٰی اُمِّهِمَا سَیِّدَۃِ النِّسَاءِ
الْبَتُوْلِ الزَّهْرَاءِ فِلْذَۃِ کَبِدِ خَیْرِ الْاَنْبِیَاءِ صَلَوٰتُ اللّٰہِ
تَعَالٰی وَسَلَامُہٗ عَلٰی اَبِیْهَا الْکَرِیْمِ۔ وَعَلَیْهَا وَعَلٰی بَعْلِهَا وَ
ابْنَیْهَا۔ وَعَلٰی عَمَّیْہِ الشَّرِیْفَیْنِ الْمُطَهَّرَیْنِ مِنَ الْاَدْنَاسِ۔
سَیِّدَیْنَا اَبِیْ عُمَارَۃَ حَمْزَۃَ وَاَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ۔ وَعَلٰی
سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَۃِ وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ یَا اَهْلَ
التَّقْوٰی وَاَهْلَ الْمَغْفِرَۃِ۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ سَیِّدِنَا
وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ رَبَّنَا یَا مَوْلٰنَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ

خَذَلَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ رَبَّنَا یَا مَوْلٰنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ وَاَتَمُّ وَاَھَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَکْبَرُ۔

روہیل کھنڈ اور روہیلہ افغان

روہیل کھنڈ بھارت کے صوبہ اُتر پردیش (یوپی) کے اس علاقہ کو کہتے ہیں جس میں مندرجہ ذیل مشہور شہر پائے جاتے ہیں۔ بریلی، پیلی بھیت مراد آباد، سنبھل، رام پور، بدایوں، نجیب آباد اور شاہ جہاں پور وغیرہ۔ یہ علاقہ پہلے کٹھیر کے نام سے موسوم تھا مگر جب اٹھارویں صدی عیسوی کے پہلے چوتھائی سالوں میں روہیلہ قوم کے افغانوں نے اس علاقہ کو مکمل طور پر فتح کر لیا تو اس کے بعد سے اس علاقہ کو روہیل کھنڈ کہنے لگے۔

روہیلہ افغانوں کے متعلق تاریخ کی مستند روایت ہے کہ اس قبیلہ کے کچھ لوگ محمود غزنوی رح کے ہمراہ ہند و پاک کے علاقوں میں آئے تھے اور واپسی کے وقت افغانستان کے اطراف میں ایک جگہ "روہ" ان کو پسند آئی اور انہوں نے اسی کو اپنا مستقل وطن بنا لیا اور روہیلہ افغان کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس قبیلہ کے ابتدائی سرداروں میں قیس عبدالرشید رح کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے نصف اول میں اپنا قدیم مذہب اسرائیلیت چھوڑ کر داخل اسلام ہو گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق دیدار میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے مگر حضور ؐ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۶۳۲ء میں وفات فرما چکے تھے۔

قیس عبدالرشید مدینہ طیبہ میں رہ گئے اور وہیں آپ کی شادی حضرت

خالد بن ولیدؓ کی صاحبزادی حضرت سارہ سے ہو گئی۔ قیس عبدالرشید چند سال مدینہ شریف میں مقیم رہے اور اس کے بعد اپنے وطن افغانستان واپس آ گئے اور ۴۱ھ (۶۶۱ء) میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

قیس عبدالرشید کی اولاد میں تین فرزند حضرت سارہ کے بطن سے ہوئے جن کے نام سترہ بن، غورغوشت اور اوبتن بیان کئے گئے ہیں۔

روہیل کھنڈ کے پہلے اور آخری نامور حکمران حافظ الملک حافظ رحمت خاں صاحب روہیلہ سترہ بن کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

حافظ رحمت خاں ابن شاہ عالم خاں، ابن محمود خاں ابن شہاب الدین خاں ابن دولت خاں ابن بدل خاں ابن داؤد خاں ابن بھڑیچ خاں ابن شرف الدین سڑبن ابن سترہ بن ابن قیس عبدالرشید علیہ الرحمۃ۔ — اللہ تعالیٰ نے قیس عبدالرشید کی اولاد میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ اور اس کے ساتھ ان کو دلیری اور شجاعت اور وفاداری کے اوصاف سے سرفراز فرمایا۔

سلطان محمود غزنوی اس قبیلہ کی بہادری اور وفاداری سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی جان باز فوج میں شامل کر لیا۔ اور جب دلیری کے کارناموں سے آگاہ ہوئے تو خوشی میں آ کر ان کو "بتان" کے لقب سے ملقب کر دیا۔ جس کے معنی جہاز کے پشتیبان کے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد یہ لفظ "بتان" آہستہ آہستہ پٹھان کے تلفظ میں تبدیل ہو گیا۔

حافظ رحمت خاں صاحب اپنے آبائی گاؤں "تور شہامت پشین میں ۱۷۰۸ء" میں پیدا ہوئے تھے۔ والد کی نگرانی اور ذاتی شوق کی وجہ سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا، پھر دین کے علوم حاصل کئے اس کے بعد سپہ گری اور بہادری کے اوصاف سے مزین ہوئے اور بدخشانی گھوڑوں کی تجارت کا مشغلہ اختیار کر کے مشہور تاجروں میں شمار ہونے لگے۔

حافظ رحمت خاں صاحب کے والد مولانا شاہ عالم خاں اور جد امجد شیخ

شہاب الدین عرف کوٹا بابا کا ذکر تاریخ میں خصوصیت سے کیا گیا ہے۔
حضرت کوٹا باباؒ بڑے عالی مرتبہ اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے
ان کی ذات مرجع عقیدت تھی۔ اطراف و اکناف سے مسلمانوں کا آپ کی
خدمت میں آنے اور فیض حاصل کرنے کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا تھا۔ کوٹا
بابا کا اصل گاؤں حدود قندھار میں "شورابک" تھا مگر یوسف زئی قبیلہ سے
رشتہ داری کی وجہ سے آپ نے ضلع اٹک میں لنگر کوٹ کی سکونت اختیار
کر لی تھی۔ ہزارہ کے علاقہ میں آپ کے معتقدین کا سلسلہ بہت وسیع تھا اس
لئے ہزارہ میں اکثر آمدرفت رہا کرتی تھی۔ چنانچہ آپ نے وفات بھی ہزارہ
میں پائی اور اسی جگہ آپ کا مزار مرکز عقیدت ہے۔

حافظ رحمت خاں والی روہیل کھنڈ کے والد مولانا شاہ عالم خاںؒ کو والد
کی وفات کے بعد بہت بڑی جائیداد ترکہ میں ملی تھی۔ جائیداد کے ساتھ
ایک غلام بھی ملا تھا جن کا نام داؤد خاں تھا۔ مولانا صاحب نے جائیداد کے
جملہ انتظام کو داؤد خان کے سپرد کر دیا تھا اور خود یادِ الٰہی میں مصروف
رہنے لگے۔ داؤد خان کو دانائی اور شجاعت پیدائشی طور پر قدرت سے
عنایت فرمائی تھی جس کا اعتراف مولانا صاحب کو بھی تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد
داؤد خان کو معلوم ہوا کہ افغان، ہندوستان کے علاقہ کٹھیر میں اپنی شجاعت
کے سکے جما رہے ہیں۔ اور غیر مسلم سورماؤں کو مقابلہ کی تاب نہیں آ رہی ہے
تو داؤد خان کو اپنی شجاعت کے جوہر دکھلانے کا خیال پیدا ہوا۔ اپنے آقا مولانا
شاہ عالم خاں سے اجازت مانگی اور جب وہ رضامند ہوئے تو داؤد خاں نے
چپکے سے ہندوستان کا رخ کر دیا۔ لاہور اور دہلی ہوتے ہوئے وہ کٹھیر
میں وارد ہوئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شاہ عالم عرف بہادر شاہ اول ابن اورنگ زیب کی حکومت
سیاسی بحران سے گزر رہی تھی اور راجاؤں، نوابوں اور جاگیرداروں نے کٹھیر میں
باہم جنگ کا سلسلہ چھیڑا ہوا تھا۔ مرکزی حکومت خاموش تھی۔ داؤد خان نے
کٹھیر میں آتے ہی افغانوں کو منظم کیا اور شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ تمام

بدایوں نے داؤد خان کو اپنی فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا اور پرگنہ چوپالہ کے سرکش زمیندار کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا۔ داؤد خان نے بڑی جلدی زمیندار کا منہ پھیر دیا اور پورے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ داؤد خان جب مفتوحہ علاقہ کے ایک گاؤں بانکوٹی میں داخل ہوئے تو ان کو ایک سات سال کا بچہ راستہ میں پڑا ہوا ملا جسے انہوں نے گود میں اٹھا لیا اور اپنا بیٹا بنا لیا۔ علی محمد خان نام رکھا اور اس کی تعلیم و تربیت کے لئے اتالیق مقرر کیا۔ آگے چل کر اس بچہ نے اقتدار بھی حاصل کیا اور نام بھی پیدا کیا۔

کٹھیر میں داؤد خان کی کامیابی کی خبروں نے افغانستان اور خاص کر روہ کے افغانوں کو بہت متاثر کیا اور بہت سے افغان روہ سے کٹھیر میں آگئے مولانا شاہ عالم خان بھی کٹھیر آگئے۔ داؤد خان نے اپنے آقا کا شاندار استقبال کیا اور نئے آنے والے افغانوں کو اپنی فوج میں شامل کر لیا۔

مولانا شاہ عالم خان کچھ دن رہ کر واپس وطن چلے گئے اور دوبارہ پھر آئے مگر اس دفعہ ان کی مٹی ان کو لائی تھی۔ چنانچہ بدایوں میں ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور وہ دنیا سے سفر کر گئے۔ ان کا مزار بدایوں شہر سے باہر آنولہ جانے والی سڑک پر واقع ہے۔

داؤد خان سے کمایوں کے راجہ دیبی چند کی جلی ہوئی تھی اور وہ ہمیشہ داؤد خان کی فکر میں رہتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اسے موقعہ مل گیا اور اس نے داؤد خان کو دھوکے سے قتل کرا دیا۔ افغانوں کی جمعیت مضبوط تھی اور ان کی تعداد بھی خاصی ہو گئی تھی اس لئے داؤد خان کے بعد ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے اور انہوں نے باہم مشورہ کرکے داؤد خان کے پروردہ علی محمد خان کو جن کی عمر ۱۶ برس کی ہو چکی تھی اپنا سردار بنا لیا۔ مراد آباد و سنبھل کے نواب عظمت اللہ خان نے علی محمد خان کی ہمت افزائی کی اور وہ کم سنی کے باوجود افغانوں کو لیکر آگے بڑھے اور بڑی جلدی سرکش زمینداروں کو نیچا دکھا کر آنولہ اور [illegible] کے علاوہ پورے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی علی محمد خان نے اپنا

ایک سفیر دہلی بھیجکر قمر الدین خاں وزیر الممالک کے توسط سے آنولہ کی سند حکومت حاصل کر لی اور چند ہی روز بعد مرکزی حکومت نے ان کو نواب کے خطاب سے سرفراز کر دیا۔

نواب علی محمد خان اگرچہ افغان نہیں تھے مگر داؤد خان کے پروردہ تھے اس لئے افغان ان سے محبت کرتے تھے مگر اس کے باوجود نواب علی محمد خاں کو محسوس ہوتا تھا کہ بعض لوگ اطاعت سے گریز کرتے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنے مشیروں سے مشورہ کے بعد مولانا شاہ عالم خان کے نامور فرزند حافظ رحمت خاں صاحب کو لکھا کہ آپ ہندوستان آجائیے تاکہ افغان قوم آپ کی سرپرستی میں زیادہ ترقی کر سکے۔ حافظ صاحب نواب صاحب کے مسلسل تقاضوں کے بعد روہ سے پشاور، لاہور اور سرہند سہارنپور ہوتے ہوئے آنولہ پہنچے تو نواب علی محمد خان نے ان کا شاندار استقبال کیا اور افغان قوم کے ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے ان کو اپنا خصوصی سرپرست بنا لیا۔ حافظ صاحب جب ہندوستان آئے تو اپنے ہمراہ اپنے تین دوستوں کو بھی ساتھ لائے تھے۔ جن کے نام شیخ کبیر گل شہباز خاں اور سلامت خاں تھے اور ان تینوں بزرگوں نے آگے چل کر پیلی بھیت کو اپنا مستقر بنا لیا تھا۔

نواب علی محمد خاں نے حافظ صاحب سے ان کے والد کی شہادت کے سلسلہ میں بھی معذرت کی اور ان کو اس بات کا یقین دلایا کہ آپ کے والد کے قتل میں افغانوں کا کوئی ہاتھ نہیں تھا جیسا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بعض افغان سرداروں نے ان کو قتل کرایا تھا۔ حافظ صاحب نے فرمایا موت و حیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، میرا دل افغانوں کی طرف سے صاف ہے۔ حافظ رحمت خاں نے اپنے حسن تدبر اور علوم و اخلاق کی روشنی میں افغانوں کے اندر مذہبی پابندی، دلیری اور باہمی اتحاد و اخوت کی ایسی روح پھونکی کہ بڑی جلدی آس پاس کے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ۱۷۴۵ء تک کٹیہر کا پورا علاقہ روہیل کھنڈ کے نام سے موسوم ہو کر روہیلوں کی ایک مستقل حکومت بن گئی اور دہلی کے تخت نشین محمد شاہ بادشاہ نے روہیل کھنڈ کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے نواب علی محمد خاں

کو اس علاقہ کا حاکم اعلیٰ بنا دیا، یہ سنہ ۱۷۴۳ء کا واقعہ ہے۔

اس عظیم کامیابی کے بعد نواب صاحب کے مشورے سے حافظ صاحب نے ولیس پٹ کے سرکش راجہ کی طرف توجہ کی، ولیس پٹ کے راجہ نے مقابلہ کیا مگر حافظ صاحب کی فوج کے افسران گل شیر خاں اور پائندہ خاں نے بڑی جلدی بھگا دیا راجہ مارا گیا اور حافظ صاحب نے پیلی بھیت اور اس سے ملحقہ راجہ کی قیام گاہ ولیس پٹ پر قبضہ کر لیا۔ نواب صاحب نے خوش ہو کر پیلی بھیت کا پورا علاقہ حافظ صاحب کو عنایت کر دیا۔

سنہ ۱۷۴۴ء میں حافظ صاحب راجہ کمایوں کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ داؤد خان کے قتل کا بدلہ لیا جائے اور اس علاقہ کو بھی زیر کر کے روہیلہ حکومت میں شامل کیا جائے۔ کلیان چند راجہ کمایوں کو جیسے ہی علم ہوا وہ اپنی فوجوں کو لے کر مقابلہ پر آ گیا۔ روہیلہ فوج نے حافظ صاحب کی معیت میں ایسا زبردست حملہ کیا کہ راجہ کو بھاگتے بن آئی اور حافظ صاحب نے الموڑہ پر قبضہ کر کے راجہ کے محل میں نماز شکرانہ ادا کی۔ نواب صاحب آنولہ سے الموڑہ آئے اور افغانوں کے سرداروں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ کمایوں کی فتح حافظ صاحب کا عظیم کارنامہ ہے ورنہ اس علاقہ کو فتح کرنے کی کوئی مسلمان ہمت نہ کر سکا تھا۔

حافظ صاحب کی عظیم کامیابی اور روہیل کھنڈ میں افغان حکومت کے قیام سے اودھ کے نواب صفدر جنگ کے کان کھڑے ہوئے اور ان کو اودھ کی حکومت بھی خطرہ میں نظر آنے لگی۔ چنانچہ صفدر جنگ جب تک زندہ رہے حافظ رحمت خان کے اقتدار کو ختم کرنے کے لئے شاہ دہلی سے ساز باز کرتے رہے۔ مگر حافظ صاحب کی دانائی اور جرأت کے سامنے ان کو کامیابی نہ ہو سکی۔ احمد شاہ بادشاہ پر حافظ صاحب کا اتنا اثر ہوا کہ حافظ صاحب جب بادشاہ سے ملنے گئے تو بادشاہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے نوازا، شاہی خلعت عنایت کی اور مکرم الدولہ حافظ الملک اور نصیر الدولہ کے خطابات عطا فرمائے۔

سنہ ۱۱۶۳ھ میں جبکہ نواب علی محمد خان کی عمر ۴۴ سال کی تھی وہ سخت بیمار ہوئے اور جب انہوں نے اپنی حالت کو سنبھلتے نہ دیکھا تو انہوں نے افغان سرداروں

کی موجودگی میں کہا کہ میری حالت اب آخر ہو چکی ہے اور میں افغانوں میں حافظ صاحب کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت ان کے حوالہ کر جاؤں اور اگرچہ میری اولاد میں عبد اللہ خاں، فیض اللہ خاں اور سعد اللہ خاں موجود ہیں مگر میں حافظ صاحب کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ ان کے بزرگوں کے احسانات ہمارے سردار داؤد خان پر بہت واضح ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ حق حقدار کے سپرد کر دیا جائے اور یہ کہہ کر اپنا عمامہ اتار کر حافظ صاحب کے سر پر رکھ دیا اور تمام افغان سرداروں کو ان کی اطاعت کی وصیت کرنے کے بعد ۳ شوال ۱۱۶۲ھ (۱۴ ستمبر ۱۷۴۹ء) کو سفر آخرت کر گئے۔

حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں نے نماز جنازہ پڑھائی اور سپرد قبر کر دیا۔ نواب علی محمد خان کی قبر پر جو مقبرہ اس وقت موجود ہے وہ حافظ صاحب نے ہی تعمیر کرایا تھا۔

نواب علی محمد خان اگرچہ افغان خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ مگر افغانوں کی گود میں پرورش پانے کی وجہ سے ان میں وہ جملہ اوصاف پائے جاتے تھے جو شرفائے افغان کا امتیازی نشان تھے۔ اسلام کے شیدائی حنفی مسلک کے دلدادہ اور قادریت سے ان کی عقیدت بہت گہری تھی، "ہے ہے افغان" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

حافظ الملک کے دور حکومت نے صفدر جنگ کو بہت بڑی تشویش میں ڈال دیا۔ یہ محض بدگمانی تھی ورنہ حافظ صاحب اودھ پر نظر ڈالنا کسی طرح بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر نوابان اودھ افغانوں کے اقتدار کو مٹانے کے لئے ہمیشہ جوڑ توڑ اور ساز باز کرتے رہے اور یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ شجاع الدولہ نے روہیلہ حکومت کو ختم کرنے کی قسم کھالی حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ حافظ صاحب نے ہر نازک موقع پر صفدر جنگ کی امداد کی اور ان کو خطرات سے بچانے میں افغان خوب سے خوب تر رہے۔

حافظ الملک نے نواب علی محمد خاں کے بعد ان کی اولاد سے ہمیشہ اعزازی سلوک کیا، سعد اللہ خاں کو بڑی جاگیر اور آٹھ لاکھ سالانہ سے نوازا فیض اللہ خاں

کو رام پور کا علاقہ عطا کیا اور ان کے اعزاز و اکرام کو ہمیشہ باقی رکھا۔ ۱۷۵۵ء
میں حافظ صاحب نے آنولہ کو چھوڑ کر بریلی کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ نواب
صاحب کے تیسرے فرزند عبداللہ خاں کو اوجیانی کا علاقہ دیا گیا تھا۔ جو
جہاں بھی رہا اُس نے وہاں خوبصورت مکانات، شاندار مسجدیں، بلند و بالا
قلعہ، حمام اور حویلیاں بنوائیں جو آج تک ان کی یادگار ہیں۔

حافظ رحمت خاں کی حکومت اور شہادت

حافظ رحمت خاں صاحب نواب علی محمد خاں کی وفات کے بعد برسرِ اقتدار
آئے اور شاہ دہلی سے اپنے تعلقات کو اور مستحکم کیا حافظ صاحب کی
قلمرو میں بریلی، پیلی بھیت اور دامن کوہ کے مواضعات بڑی اہمیت رکھتے
تھے۔ بریلی کو انہوں نے اپنا دارالحکومت بنا لیا تھا مگر پیلی بھیت جو
ان کو علی محمد خاں نے خاص طور پر دی تھی اس سے ان کو بڑی انسیت تھی۔
آپ نے حافظ آباد اس کا نام رکھا اور پوری قلمرو میں سب سے زیادہ
عمارتیں پیلی بھیت میں بنوائیں۔ جامع مسجد اتنی شاندار اور وسیع بنائی کہ
دہلی کے بعد اس کا جواب نہیں ملتا ہے۔ ایک بیوی اور عنایت خاں بریلی میں
رہتے تھے باقی تمام بیوی بچے پیلی بھیت میں رہا کرتے تھے۔

حافظ صاحب کی پوری زندگی شاہد ہے کہ انہوں نے ذاتی مفاد اور
اور اقتدار کو کبھی سامنے نہیں رکھا۔ روہیل کھنڈ جیسے شاداب اور وسیع علاقہ
پر واحد حکمران ہوتے ہوئے بھی انہوں نے نواب علی محمد خاں کی اولاد کو
جائیداد سے محروم رکھنے کے لئے کبھی ایک آن کے لئے نہیں سوچا حالانکہ اعلیٰ
ترین جنگی تدبر، ذاتی وجاہت اور سیاسی تدبر میں وہ روہیلہ قبائل میں ممتاز
حیثیت رکھتے تھے اگر چاہتے تو ان کی حکومت دہلی کے تخت تک آسانی
سے پہنچ سکتی تھی مگر وہ بد دیانتی، ظلم و جور اور اخلاقی حدود کو توڑنے
سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اس لئے عظیم صلاحیت کے باوجود وہ محدود
علاقہ تک ہی قانع رہے۔

صفدر جنگ کی یہی خواہش تھی کہ روہیل کھنڈ کو اودھ میں شامل کر لیا جائے اور روہیلہ حکومت کا شیرازہ بکھیر دیا جائے کیونکہ صفدر جنگ کے دہلی پر حکومت کرنے کے راستہ میں روہیلہ حکمران ہی حائل تھے۔ انہوں نے روہیلیوں کو ختم کرنے میں مرہٹوں سے بھی ساز باز کیا اور حافظ صاحب کو ان سے دو دو ہاتھ کرنا پڑے۔

صفدر جنگ کو حافظ صاحب کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد اتنا صدمہ ہوا کہ وہ دن بدن گھلنے لگے اور حالت اتنی بگڑی کہ ۱۷۵۴ء میں لقمۂ اجل بن گئے اور اودھ کی حکومت ان کے فرزند شجاع الدولہ کے ہاتھ میں آ گئی۔

مسلمانوں اور مرہٹوں کے درمیان سب سے بڑی معرکہ آرائی پانی پت کے میدان میں ہوئی۔ پانچ لاکھ مرہٹوں کی فوج نے قسم کھالی تھی کہ دہلی کے تخت کو ختم کر کے پورے پاک و ہند میں مرہٹہ راج قائم کیا جائے گا یہ معرکہ جنوری ۱۷۶۱ء میں پیش آیا، حافظ صاحب نے اس معرکہ میں روہیلہ فوج سے شاہ دہلی کی مدد کی اور پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو ایسی شکست دی کہ اس کے بعد سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ اس عظیم کامیابی کے بعد حافظ صاحب روہیلہ فوج کو لئے ہوئے بریلی آئے۔ اور دوسرے ہی دن پیلی بھیت پہنچ کر اپنی والدہ صاحبہ کی قبر پر فاتحہ پڑھی جو آپ کی غیر موجودگی میں وفات کر گئیں تھیں۔ اسی زمانہ میں حافظ صاحب کے ایک فرزند ہمت خاں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ حافظ صاحب نے بیٹے کو والدہ کی آغوش میں سپرد قبر کیا۔ یہ دونوں قبریں پیلی بھیت میں حضرت محدث سورتی کے مقبرہ سے متصل احاطہ میں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت مسجد ہے جسے شیخ کبیر نے تعمیر کیا تھا جو کچہری روڈ پر واقع ہے اور سڑک سے ۸ فٹ بلندی پر تعمیر کی گئی ہے۔

حافظ رحمت خاں صاحب نے اپنے دور حکومت میں دین کی اشاعت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ متعدد مسجدیں، مدرسے اور اقامت گاہیں تعمیر کرائیں،

اور پورے روہیل کھنڈ میں اسلام کے اخلاق و کردار کو اتنا بلند کیا کہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں بھی ایسا کام نہ ہو سکا۔ حافظ صاحب کا اہم ترین دینی کارنامہ جامع مسجد پیلی بھیت کی تعمیر ہے۔ دہلی کے نقشہ کے مطابق لکھوری اینٹ سے اتنی عظیم عمارت کی تعمیر سیاحوں کے لئے ایک عجوبہ اور معجزہ معلوم ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے معماروں کو پیلی بھیت میں جمع کر لیا گیا تھا۔ برسوں کی لگاتار محنت کے بعد مسجد بن کر تیار ہوئی تو حافظ صاحب نے پہلا جمعہ خود ہی پڑھایا۔ اور مولانا سعد اللہ خاں صاحب نے المسجد ... المتقین سے تاریخ نکالی جو ۱۱۸۱ھ ہوتی ہے۔ حافظ صاحب نے تاریخی پتھر اپنے ہاتھ سے نصب کیا۔ اور پورے ہندو پاک سے علماء اور مشائخ کو پیلی بھیت بلا کر بہت بڑا جشن اسلام منایا اور بے شمار لوگوں کو دعوت طعام اور انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ مورخین کا اندازہ ہے کہ مسجد کی تعمیر پر ۶ لاکھ سے زیادہ روپیہ لگا ہوگا۔ یہ عمارت ۸ سال کے عرصہ میں مکمل ہوئی۔

حافظ صاحب کا اقتدار شجاع الدولہ کو سخت پریشان کر رہا تھا۔ وہ اپنے والد سے زیادہ روہیلہ حکومت کو مٹانے کی تدابیر میں مصروف تھا شجاع الدولہ نے روہیلیوں کی حکومت ختم کرنے کے لئے انگریزوں سے بھی ساز باز کیا اور مدد مانگی اور ڈیڑھ لاکھ فوج شاہ جہاں پور کی حدود میں داخل کر دی۔ حافظ الملک کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ بہادر روہیلیوں کو لیکر شجاع الدولہ کے مقابلہ پر نکلیں۔ چنانچہ حافظ صاحب بریلی سے آنولہ پہنچے، نواب علی محمد خاں کے مقبرہ پر فاتحہ پڑھی اور بیس ہزار فوج کو لئے ہوئے آنولہ سے شاہ جہاں پور کی سمت روانہ ہو گئے۔ ٹانڈہ سے گذر کر دریائے گنگا کو عبور کیا اور فرید پور میں ٹھہر کر فوج کا جائزہ لیا۔ فوج میں حافظ صاحب کے صاحبزادوں میں سے حافظ محمد یار خاں، محمد دیدار خاں، محبت خاں، اللہ یار خاں اور عظمت خاں کے علاوہ خادم خاص صالح محمد، نواب فیض اللہ خاں، مستقیم خاں اور عبد الجبار خاں بھی شامل

تھے اور بہت سے ہندو راجپوت بھی شامل تھے جن کے دلوں میں حافظ صاحب کے عادلانہ برتاؤ کی وجہ سے محبت کے جذبات موجزن تھے۔

حافظ صاحب کو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ اپنی فوج کو لئے ہوئے شاہ جہاں پور سے تلہر کی جانب آ رہا ہے تو آپ نے فرید پور سے کٹرہ میران پور میں فوج کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا۔ یہ جگہ پیلی بھیت سے ۲۳ میل اور تلہر سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر تھی اور جنگی اعتبار سے مناسب تھی مگر شجاع الدولہ کے انگریز مددگار کرنل چمپین نے اپنی فوج کا رُخ پیلی بھیت کی طرف کر دیا۔ حافظ صاحب نے یہ صورت حال دیکھی تو اس خیال سے کہ پیلی بھیت میں اہل و عیال کو دشمن کے ہاتھوں شدید نقصان پہنچے گا آپ نے کٹرہ چھوڑ کر موضع موصلی میں اپنی فوجیں ڈال دیں اور شجاع الدولہ اور انگریزی فوج کو پیلی بھیت کی سمت بڑھنے سے روک دیا۔

دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں۔ رات بھر تیاریاں ہوتی رہیں۔ حافظ صاحب صرف ایک جانباز فوجی جرنیل ہی نہیں تھے بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو روحانی عظمتوں سے بھی نوازا تھا۔ اور وہ باوجود ان تمام تیاریوں کے محسوس کر رہے تھے کہ یہ میدان ان کی زندگی کا آخری میدان ہے۔ رات بھر عبادت و تلاوت میں مصروف رہے اور فجر کی نماز کے بعد وظائف سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک نامعلوم درویش صاحب نے سامنے آ کر سلام کیا اور کہا کہ شاید آپ کو یاد ہو گا کہ روہ سے روانگی کے وقت آپ کو روہیل کھنڈ کی حکومت کی خوش خبری سنائی گئی تھی جو پوری ہو گئی۔ اب اس معرکہ میں فتح یا شہادت دو باتوں میں سے ایک کو پسند کر لیجئے۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ میں شہادت کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اس کے بعد درویش صاحب نے فرمایا۔ آپ کا دشمن پیلی بھیت پہنچ کر دریائے دیوہا کے کنارے سنبھل کے درخت کے نیچے موت کا جام پیئے گا۔ درویش صاحب رخصت ہو گئے تو خادم صالح محمد صاحب نے عرض کیا کہ غسل کے بعد لباس تبدیل کر لیجئے آپ نے فرمایا۔ اب غسل اور لباس دونوں کا کام

کل ہی کئے جائیں گے۔ دونوں فوجیں قریب ہی آ چکی تھیں اور حافظ صاحب ان کی نقل و حرکت اور گھن گرج ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اشراق کی نماز ادا فرمائی اور نواب فیض اللہ خان کے خیمہ پر تشریف لا کر اپنے احباب سے ارشاد فرمایا۔

"میرا آخری وقت قریب ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں دشمن کے مقابلہ پر جمے رہنا، میرے بعد جنگ بند کر دینا اور میدان جنگ سے ہٹ کر کچھ عرصہ کے لئے دامن کوہ میں پناہ لینا وہ محفوظ جگہ ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ بہتر ہو گا ورنہ پریشانی کا اندیشہ ہے۔"

ابھی وصیت پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ شجاع الدولہ اور کرنل چمپین کا اشارہ ہوتے ہی انگریزی فوج نے گولے برسانا شروع کر دیئے۔ افغان فوج بھی میدان جنگ میں کود پڑی، بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی، افغان فوج نے سر ہتھیلی پر رکھ کر ہر طرف تہلکہ مچا دیا۔ دشمن کے مورچے ٹوٹنے لگے، شجاع الدولہ اور کرنل دونوں حواس باختہ تھے کہ کیا کرنا چاہیئے، میدان جنگ روہیلیوں کی تلواروں نے لالہ زار بنا دیا۔ افغان فوج بڑی دلیری سے لڑ رہی تھی اور میدان جنگ دشمن کے لئے موت کا سمندر بنا ہوا تھا، ان کے قدم اکھڑنے ہی والے تھے کہ حافظ صاحب کا ایک نمک خوار احمد خان جو شجاع الدولہ سے ساز باز کر چکا تھا۔ عین وقت پر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور ساتھ ہی شور مچا کر بہت سے اپنے ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ یہ صورت بڑی پریشان کن تھی۔ اس کے ساتھ ہی انگریزی فوج نے اس کثرت سے گولے برسائے کہ حافظ صاحب کا ایک جلو دار توپ کے گولے سے شہید ہو گیا۔

حافظ صاحب نے ایک ساتھی سے فرمایا، بلند آواز سے اذان کہو، اذان کی آواز نے حافظ صاحب کو میدان جنگ کے شدائد سے بے خبر کر دیا اور وہ معبود حقیقی سے لو لگائے کلمات اذان کو دہرانے لگے، ابھی اذان ختم نہ

ہونے پائی تھی کہ توپ کا ایک گولہ حافظ الملک کے سینہ پر لگا اور آپ گھوڑے سے گرتے ہی واصل بحق ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

"تاریخ شہادت ہفتہ ۱۱ صفر ۱۱۸۸ھ (۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء) ہے"

حافظ صاحب کی وصیت کے مطابق فیض اللہ خاں نے جنگ بند کردی اور اپنے ہمراہیوں کو لئے ہوئے بریلی اور پیلی بھیت کی سمت روانہ ہوگئے۔ شجاع الدولہ نے تعاقب کیا اور جب ہاتھ نہ آئے تو روہیلیوں کے کیمپ لوٹ لئے۔ شجاع الدولہ کے ایک آدمی سلطان خاں نے حافظ صاحب کا سر کاٹ کر شجاع الدولہ کے سامنے ڈال دیا۔ سلطان خاں کو دوشالہ ہاتھی انعام میں دیا گیا۔

ایک صاحب سید شاہ مدن جو میدان جنگ میں موجود تھے انہوں نے حافظ صاحب کے سر کو دیکھا تو فرمایا۔ بیشک یہ اسی مرد مسلمان کا سر ہے" اس کے بعد بلند آواز سے یہ شعر پڑھا ؎

سر کشتہ بر نیزہ می زد نفس ۔۔۔ کہ معراج مرداں ہمیں است و بس

شجاع الدولہ کو سید صاحب کی بات سخت ناگوار گذری۔ گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا گیا جہاں سید صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ بسولی میں سید صاحب کی جائیداد ضبط کرلی گئی اور اثاثہ لوٹ لیا گیا۔ دوسرے دن حافظ صاحب کی لاش بریلی پہنچ گئی۔ لاش کو قلعہ میں رکھا گیا۔ اور اہل شہر جو بریلی پر شجاع الدولہ کے حملہ سے پریشان تھے، بے خوف ہوکر لاش کے گرد جمع ہوگئے۔ ظہر کے بعد علماء و مشائخ نے میت اٹھائی اور مغرب سے ذرا پہلے شہر سے باہر مغربی سمت میں خان محمد خان کے باغ میں دائمی نیند سلا دیا۔ ایک سال کے بعد حافظ صاحب کے ایک ہندو دوست اور معتقد نے مقبرہ کی تعمیر شروع کی اور مکمل ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اس ہندو کا نام راؤ پہاڑ سنگھ تھا۔ نواب ذوالفقار خاں ابن حافظ صاحب نے ۱۷۸۰ء میں مقبرہ مکمل کیا۔ ۱۸۱۶ء میں ایک انگریز لارڈ ماڑلے نے پیلی بھیت میں حافظ صاحب کی پختہ

شہر پناہ کی اینٹیں فروخت کر کے مقبرہ پر گنبد بنوایا، مسجد اور احاطہ کی تعمیر کرائی۔ اس کے بیس برس بعد زوجہ ملک احمد خاں نے گنبد پر سونے کا کلس چڑھایا جو اب بھی موجود ہے۔ راؤ پہاڑ سنگھ کے نام پر ایک گاؤں "پہاڑ گنج" تحصیل بیسلپور کے پاس ضلع پیلی بھیت میں مشہور ہے جہاں روہیلہ قوم کا ایک خاندان آباد ہے۔

تاریخ شہادت پر نواب محبت خاں ابن حافظ الملک کا یہ عربی قطعہ بہت مشہور ہے ؎

إِذَا مَاتَ خَانَ النَّصِیْرِ الْکَبِیْرِ ‖ سُئِلْنَا مِنَ اللہِ تَارِیْخُہٗ
عَلٰی سُنَّتِ الْمُصْطَفٰی عَامِلٌ ‖ فَقَدْ قَالَ فِیْ جَنَّتِیْ دَاخِلٌ

پشتو زبان میں کسی نے تاریخ شہادت اس جملہ سے نکالی تھی

خانا دِل دَ آشنا

بریلی پر قبضہ!

حافظ الملک حافظ رحمت خاں صاحب کی شہادت کے بعد شجاع الدولہ کی فوجیں لوٹ مار کرتی ہوئی روہیل کھنڈ میں پھیل گئیں۔ ایک فوجی دستہ نے کرنل چمپین کی راہ نمائی میں بریلی پر قبضہ کر لیا اور پورے شہر میں دہشت گردی کا بازار گرم کر کے روہیلیوں کو سخت پریشان کیا۔ اور بہنوں کو گرفتار کر کے فوج کی نگرانی میں دے دیا۔ دوسرے فوجی دستے نے شیدی بشیر کی سرکردگی میں ۲۶ اپریل ۱۷۷۴ء کو پیلی بھیت کا محاصرہ کر لیا۔ دو دن کے بعد شجاع الدولہ بھی کرنل کو لئے ہوئے پیلی بھیت پہنچ گئے اور دریائے دیوہا کے کنارے خیمہ لگا دیا۔

بہت سے روہیلے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، حافظ صاحب کے محل پر قبضہ کر لیا۔ نواب محبت خاں، ان کی والدہ اور بہن بھائیوں کو گرفتار کر کے فوجی کیمپ میں پہنچا دیا۔ محل کا جملہ سامان لوٹ لیا گیا، آٹھ دن تک

شہر لٹتا رہا اور روہیلے موت کی نیند سلائے جاتے رہے۔ افغانوں سے دشمنی کی جب ساری حسرتیں پوری کرلیں تو جملہ قیمتی سامان اور حافظ صاحب کے اہل خانہ کو قیدی بناکر بریلی کی سمت روانہ کر دیا گیا۔ بریلی کو دوبارہ لوٹا گیا اور روہیلیوں پر مظالم ڈھاتے ہوئے آنولہ کا رخ کیا اور وہاں بھی قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس کے بعد فوج بسولی میں داخل ہوئی اور نواب دوندے خاں کے محلات لوٹے اور اہل و عیال کو گرفتار کر کے سب کو الٰہ آباد کے قلعہ میں رکھنے کے لئے روانہ کر دیا جہاں مدتوں حافظ صاحب کے خاندان والوں کو مصائب میں مبتلا رہنا پڑا۔

شجاع الدولہ کو بسولی میں معلوم ہوا کہ نواب فیض اللہ خان روہیلہ فوج کو لال ڈانگ میں منظم کر رہے ہیں تاکہ دوبارہ جنگ کی جائے اور روہیل کھنڈ کو بحال کیا جائے۔ شجاع الدولہ نے فوجوں کا رخ لال ڈانگ کی طرف موڑ دیا مگر وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ لال ڈانگ کے گھنے جنگل میں ان کی فوجوں کے لئے سخت مشکلات ہیں۔ تاریکی، مچھر اور راستہ کی دشواریاں حائل ہو رہی ہیں مگر اس کے باوجود وہ کئی ماہ روہیلیوں کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے اور جب ناکام ہو گئے تو نواب فیض اللہ خاں سے صلح کی بات چیت کرنے لگے اور لال ڈانگ ہی میں صلح نامہ مرتب ہو گیا۔ اور شجاع الدولہ نے رام پور کی سند حکومت فیض اللہ خاں کے حوالہ کر دی۔ ۷ اکتوبر کو یہ صلح نامہ مرتب ہوا اور ۶ دن بعد نواب فیض اللہ خاں اپنے پانچ ہزار آدمیوں کو لئے ہوئے ۱۳ اکتوبر ۱۷۷۴ء کو رامپور آگئے اور ریاست کی بنیاد رکھ دی۔ شجاع الدولہ کے حکم سے بیس ہزار روہیلہ فوج کو فیض اللہ خاں نے روہیل کھنڈ کے حدود سے باہر دھکیل دیا جو مدتوں مارے مارے پھرتے رہے، کچھ نے نواب نجیب اللہ خاں والی نجیب آباد کے پوتے غلام قادر ..... روہیلہ کی ملازمت کر لی، کچھ نے ٹونک اور بھوپال میں سکونت اختیار کر لی اور بہتیرے خانہ بدوشی کے عالم میں لقمۂ اجل بن گئے۔

شجاع الدولہ جب بیلی مصیبت میں دیوہا کے کنارے سینبھل کے درخت کے تلے ٹھہرے ہوئے تھے اسی وقت ایک خطرناک پھوڑا ان کے نکلا اور اس کی تکلیف شروع ہو گئی۔ اس پھوڑے کی تکلیف سے اور بھی تکلیف پیدا ہو گئی

جنہوں نے جنگ نہ کرنے دی اور روہیل کھنڈ سے بھاگ گئے، پر مجبور کیا۔ پھوڑے کی تکلیف آخر وقت تک قائم رہی شجاع الدولہ کی ماں نے کئی مرتبہ کہا کہ حافظ صاحب بڑے متقی بزرگ تھے۔ ان کے اہل وعیال پر ظلم وستم بند کرو اور قید سے رہا کرو۔ یہ تکلیف ان ہی کی بددعا کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر شجاع الدولہ نے ماں کے مشورہ کو ٹھکرا دیا آخر اسی تکلیف میں ۲۶ جنوری ۱۷۷۵ء کو ۴۴ سال کی عمر میں ان کو موت نے اپنی آغوش میں کھینچ لیا اور مسند حکومت ان کے بیٹے آصف الدولہ نے سنبھال لی۔

یہ صحیح ہے کہ روہیلہ افغان ختم ہو گئے، روہیل کھنڈ کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا مگر شجاع الدولہ کو قدرت نے اس عظیم ظلم کے بعد اتنی مہلت نہیں دی کہ وہ روہیل کھنڈ پر اپنے اقتدار کی بہار دیکھ سکتے۔ بڑی جلدی ہی اودھ کی حکومت کا انگریزوں نے خاتمہ کر دیا، رہ گئی نواب فیض اللہ خاں کی روہیلیوں سے بے مروتی سو وہ تاریخ کا حصہ بن گئی اور ان کی ریاست رام پور کو اگست ۱۹۴۷ء میں بھارتی حکومت نے ختم کر کے بھارت کا ایک شہر بنا دیا۔

حافظ الملک ولی اللہ تھے

حافظ رحمت خان صاحب اگرچہ روہیل کھنڈ کے حکمران تھے مگر اسلام سے گہری محبت اور عشق رسول کی پاکیزہ صفات نے ان کو ولایت کے مرتبہ پر فائز کر دیا تھا۔ ان کی حکومت اللہ کے ایک ایسے نیک بندے کی حکومت تھی جس میں اللہ کے بندوں کے ساتھ بلا امتیاز حسن سلوک کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ ان کی حکومت اسلامی حکومت تھی اور ان کی سب سے بڑی کوشش اللہ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ تھا، اور یہی اسلامی حکومت کی سب سے بڑی اور پہلی غرض ہے کہ رعایا کو بلا امتیاز عدل وانصاف سے نوازا جائے۔ مسلم اور غیر مسلم سے وہ ایک جیسا سلوک کرتے تھے اور قانون کی نظر میں ان کے لئے کوئی رو رعایت

نہیں تھی۔ امن و عافیت، خوش حالی اور پورے ملک میں انتظامیہ کی نیک نیتی اور فعالیت کہیں بھی سُست اور داغدار نہیں تھی۔ شہروں میں عدالتیں اور دیہات میں پنچائتیں قائم تھیں۔ ہر شخص اعلیٰ حکام تک آسانی سے پہنچ کر اپنی فریاد پیش کر سکتا تھا۔

حافظ الملک کا دربار عام ہوا کرتا تھا اور حافظ صاحب خود مسند عدالت پر لوگوں کی فریادیں سُنا کرتے اور فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ پورے ملک میں عام طور پر اخلاقی جذبات موجزن تھے، مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہوں، غیر مسلموں کے منادر ہوں یا فقرا کی خانقاہیں، ہر جگہ لوگ اپنے طریقہ کے مطابق چین کی زندگی گذارتے تھے اور سب لوگ بلا امتیاز مذہب و ملت آپس میں ایک دوسرے کا احترام کیا کرتے تھے۔ تبلیغ اسلام کے لئے ایک شعبہ قائم تھا اور علماء و مشائخ کو وظائف دیئے جاتے تھے، اسلامی اخلاق و کردار، اشاعت علوم، مکاتب و مدارس کا قیام، عامۃ الناس کی سہولت کے لئے مسافر خانوں کی تعمیر، کنوؤں کی کھدائی، نہروں کی صفائی، اشیائے ضرورت کی فراہمی، غیر مسلم بچوں کی تعلیم کے لئے پاٹ شالاؤں کی تعمیر یہ سب حافظ صاحب اور ان کی حکومت کی خصوصیات تھیں، حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی صوفی مزاج بنایا تھا۔ سب کچھ ہوتے ہوئے ان کے زہد و قناعت، صبر و شکر، ریاضت و عبادت کے عام چرچے تھے اور عوام و خواص ان کی فقیرانہ عظمت کو ہر لحظ سلامتے رکھتے تھے۔ عقیدت مندوں کا ایک ہجوم تھا جو ہمیشہ ان کے روحانی فیوض سے مستفیض ہوتا رہتا تھا۔ بلا شبہ حافظ صاحب کے کاندھوں پر اگر حکومت کی ذمہ داریاں اور مصروفیات نہ ہوتیں اور ان کی نظر سلوک و تصوف ہی تک رہتی تو وہ پاک و ہند میں ایک عظیم ولی اللہ کی حیثیت سے روشناس کئے جاتے، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و نظر اور ذکر و فکر کی جملہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وفات کے بعد عرصہ تک مزار پر علماء و مشائخ آتے رہے اور عُرس کے اجتماعات

مستفید ہوتے رہے مگر افسوس اہلِ بریلی نے بڑی جلدی ان کی دینی عظمت کو فراموش کر دیا۔

بریلی کہاں ہے؟

بھارت کے صوبہ یوپی میں بریلی قدیم اور مشہور شہر ہے۔ اس کو بانس بریلی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر حافظ صاحب کی حکومت کا دارالحکومت تھا اور اسلامی شان و شوکت اس شہر کے در و دیوار سے نمایاں تھی۔ بریلی بہت بڑا جنکشن اسٹیشن ہے جو بڑی ریلوے لائن پر امرتسر سے براستہ سہارن پور کلکتہ جانے والی لائن پر واقع ہے۔ نجیب آباد، مراد آباد، رام پور بریلی سے پہلے مشہور شہر اور بڑے اسٹیشن ہیں۔ اسی لائن پر بریلی سے آگے شاہ جہاں پور، ہردوئی، ملیح آباد، سندیلہ اور لکھنؤ راستہ میں ہیں۔ اور اس کے بعد گاڑی فیض آباد اور بنارس ہوتی ہوئی کلکتہ چلی جاتی ہے۔

بریلی سے علی گڑھ، آگرہ اور آنولہ و بدایوں جانے والی گاڑیاں چلتی ہیں۔ آر کے آر چھوٹی لائن جو بریلی سے شروع ہوتی ہے اس پر الموڑہ، ہلدوانی اور کاٹھ گودام کے بعد نینی تال آتا ہے۔ اسی لائن کی ایک شاخ راستہ سے بھوجی پورہ اسٹیشن سے پیلی بھیت ہوتی ہوئی نکھیم پور، سیتا پور اور لکھنؤ چلی جاتی ہے۔ پیلی بھیت حافظ صاحب کا دوسرا دارالحکومت تھا، برسات کے ایام آپ پیلی بھیت میں گزارتے تھے۔ اس شہر کی اسلامی عظمت تاریخی حیثیت رکھتی ہے صوفیائے عظام اور نامور علمائے کرام اس شہر میں آرام فرما رہے ہیں شاہ نعمت اللہ میاںؒ شاہ سبحان شاہ میاںؒ، مولوی عبدالبصیر میاںؒ کے مزارات کے علاوہ حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ جی محمد شیر میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے مزارات ہیں اور مزارات پر عقیدت مندوں کا ہمیشہ ہجوم رہتا ہے۔ سالانہ

عُرسوں میں دُور دراز سے ہزاروں عقیدت کیش حاضری دیتے ہیں۔ اور رُوحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رح کی رُوحانی حکومت

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی حکومت کا مرکزی مقام بریلی شریف ہے۔ بڑے بازار کے عقب میں سوداگری محلہ میں اعلیٰ حضرت کا عظیم مقبرہ ان کی رُوحانی حکومت کا دارالحکومت ہے۔ شاندار عمارت کے گرد ہمہ وقت چاہنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی روحانی حکومت کی عظیم وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاک و ہند اور دنیا کے کسی بھی حصہ میں جہاں میلاد شریف، صلوٰۃ و سلام، بزرگوں کے عُرس اور ان کے مزارات کی دیکھ بھال اور ادب و احترام نظر آتا ہے وہاں اعلیٰ حضرت کی روحانی حکومت کا فیض جاری ہے۔

اعلیٰ حضرت کا یہی سب سے بڑا روحانی کارنامہ ہے کہ آپ کی کوششوں سے پاک و ہند میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یادیں قائم ہیں اور ان کے مزارات سے کروڑوں مسلمان اپنی عقیدت وابستہ کئے فیوض و برکات کے حاصل کرنے میں مصروف و منہمک نظر آتے ہیں۔ سلوک و طریقت کے اس روحانی نظام کو مٹانے کے لئے بہت سی تحریکیں وجود میں آئیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی یاد کے سلسلہ کو دلوں سے نکالنے کے لئے بہت کچھ زبان و تحریر سے کام لیا گیا مگر روحانی نظام دن بدن مضبوط ہوتا گیا اور اللہ کے مقبول بندوں کی کوششیں کبھی بیکار نہیں گئیں۔

بریلی شریف کے دوسرے نامور بزرگ حضرت شاہ نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا چشتیہ نظامیہ سلسلہ پاک و ہند میں ہر جگہ پھیلا

ہوا ہے۔ آپ قدیم بزرگوں میں شاہی جاہ و جلال کے حامل تھے اور وسیع سلسلہ مریدین کا رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت اگرچہ قادری مسلک رکھتے تھے مگر دوسرے مسلکوں کے بزرگوں سے بھی آپ کو گہری عقیدت اور اُنس تھا۔ شاہ نیاز احمد صاحبؒ کا ذکر اور ان کی روحانی عظمتوں کا تذکرہ اعلیٰ حضرت بڑے احترام اور محبت سے فرمایا کرتے تھے۔ بریلی میں حضرت شاہ دانا صاحبؒ اور حافظ رحمت خاں صاحبؒ کے مزارات پر آپ کی حاضری بڑی عقیدت سے ہوا کرتی تھی۔

دُعائے اِختتام

آخر میں یہ فقیر مسکین مانا میاں قادری چشتی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ التماس کرتا ہے کہ وہ اس تحفۂ عقیدت کو اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں قبول فرمائے اور اعلیٰ حضرت کی رُوح انور پر اپنے بے شمار انوار و برکات کی بارش فرمائے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت بلاشبہ موجودہ صدی کے مجدد اور احیائے سنّت کے علم بردار تھے۔ آپ کی مساعی کا سب سے نمایاں پہلو ناموس مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور آنحضرتؐ کے مقام و مرتبہ کی حفاظت تھا۔ حضور اکرمؐ کے مراتب عالیہ، علوم و اخلاق اور ادب و احترام کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا وہ آپ ہی کا حصہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم دین تھی۔

تنگ نظری، ذاتی بغض اور معاصرانہ چشمک اور دوسری مخالفانہ وجوہات کی بناء پر کوئی کچھ ہی کیوں نہ کہے مگر جب کبھی اسے انصاف و ایمان کی طرف مائل ہونے کی توفیق ملے گی، اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ پاک و ہند کے ہر گوشہ میں اعلیٰ حضرت دین کے بہت بڑے مبلغ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و وقار اور ادب و احترام

کے خادم محافظ اور عظیم جاں نثار تھے۔

اللہ تعالیٰ جملہ مطالعہ کرنے والوں کو عشق و ایمان کی روشنی سے سرفراز فرمائے اور جو میرے عزیز و رفیق میرے ساتھ قلبی تعاون کرتے ہیں ان کو عزت و عظمت اور دین و دنیا کی خوش حالی عطا فرمائے۔ اب میں ان آخری سطور کو اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

فقیر ماتا میاں قادری چشتی پیلی بھیتی

غفر اللہ لہ ولوالدیہ واستاذہٖ و احبابہ واخوانہ ؞

دینی تعلیم میں ہر مسلمان مرد، عورت اور بچے کیلئے پیغمبروں کے قصے جاننا ازحد ضروری ہے

قصص الانبیاء

(کلاں)

اِس عظیم فانی کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام انبیاء کرام کے مستند حالات، زندگی کے واقعات اور حیاتِ طیبہ بے حد سلیس اور بامحاورہ اُردو میں بیان کی گئی ہے۔ شیدائیانِ اسلام کے لئے یہ ایک مستند اور بے نظیر تحفہ ہے جسے نہایت احتیاط کے ساتھ شائع کیا گیا ہے لکھائی چھپائی بہت صاف اور واضح غلطیوں سے پاک رنگین اور دلکش سرورق۔ ہدیہ: چھ روپے علاوہ ڈاک

ذوق وضمیر کی جلا کے لئے بے مثل اور نادر تحفہ

تذکرۃ الاولیاء

(کلاں)

مقدس اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کے حالاتِ زندگی، کمالات، علمی وعملی خصوصیات نہایت وضاحت کے ساتھ دلنشین انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے۔ چونکہ ہر واقعہ ایک نئی راہ دکھاتا اور دلوں پر سے غفلت کا پردہ چاک کرتی سے اٹھتا چلا جاتا ہے۔ لکھائی چھپائی کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ سرورق رنگین اور جاذب نظر ہے

ہدیہ: چھ روپے علاوہ محصول ڈاک

اسرار العملیات

یہ کتاب "اکسیر العملیات" کا تیسرا اور ایک کار آمد حصہ ہے

کتاب اسم بامسمّٰی ہے اس لئے کہ مؤلف نے اس کتاب میں عملیات کے بابت ان اسرار اور رموز کی نقاب کشائی کرتے ہوئے ایسے ایسے نقوش، اور دعاؤں کو سپرد قلم کیا ہے، جن کو زیادہ تر عاملین علم سینہ بنا کر تحریری یا زبانی طور پر ظاہر نہیں کرتے اور اپنے ساتھ قبر میں لئے چلے جاتے ہیں۔ یہ کتاب اپنی خوبیوں کی بناء پر آپ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

ہدیہ: دو روپے پچاس پیسے
(علاوہ محصول ڈاک)

اعجاز العملیات

یہ کتاب "اکسیر العملیات" کا چوتھا حصہ ہے

اس کتاب میں مؤلف نے ان حرز ہیکل اور نقوش وزود اثر دعاؤں کو سپرد قلم کیا ہے جو اپنے گرانقدر اثرات سے مشہور و معروف ہیں لیکن علاوہ اس کتاب کے آپ کو یکجائی طور پر کسی دوسری کتاب میں نہیں مل سکتے۔ اس کتاب کا ایک ایک نقش، دعا اور حرز ہیکل بے پناہ اوصاف کا مالک ہے اگر آپ کسی ایک عمل کے عامل ہوگئے تو پھر آپ کو کسی دوسرے عمل کے چلہ کشی کی ضرورت نہ ہوگی اور آپ ہر جگہ کامیاب ہوں گے۔ ہدیہ: دو روپے پچھتر پیسے
(علاوہ محصول ڈاک)

طلب کیجئے کس کتاب کی آپ کو ضرورت ہے

۱ جواہر خمسہ اصلی
۲ کنز الحسین (اردو ترجمہ)
۳ رموز جفر
۴ مفتاح الجفر
۵ مفتاح النجوم
۶ معلم الرمل
۷ حرز سلیمانی
۸ اکسیر العملیات
۹ تسخیر العملیات
۱۰ اعجاز العملیات
۱۱ اسرار العملیات
۱۲ طب روحانی
۱۳ وظائف اولیاء
۱۴ عملیات اولیاء
۱۵ آئینہ انگشتری
۱۶ نقش سلیمانی مجلد
۱۷ عجائبات الو
۱۸ تسخیر جنات
۱۹ تسخیر ہمزاد
۲۰ تسخیر دل
۲۱ تسخیر القلوب
۲۲ اصطلاح العملیات
۲۳ اسم اعظم
۲۴ تاثیر سلیمانی
۲۵ عملیات ربانی
۲۶ نقش روحانی
۲۷ تہب سلیمانی
۲۸ گوہر سلیمانی
۲۹ نقوش محبت
۳۰ گنجینۂ الفت
۳۱ اعمال قرآنی
۳۲ نقش سلیمانی اول
۳۳ مجربات سلیمانی دوم
۳۴ تعویذ سلیمانی سوم
۳۵ بیاض سلیمانی چہارم
۳۶ جدید مسمریزم
۳۷ اندرجال
۳۸ پامسٹری علم قیافہ
۳۹ تردید سحر
۴۰ الحاجات
۴۱ عملیات محبت
۴۲ آیات خزانہ نور
۴۳ تسخیر سفلی
۴۴ نقش الحروف
۴۵ گھر کا مداری
۴۶ مصر کا جادو
۴۷ ہمالہ کا جادو
۴۸ چین بنگال کا جادو
۴۹ بنگال کا جادو
۵۰ جادو کے کھیل
۵۱ خواب نامہ یوسفی
۵۲ فالنامہ قرآنی
۵۳ فالنامہ سلیمانی کلاں (زیر طبع)
۵۴ مصر کا جادو کلاں
۵۵ تحفۃ العمل
۵۶ قرار قلب
۵۷ رد مصیبت
۵۸ قانون محبت المعروف کالا جادو

امین برادرس ناشران و تاجران کتب پوسٹ بکس ۱۴۵ آرام باغ روڈ کراچی